M.A.LIBRARY, A.M.U.
PE16972

سلسلۂ کتابیاتِ خسروی بسرپرستی اعلیٰحضرت حضور عالی مقام نظام خلد اللہ ملکہ

کنتم اعداءً فالّف بین قلوبکم

نامِ این نامہ والا ست قِرانُ السّعدین

کز بلندیش بسعدین سپہرست قِران

مثنوی

قِرانُ السّعدین

حضرت امیر خسرو دہلوی

بہ تنقید

جناب خان صاحب مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم میرٹھی

و بہ تمہید

مسٹر سید حسن برنی بی اے (علیگ) مہتمم دفتر کلیاتِ خسرو

و جنرل سپرنٹنڈنٹ صدر دفتر تکمیل مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

باہتمام محمد مقتدیٰ خاں شروانی

مطبعِ انسٹی ٹیوٹ علی گڈھ کالج میں ۱۳۳۷ھ ۱۹۱۸ء طبع ہوئی

انتساب

یہ سلسلہ نہایت فخر و مباہات کے ساتھ حسب
اجازت اعلیٰحضرت بندگانِ عالی متعالی ہز اگزالٹڈ
ہائنس آصف جاہ مظفر الممالک نظام الملک نظام الدولہ
نوّاب میر سر عثمان علی خاں بہادر
فتح جنگ جی سی ایس آئی، جی سی بی خلد اللہ ملکہ
و سلطانہ و ادام اقبالہ کے نامِ نامی و اسمِ سامی
کے ساتھ منسوب و معنون کیا جاتا ہے

مثنوی

قرانِ السعدین

CHECKED-2002

مختصر فہرستِ مضامین

CHECKED 1996-97

متن

تمہید

مثنوی قران السعدین خسرو

نوشتہ

سید حسن برنی بی اے

این سخنِ چند کہ بیخواست ست
شاعری نیست ہمہ راست ست

(از مثنوی قران السعدین)

فہرست مضامین

تمہید

قِران السعدین

MUSLIM UNIVERSITY ALIGARH

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ اللہ! آج سے چار برس پہلے جب کلیات امیر خسروؒ کی اشاعت کا خیال پیدا ہوا تو ملک میں ابھی تک وہ بزرگ موجود تھے جو ماضی کو سمجھتے اور اُسے حال و مستقبل سے روشناس کر سکتے تھے۔ حالی، شبلی اور اسمٰعیل اسی کاروانِ قدیم کے سالارِ راہ تھے۔ لیکن یہ قافلہ مرحلہ پیمائی کر چکا تھا، اور اُن کے نقوشِ قدم بہت جلد اُس منزل تک پہنچنے والے تھے جس سے آگے گم شدگانِ عدم کا سراغ نہیں لگتا۔ اُس زمانے میں مولانا حالی پیرانہ سالی سے معذور اور پا بہ رکاب تھے۔ مولانا شبلی کا قلم ابھی تک ہاتھ سے نہ چھوٹا تھا، لیکن سیاہِ اجل کمیں لگائے بیٹھا تھا۔ مولانا اسمٰعیل بھی اپنے دوسرے معاصرین کی طرح آفتابِ لبِ بام تھے۔ لیکن کمرِ ہمت چست باندھ کر منزلِ مقصود کی رہ پیمائی کے لیے آمادہ ہو گئے۔ گردشِ ارضی کے دو تین دورے وہ اس وادی میں مرحلہ پیما رہے۔ جب کہ منزلِ مقصود کے دھندلے نشان

دکھائی دینے لگے تھے اور اُمید کی شعاعیں کوشش کے راستہ کو منوّر کر رہی تھیں، یکایک داعیِ اجل نمودار ہوا، اور مولانا لبیک کہکر اپنے ساتھیوں سے، جو کسی قدر پہلے روانہ ہو چکے تھے، جا ملے ؎

مجلسِ یاراں پریشاں شد زبادِ تندِ مرگ ٭ برگ ریزی گوئی اندر گلستاں آمدہ

سلسلۂ خسروی میں "حیات" کا قرعہ مولانا کے نام ڈالا گیا تھا، بعد میں مثنوی قران السّعدین بھی اُن کے سپرد ہوئی۔ اُن کی عمر کی آخری ڈھائی برس اسی علمی مشغلہ میں گذرے۔ اِس مدّت میں قران السّعدین پر مکمّل تنقید لکھی، حیاتِ خسروی کے لیے بہت سا مواد جمع کیا اور سوانح عمری کے چند اجزا ترتیب دے لیے جن میں معزالدین کیقباد کے اخیر عہد (۶۸۹ھ) تک خسرو کے حالات درج ہیں۔ افسوس قضا نے اتنی مہلت نہ دی کہ یہ عظیم الشان علمی منصوبہ مولانا کے ہاتھوں سر انجام پا جاتا۔ یکم نومبر ۱۹۱۷ء کو سہ پہر کے وقت پچھتّر برس کی عمر میں چند روزہ علالت کے بعد اُن کا انتقال ہو گیا۔

مولانا اسمٰعیل ہمارے لٹریچر کے اُن معدودے چند مربّیوں میں سے ہیں جن کا نام شہرتِ عام حاصل کر چکا ہے، اور کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ وہ نثر و نظم دونوں میں ملک کے چند بہترین اہلِ قلم میں شمار ہوتے تھے۔ بچّوں کے لیے اُن کا تصنیف کیا ہوا درسیات کا سلسلہ آج تک بے مثل مانا جاتا ہے، اور اُن کی اخلاقی اور نیچرل نظمیں قبولیتِ عامّہ حاصل کر چکی ہیں، اور گھر گھر پھیلی ہوئی ہیں۔

مولٰنا کی زندگی ملک کے سامنے ایک قابلِ قدر نمونہ پیش کرتی ہے۔ وہ ۱۲ر نومبر ۱۸۴۴ء کو میرٹھ کے ایک گاؤں میں جس کا "لاوڑ" نام تھا پیدا ہوئے تھے۔ ۱۶ برس کی عمر میں ہی فکرِ معاش دامنگیر ہو گئی۔ سررشتہ تعلیم میں نہایت قلیل تنخواہ پر نوکری اختیار کی۔ لیکن خداداد قابلیت نے اپنے لیے راستہ نکال لیا۔ اواخر ۱۸۹۹ء میں جب اُنھوں نے پنشن لی تو وہ نارمل اسکول آگرہ میں ہیڈ مولوی تھے۔ اپنے قلم کی بدولت اُنھوں نے دنیا کی ثروت اور عزت حاصل کی۔ اُن کی کتبِ درسیہ جو اردو مدارس میں عرصہ تک داخلِ نصاب رہیں لاکھوں کی تعداد میں نکلیں، اور اب تک رائج ہیں۔ گورنمنٹ نے اُن کے تعلیمی خدمات کے اعتراف میں "خاں صاحب" کا خطاب دیا جس سے زیادہ مناسب اُن کے لیے "شمس العلما" کا خطاب ہو سکتا تھا۔

وہ تعلیم کے خاص طور پر دلدادہ تھے، اور "قلمے، قدمے، درمے" ہر طرح اپنی زندگی علم اور اشاعتِ تعلیم کے لیے وقف کر دی تھی۔ اُن کی یہ تعلیمی خدمت بھی خاص طور پر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مسلمانانِ میرٹھ میں (جہاں اُنھوں نے سکونت اختیار کر لی تھی) تعلیمِ نسواں نے اُنھیں کی مساعیِ جمیلہ سے ترقی حاصل کی۔ سنہ ۱۹۱۰ء میں اُن کی تحریک سے مدارسِ نسواں کا افتتاح ہوا، جن کی نگرانی اُنھوں نے اپنے ذمے لی، اور اخیر تک نہایت تندہی سے اُسے انجام دیتے رہے۔ علاوہ ازیں وہ ہر قسم کی مفیدِ عام تحریکوں میں حصّہ لینے کی کوشش کرتے تھے۔

وابستگانِ سلسلۂ خسروی پر اُن کا بہت بڑا احسان ہے، اور اُن کی خدمات

پورے طور پر اعترافِ خاص اور اظہارِ شکریہ کی مستحق ہیں۔ اُنھوں نے ابتداءً یہ علمی کام، فخرِ ملک و ملت اور رشیدالے علم و فن نواب حاجی محمد اسحٰق خاں صاحب بہادر آنریری سکرٹری مدرسۃ العلوم کی فرمائش سے مخلصانہ تعلقات کی بنا پر قبول فرمایا تھا۔ آغازِ کار کے بعد مولانا کو اس مشغلے سے ایسا عشق پیدا ہو گیا تھا کہ اخیر تک وہ اسی میں منہمک رہے۔

اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ فرمایشی کام (خواہ اُس کی کوئی نوعیت ہو) لوگوں پر بار ہوتا ہے لیکن مولانا کی حالت اس کے بالکل برعکس تھی۔ اُن کے شغف کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اکثر ایّام علالت میں بھی وہ بستر پر لیٹے لیٹے کچھ نہ کچھ خسرو کا کام کرتے رہتے تھے۔ سلسلۂ خسروی میں اُنھوں نے اپنا تمام قیمتی وقت بغیر کسی قسم کا معاوضہ قبول کیے صرف کیا، اور جب یہ خیال کیا جاتا ہے کہ دُنیا میں بہت کم لوگ ایسا استغنا دکھا سکتے ہیں تو مولانا کا ایثار خاص طور پر ہمارے دل میں اُن کی وقعت پیدا کر دیتا ہے۔

راقمِ آثم کو کئی دفعہ "خسرو" کے سلسلہ میں مولانا مرحوم کی خدمت میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا۔ اُن سے ملکر سچی روحانی خوشی ہوتی تھی، اور اُن کے بزرگانہ اخلاق اور علم و فضل کا دل پر گہرا اثر پڑتا تھا۔ خسرو کے ساتھ تعلقِ خاطر بہت بڑھ گیا تھا۔ خسرو کا کلام نہایت ذوق و شوق کے ساتھ سناتے تھے۔ ایک مرتبہ فرماتے تھے "خسرو عجیب و غریب شخص تھے۔ سچ یہ ہے کہ اس سے پہلے ہم اُنھیں اتنا بڑا نہ جانتے تھے، لیکن اب جو تفصیل کے ساتھ اُن کے کلام کو دیکھنے کا موقع ملا تو معلوم ہوا کہ وہ کیا تھے"۔ ایک دفعہ وسط الحیٰوۃ سے "خانِ شہید" کے مرثیہ کے کچھ بند سنائے اور اس سے قبل ترجیع بند کی

خاص تعریف کی۔ مرثیہ کا ایک بیت بہت پسند تھا جسے کئی کئی دفعہ پڑھکر سنایا ؎

"کشتگاں اُفتادہ در اطرافِ آں صحرای سبز ہمچو صورہا کہ در دیباے اخضر بافتند"

ایک مرتبہ فرماتے تھے کہ "امیر کے کلام میں صنایع بدایع بہت ہیں۔ اس میں شبہہ نہیں کہ ان تکلفات سے دوسروں کی شاعری پر بُرا اثر پڑجاتا ہے، لیکن خسرو کے یہاں اکثر اسقدر بے تکلف اور بامزہ ہیں کہ اُن کی وجہ سے لطفِ شاعری بڑھ جاتا ہے"۔ مثال کے طور پر قِران السّعدین سے یہ شعر پڑھا اور کئی دفعہ دُہرایا ؎

آبِ دُر از تاج و قبا و کمر تا بکمر تا بہ گلو تا بہ سر (صفحہ ۸۴)

قِران السّعدین کی تنقید جو مثنوی مذکور کے ساتھ اس وقت ناظرین کی خدمت میں پیش ہے مولٰنا اسمٰعیل مرحوم کی اخیر مکمل تصنیف ہے۔ اِس کے لکھنے میں مولٰنا نے پوری جانکاہی سے کام لیا ہے۔ اُن کی تحریر سلیس اور خالص اُردو کا بہترین نمونہ ہوتی ہے زبان شستہ اور خیالات سلجھے ہوے ہوتے ہیں۔ طول کلام سے وہ ہمیشہ بچتے ہیں لیکن اختصار کے ساتھ کہنے کے قابل جتنی باتیں ہوتی ہیں وہ سب بیان کردیتے ہیں یہ سب خوبیاں اس تنقید میں موجود ہیں جو ناظرین کے سامنے ہے۔

اس تنقید کے بعد قِران السّعدین پر کسی مزید تبصرہ کی گنجایش نہیں ہے۔ البتہ اِس مثنوی کے متعلق محض ضمناً چند متفرق امور بیان کیے جاتے ہیں جن سے یا تو تنقید کے بعض ضروری نکات کی توضیح و تنقیح مقصود ہے یا اس مثنوی کے بعض تاریخی پہلوؤں پر روشنی ڈالنا مرکوز ہے۔

(۲)

خسرو نے جس قدر مثنویاں لکھی ہیں ان کی دو جداگانہ قسمیں قرار دی جا سکتی ہیں اوّل وہ مثنویاں جو اتباعاً لکھی گئی ہیں۔ دوم وہ مثنویاں جو طبع زاد ہیں۔ پہلی قسم میں خمسہ کی پانچوں مثنویاں ہیں جن میں خمسۂ نظامی کا تتبع کیا ہے۔ دوسری قسم میں متعدد چھوٹی چھوٹی مثنویاں اور قران السعدین، عشیقہ، نہ سپہر اور تغلقنامہ داخل ہیں۔

مثنوی نگاری میں خسرو نے جا بجا اپنے آپ کو نظامی کا متبع بتایا ہے۔ اس اتباع کی دو حیثیتیں ہیں جن میں فرق کرنا ضروری ہے۔ ایک اتباع وہ ہے جو خمسے میں کیا ہے۔ یعنی نظامی کی پانچوں مثنویوں کے جواب لکھے ہیں۔ دوسرا اتباع اس سے بالکل جدا ہے جو محض زمانی حیثیت سے اُن پر عاید ہوتا ہے۔ ارتقائے تمدن کے دوسرے شعبوں کی طرح لٹریچر کی تاریخ میں ہر پیچھے آنے والا پہلے آنے والوں کا پیرو ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے مثنوی میں خسرو نظامی کے ایسے ہی متبع ہیں جیسے نظامی فردوسی کے یا فردوسی دقیقی کے متبع تھے۔ اس اتباع سے خسرو کی "شخصیت" پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ مثنوی نگاری میں اُن کی ذاتی خصوصیات کافی طور پر نمایاں ہیں اور غور کرنے سے صاف نظر آجاتی ہیں اور اُن کی شاعری کو نظامی (یا کسی دوسرے مثنوی نگار) سے اسی طرح بیّن طور پر متمائز کر دیتی ہیں جس طرح نظامی کی خصوصیات اُن کی شاعری کو فردوسی یا سعدی سے جدا کرتی ہیں۔ یہ خصوصیات خسرو کی طبع زاد مثنویوں میں بدرجہ غایت غالب ہیں۔ اسی وجہ سے طبع زاد مثنویوں کے متعلق یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ یہاں پر ان کا اتباع

فی الحقیقت محض اُس قسم کا اتباع ہی جو متقدمین کے مقابلہ میں متاخرین پر تاریخی حیثیت سے ہمیشہ عاید کیا جاتا ہی۔

اس بحث کو زیادہ پھیلانے کا موقع نہیں ہی۔ قران السعدین (جو بڑی مثنویوں میں سب سے پہلی طبعزاد مثنوی ہی اور جو خمسے سے دس بارہ برس پہلے لکھی گئی تھی) اس وقت ہمارے سامنے موجود ہی۔ یہ مثنوی فارسی لٹریچر میں اپنا جواب نہیں رکھتی اور اپنے رنگ میں بالکل انوکھی کتاب ہی۔ اس مثنوی کے لیے خسرو کے سامنے کوئی نمونہ موجود نہ تھا، اور ہمارے علم میں خسرو کے بعد اس کا جواب نہیں لکھا گیا۔ اگر لکھا گیا ہو تو وہ ایسا ہی جسے کوئی نہیں جانتا۔

ع ۵ منیر نے ایک چھوٹی سی مثنوی "در صفت بنگالہ" لکھی ہی، جس میں وصف نگاری کا التزام کیا ہی جو بلاشبہ خسرو کا اتباع ہی۔ لیکن یہ مثنوی قران السعدین کے جواب میں نہیں لکھی گئی ہی، اور نہ بجز وصف نگاری کے خسرو کی مثنوی کے ساتھ اس میں کوئی مشابہت پائی جاتی ہی۔ مثلاً کشتی کی تعریف میں منیر نے بھی چند اشعار لکھے ہیں جو بغرض دلچسپی ناظرین درج ذیل کیے جاتے ہیں:

نہ کشتی بل کمانِ دل نشینے + بہر گوشہ در و چلّہ گزینے + ندانم تیر او چوں می کند کار + کہ نے پیکانش کس دیدہ نہ سوفار
کمانش گفتم و الحق ہمانست + بسے ملّاح او زاغِ کمانست + اگر سہراب باشد ور بہیمن + نیارد ایں کمان تنہا کشیدن
نہ آنست ایں کماں تنہا ایں کماں بہ + ولی ہرگز نہ شد شایستہ زہ + کرا اندیشہ امن و امان ہست + کہ طوفاں جانشینِ ایں کمان ہست
بود چنگے کنارِ آب جایش + ز فیضِ رہ دو ہا ساز و نوایش + مگر زیں چنگ دریا گشتہ خوشحال + کہ کف برکف زند ہر دم چو قوال
ازاں مانند بچنگِ نغمہ پرداز + کہ باشد بادبانش پردہ ساز + تشبیہ او ہمہ از چنگ جویند + ولیکن اہلِ ہندش ناؤ گویند
بود پیرِ کہن سالیش زیباست + ز شوقِ آب جانش ناشکیباست + محاسن از قطاسش گشتہ پیدا + بر وہم پیر وہم برناست شیدا
بروں آورد ریشِ دلپسندی + بچندیں گونہ دارد ریش خندی + کند با موجِ بحر آہنگِ آشوب + تراشد دست و پای خویش از چوب
بباید تا سراغِ آشنائی + زند ہر دم بدریا دست و پائے + گزارش تا سوِ آب اوفتادہ + عنانِ خنج دیدست باد داں
دما دم علمِ دریا کردہ تکرار + معلم تختہ او شستہ صد بار + پرستارش بہ غم چرخ بسیار + بزد ہر لحظہ سودائے ہر سیم
نمیدانم چہ بیماریش دیدند + کہ آتش از شکم بیروں کشیدند + بود او را سبک رفتاری ایما + رود درہ با ہزاراں پائے چوبیں
سبک پا نیست بارِ او گرانست + ولی پایش بدستِ دیگرانست + ازاں دریا بلد و سر کردہ آشوب + کہ دریا را گرفتہ در تہ چوب

ہم یہاں مختصر طور پر خسرو کی طبعزاد مثنویوں کی خصوصیات بیان کرنا چاہتے ہیں اور اسی بحث کے ضمن میں قران السعدین پر بالتخصیص نظر ڈالینگے۔ اس کو پڑھتے وقت یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ان خصوصیات میں سے بعض جدا جدا دوسرے شاعروں کے یہاں بھی پائی جاتی ہیں، لیکن ان کا اجتماع جس طرح خسرو کے یہاں ہوا ہے دوسری جگہ نہیں ہے۔

سب سے پہلی خصوصیت خسرو کی طبعزاد مثنویوں کی یہ ہے کہ تقریباً تمام تاریخی مثنویاں ہیں۔ ان مثنویوں کی بنیاد واقعات پر ہے۔ محض شاعرانہ خیال آفرینی پر نہیں ہے۔ عشیقہ حُسن و عشق کی ایک سچی اور دردناک داستان ہے جس میں عہد علائی اور مابعد کے مستند تاریخی حالات درج ہیں۔ نہ سپہر میں علاء الدین کے رنگیلے جانشین قطب الدین مبارکشاہ کی تخت نشینی کے بعد کے مفصل واقعات ہیں جو اُس عہد کی کسی دوسری تاریخ میں نہیں ملسکتے۔ تغلقنامہ میں خلجیوں کی بربادی اور تغلقوں کی سربرآرائی کی پوری داستان ہے۔ وسط الحیوٰۃ میں بلبن کے عہد کی مثنویاں ہیں جن میں طغرل پر فوج کشی اور بلبن کے بڑے بیٹے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۷)

بگلاہے دو سوے او سیاہاں
نشستہ چوں دو سوے چشم مژگاں

قران السعدین میں صفتِ کشتی کے اشعار صفحہ ۱۴۳ تا صفحہ ۱۴۸ کو ان اشعار سے مقابلہ کرکے دیکھو زمین آسمان کا فرق نظر آئے گا ۔ ..... ہندوستان میں کشتی سال کی لکڑی سے بنائی جاتی ہے۔ اس کو خسرو نے کس خوبی کے ساتھ بیان کیا ہے ؎ ماہ نوے کاصلش ہے از سال خاست ✦ گشت یکے ماہ بدہ سال راست۔ اس کے مقابل نیر کا شعر ہے ؎ بو و پیرہن سالیش زیباست ✦ ز شوقِ آب جانش ناشکیباست ۔ اس شعر میں مصرعِ اولیٰ اور مصرعۂ ثانی میں کوئی خاص ربط نظر نہیں آتا علاوہ ازیں سال کا لفظ بالکل بھرتی معلوم ہوتا ہے وہ لطافت موزونیت کہاں جو خسرو کے شعر میں اس لفظ سے پیدا ہو گئی ہے جس کے لطف نے جامی کو عرصہ تک سرگرداں رکھا تھا۔ اس کا ذکر آگے آتا ہے۔

سلطان محمد (سلطان شہید) کے غزوات درج ہیں۔ غرۃ الکمال میں جلال الدین خلجی کی فتوحات کی تاریخ ہے۔

چھوٹی مثنویوں کو بھی اگر شمار کیا جائے تو عہد بلبنی سے لے کر خاندانِ تغلق کے آغاز تک تقریباً پچاس برس کی ہندوستان کی مسلسل تاریخ امیر خسرو کی مثنویوں سے مرتب ہو سکتی ہے جو سند اور اعتبار کے لحاظ سے اس عہد کے متعلق قطعاً بے مثل ہے۔ یہ مثنویاں اُنھیں ایام میں تصنیف ہوئی ہیں جب کہ وہ واقعات پیش آئے جو ان مثنویوں میں درج ہیں، اور بیشتر واقعات خود خسرو کی چشم دید ہیں، جن کے دربارِ دہلی سے ذاتی اور خاندانی تعلقات ابتدا ہی سے اسقدر گہرے تھے۔

قران السعدین میں جو واقعات درج ہیں وہ تمامتر خسرو کے چشم دید ہیں۔ جب کیقباد کا لشکر دہلی سے چلا ہے خسرو بھی اُس کے ہمراہ تھے اور باپ اور بیٹے کی ملاقات کے وقت بھی وہ موجود تھے۔

مولنا اسمٰعیل صاحب مرحوم نے بدایونی کی طرح خسرو کے ایک قصیدے سے کیقباد اور ناصر الدین کی ملاقات کے وقت خسرو کی موجودگی کا قیاس کیا ہے۔ یہ قیاس بالکل صحیح ہے، اور اس کے متعلق خسرو کے دوسرے بیانات صراحت کے ساتھ موجود ہیں۔ دیوان غرۃ الکمال میں اپنے بھائی تاج الدین کے نام ایک خط ہے جس میں اُنھوں نے لشکرِ شاہی کے ساتھ دہلی سے روانہ ہونے اور اپنے اُودھ پہنچنے کے مفصل حالات بیان کیے ہیں۔ اعجازِ خسروی میں ایک اور خط ہے جس میں کیقباد اور ناصر الدین محمود کی

ملاقات اور اس موقع کے متعلق اپنے ذاتی حالات لکھے ہیں۔ چونکہ ان دونوں خطوں کا قِران السعدین سے براہِ راست تعلق ہے اور بعض جزئیات پر ان سے روشنی پڑتی ہے اس لیے ان دونوں خطوں سے ضروری مقامات نقل کیے جاتے ہیں۔

تاج الدین زاہد کے نام

(از غرۃ الکمال)

خوانند ز من خراب سینہ　　خسرو نہ کہ بندۂ کمینہ

می گوید و می نہد شغبناک　　چوں قطرۂ اشک روئے بر خاک

کانروز کہ گشتم از برت دور　ق　محروم شدم چو سایہ از نور

بر عزم سفر عناں کشادم　　خونابہ ز دیدگاں کشادم

با لشکر شاہ کوچ بر کوچ　　در گریہ ہمی شدم بہر کوچ

تا بعد دو ماہ از رہِ دور　　آمد باودھ سپاہِ منصور

سلطاں نظرے بلطف بکشاد　　واقطاعِ اودھ بخانِ ما داد

شد شہر اَودھ حوالۂ خاں　　شد دہر ابد نوالۂ جاں

با آں کہ نداشتم صبوری　　افتاد سکونتم ضروری

اس کے بعد شہر اَودھ کی تعریف اور ملک امتیاز الدین علی بن ایبک (حاتم خاں) کی توجہات کا ذکر ہے۔

ہر دم نظرے تربیت نو　　از چشم کرم بکار خسرو

آخر میں دردِ فراق کا اظہار اور عزیز دوستوں اور دار السلطنت کی یاد ہے۔

لیک از غمِ دوریت چنانم — کز تن بلب آمدست جانم

شبہا من و دل بغم نوازی — با یادِ تو در خیال بازی

دل سوختہ چون چراغ گشتہ — صد جائے درونہ داغ گشتہ

دردے و ہزار آہِ جانسوز — آہے و ہزار تیرِ دلدوز

دل رفتہ و تن بخاک ماندہ — جاں بر شرفِ ہلاک ماندہ

با آں کہ ازیں ولایتِ خوش — یارے دو سہ اند نغز و دلکش

از حالتِ من در آرزویت — عاشق شدہ ہمچو من برویت

با من ہمہ انست شب و روز — دل سوختہ را قناعت آموز

نے قاصدِ تو رسد بسویم — نے باد رساند از تو بویم

کو آں بوفا بہم نشستن — دل در طرب و نشاط بستن

گہ دادنِ دُرِّ نظم چوں نوش — از دُرجِ دہن بحلقۂ گوش

گاہے ببدیہہ دل آویز — سفتن گہرے بخامۂ تیز

گاہے غزلے جواب گفتن — گاہے سخنِ شراب گفتن

گہ جامِ نشاط نوش کردن — گہ زمزمۂ تر بگوش کردن

گہ کردن گشت سوئے بستار — گاہے بطوافِ حوضِ سلطار

ہر شب منم و دلے و دردے — غم را بدو چشم آب خوردے

شبے و زکنم ز آہِ جانسوز — زیں گونہ بود شبِ مرا روز

یکشب من و دل چراغ در پیش — جانے بہزار داغ در پیش

بودیم بہم بگفت و گویت — محرم نہ کسے جز آرزویت

گفتم کہ ازیں اسیر بیداد — یاد آیدت یا نیایدت یاد

تا حال بدانیم کہ چونم — وز دیدہ چگونہ غرقِ خونم

روشن کندت زبانِ خامہ — حالِ من ازیں فراق نامہ

ماہِ رجب و شبِ سہ شنبہ — یک ہفتہ حساب کن فتم برینہ

تاریخ ز ہجرت ار کنم یاد — بر ششصد و ہفت و ہشتاد (۱۲۸۹ھ)

غدار شبے ز ابر تاریک — بارندہ بقطرہائے باریک

عینِ برشگال و وقتِ باراں — خیمہ زدہ ابر را سواراں

بکشادہ بنالہ رعد را کام — بردہ دہل خروش بر بام

می گفت ترانہ ابرِ سرمست — بود آب برقص و برق می جست

باراں بہوا بقطرہ سازی — قطرہ بزمیں بحباب بازی

گریہ ز من و ز ابر ہم یاد — بیرون و درونِ خانہ نم باد

تا وقتِ سحر قلم در انگشت — در تاریکی ہمی زدہ مشت

چوں نیست تکلفے بدردم — در نامہ تکلفے نکردم

صنعتِ سخن نکردم آغاز — تا قصہ نماند از غرض باز

چوں رنگ پذیر شد مقالت　　　صنعت بود آں نہ حسب حالت
یک بیت ز گفتۂ نظامی　　　تضمیں کنم اندریں تمامی
کارائش کردنی ز حد بیش　　　رخسارۂ قصہ را کند ریش

یہ خط سہ شنبہ ۱۶ رجب ۶۸۷ھ کا ہی اس سے معلوم ہوتا ہی کہ لشکر شاہی دو مہینے کے سفر کے بعد اَوَدھ پہنچا۔ جس وقت بادشاہ اپنے باپ سے مل کر دہلی کو واپس ہوا ہی، برسات کا موسم تھا، اَوَدھ پہنچنے پر غالباً اپنے بھائی کے نام ان کا یہ پہلا خط ہی۔ خسرو محبت والفت کا مجسمہ تھے قدرت نے انھیں درد و سوز کی غیر معمولی مقدار عطا فرمائی تھی۔ عزیزوں اور وطن کی محبت نے انھیں زیادہ دن اَوَدھ میں نہیں رہنے دیا اور اس خط کے لکھنے سے تین چار مہینے بعد ہی وہ اَوَدھ سے روانہ ہو کر ذو القعدہ ۶۸۷ھ میں دہلی پہنچ گئے۔ اس کی تفصیل آگے آئیگی۔

بنام "خداوند و برادرم..... نجم الملۃ والدین"

(از اعجاز خسروی رسالۂ پنجم)

دوستدار یگانہ خسرو سلطانی. . . . . برآں رائے انور. . . . . مصور می گرداند کہ. . . . . خداوند ملک ملوک الشرق وقطب ارکان الممالک اختیار الحق والدین. . . . . علی ایبک سلطانی..... از اوج ارتفاع بچشم سعادت درکار بندہ ناظر ست ولیکن دلِ بندہ کہ از تافتگی آفتابِ فراق در رہوائے

دوستان ذرّه ذرّه شده است۔ نه در آسمان ست سے نه در زمیں۔

..... مقرو در آن ضمیر مستنیر می گرداند که اندر انچه سلطان مشرق ناصر الدین والدنیا ... ازمقامِ محمود چون نیّرِ اعظم برعزم کشورکشائی تیغ زنان راه قطع کرده باقطاعِ اَوَده دررسید هلالِ رایتش در آبِ سرو چون ماه از برج سرطان رویت نمود ..... وازین جانب سایۂ عنایت پروردگار جهانگیر مشرق و مغرب معز الدنیا والدین کیقباد ..... چترِ خورشید تابِ ظلِ الٰهی را هم بر لبِ آبِ مذکور چون آفتاب در خانۂ ماهی مستقیم گردانید۔

آن چه لشکر بود کز جنبیدنش | زلزله در چار ارکان درگرفت
لرزۂ برق زبندِ نیزها | گوئی آتش در نیستان درگرفت
پائے درگِلِ ماند خیلِ آسمان | گرد کاندر چرخِ گردان درگرفت

روزِ اوّل این دو بحرِ زاخر بوجہِ توجه اگرچه آئینۂ آب درمیان بود مواجهه نمودند۔ مرج البحرین یلتقیان بینهما برزخ لا یبغیان۔ روزِ دیگر قرانِ السعدین و اجتماعِ نیّرین گردشِ دوران ارزانی داشتند، و برهان جمع الشمس و القمر بر عالمیان مبرهن و مبین گردانیدند۔ شبهه نیست که بواسطۂ مباینت بینهما دیدار قیامتے افتاده بود۔ و قیامت این بود که رویت آخرت هم طبقۂ اولی درحساب آمد۔ مگر یوم النشور بود که آن دو آسمانِ رفعت آیتِ اذا الکواکب انتثرت باقلامِ جاریۂ مژگان بر صفحات وجنات می نگاشتند و جمهورِ خلایق بدین باعثه دران محشر حشر کرده دران

عرصات می گشتند۔

ناگاہ ذاتِ منورِ شمس الدین دبیر نور اللہ الیٰ یوم الدین چوں آفتاب قیامت بر سرِ ایں ذرہ آمد طلعت الشمس کشمس الطلعہ از گرمی آں مہر بر خود بسوختم و خونم از حرارتِ درونی بیروں جوشید۔ از احتراق طاقتِ آں نداشتم کہ سوئے او توانم دید۔ مع ہذا چشم بجالش تیز کردم۔ آب در چشم من بگشت۔

آب در چشم بگردد چو ببینی خورشید   خاصہ خورشید کہ در خانہ چشم تو در آ

دیدم کہ از عفونتِ ہوائے ہندوستان آں چشم بر آب خود نماندہ بود، بلکہ آفتاب مرا بدید و از جائے خود برفت۔ بحیلہ بسیار بجالش آوردم۔ لختی شکایت از دورانِ روزگار در میان آورد کہ شیوۂ آبای علوی و امہات سفلی است کہ ابنائے جنس اخوانِ انس را چوں بنات النعش از ہمدیگر متفرق و متغرب می دارد۔ قدرے از قدرِ اقتدارِ خویش بزبانِ حال لا بلسان المقال بلبابے ہر چہ پوشیدہ تر کشف می کرد کہ درجہ از انچہ بود عالی شدہ بود و از برآمد دولتِ خویش الشمس لا یخفیٰ فی کلِّ مکان گشتہ رفعہ اللہ فی مشارق الارض و مغاربھا۔ ہر یک از اصحاب را یاد کرد علی العموم می کرد، علی الخصوص آں نجم ثاقب را۔

بگریہ گفت کہ آمد بسے ستارہ بچشم
ستارۂ کہ مرا باید آں بچشم نیامد

آں روز بوقتِ غروب بمقامِ خویش باز گشت۔

روز دیگر بہوائے اثیر الدین محمد آثارہ ازبس کہ اثیر حرقت در باطن

ایں سوختہ ظاہر شدہ بود خویشتن را در آب زدم دگذانہ عزم گذارا کردم

حالے کہ ایں خاکے از آب بگذشت سراسیمہ وار در ہوائے اثیر مُعَلَّق بَیْنَ

السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ می رفت تا باثیر رسید۔ چوں باراں محیط آتش طبیعت

گرم ہنگامِ نمازِ خفتن نبود، بہ تعجب می گفت ؎

ایں تو ئی یا بخواب می بینم

کہ بشب آفتاب می بینم

شبا روزے بدیدار آں عزیز شب را بروز در روز را بشب آوردہ شد ؎

خجستہ روزے کاید بشب بدی عزیزاں

پس از ہزار شب و سہ ہزار روز جدائی

الغرض روز سوم ہم از بامداد ملک الآفاق شمس الدین عزیمت کشتی کرد و

بندہ خسرو کہ قایم مقام تیر ست دراں کشتی باقامت بندگی راست بایستاد ؎

کردم بہ چشم خیالِ یار من کشتی رواں

آفتابے بود کاں بر روئے دریا می گزشت

شک نیست کہ آں فرات جیحوں موج از بحر بالاتر بود، بلکہ از بحر می گزشت و بحر را

کہ خراج گذارِ جود او ست از وجود او غیرت بحاصل می آمد۔ فی الحاصل نزدیک

چو تره تابشی که در رفعت سر بفلک فلک می رسانید، برسید و پرسید تا کشتی را بر لب آب بر کنار امید آشنایان بایستانند۔ تا گر آشنائے بر روئے آب می آید که آشنائی آشنائے گزشته بر آب خویش باز آورد۔ و بیشتر سے راندن کشتی از برائے آں نجم علا بود۔ چوں زمانے برآمد و بعد از زمانے چوں ستارهٔ مقصود بر نیامد می گفت ؎

چگونه رانم کشتی ستاره پیدا نیست
مگر ستاره نهاں شد در ابر دیدهٔ من

از هنگامِ طلوعِ آفتاب تا زوالِ نهار بر کرانهٔ نهر آں مردم دیده را چشم می داشت و از کواکبِ مراد عکسے هم در آب نمی دید ؎

آرے نتواں ستاره دیدن در روز

بر روئے من با رقه از مهر با رقتِ تمام روشن می کرد و در معاینهٔ ایں سرود معاینه می گفت ؎

من که شمعم همه تن مهر شدم از سر سوز
ذوقِ آں دست نهاں ماند چو سیارهٔ مهر

بعد از انتظارِ بسیار بنده را وداع کرد و آیت العود خیر برخواند۔ و دیوانِ خاص که نظمش از نثره و شعرے سخن میگوید یادگار بکاتب سپرد تا دخود بمقر دولت رسانید، و نادیدنِ آں عزیز را بر تقدیرِ خدائے علیم حواله کرد۔

وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ، بنده با قلبِ کبیر

وقلبِ بے سکون از آں میثاق بوثاق آمد.......

تمامت روز دریں تحیّر می بودم کہ یارب اگر مجلسِ شمسی آں نجم علا بچشم آمدی نوراً علیٰ نور بودے۔

روزِ دیگر بدر میتر مملکت را از حضیضِ مشرق باوجِ ارتفاع رجعت افتاد واہِ اعلامِ اعلیٰ بر سمتِ دار الملکِ جلال منزل بمنزل بر طریقے سریع السیر گشت کہ در ہیچ منزل با آں نجم مقابلہ سعادت میسّر نگشت کہ سوختگیِ شمس و اثیر دیدہ بر روئے آب آوردے ؎

سوزے کہ بسینہ دارم آخر روزے
در خدمتِ تو بروئے آب آرد چشم

ہم در اثنائے راہ مخدومِ بندہ بمنزلتِ اقطاع اَودھ شرفِ دست بوسی یافت بندہ کہ چوں عطارد در شعاعِ آں آفتاب ست نتوانست کہ بخانۂ خویش راجع شود ضرورت باستقامت آں طرف نہاد۔ ملکِ بے مثال بطلبِ مثالِ ولایت برموافقت رکابِ فرقد سائے اعلیٰ منطقۂ جوزا برمیان بست و در ظلِ ظلیل ہمائے ہمایونِ چتر کہ نسرِ طائر سایہ نشینِ اوست، طیراں نمود۔ وبندہ را کہ بلبلِ حدیقۂ حداثت ست باز گردانید۔ باشارت رائے مختار اختیارے از اتصال کوکبۂ اصحابِ لشکر نقلِ ضروری اختیارے افتاد و بہ ظلمتِ ہندوستان کہ اقلیمِ زحل ست ہبوط کردہ شد۔

موسمِ باراں بود چشمۂ خورشید با سرطان آشنائی در آمده و سرطان منقلب آبی گشته. در عینِ باران و بارانِ عین چوں آبِ سرو بجانب اُو دهه واں کرده شده

ابری بارد و من می شوم از یار جدا ÷ چوں کنم دل بچنیں وقت ز دلدار جدا

ابر و باران و من و یار ستاده بوداع ÷ من جدا گریه کناں ابر جدا یار جدا

باران آیتِ اَنزَلنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بآہنگِ بلندی می خواند، و باد واضح فیھا عَینٌ جَارِیَة بر صحیفۂ آبِ مسلسل رواں و واں نقش می کرد و سبزه بخطِ تر تفسیرِ لِنُخرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّ نَبَاتًا بر تختۂ خاک ثبت می فرمود، و آبِ پیرامنِ خطِ مسلسلِ سبزه جدولِ تَجرِی مِن تَحتِهَا الاَنھَار می کشید با چنداں آب و رسوادِ بستاں

ترگشت خطِ سبزه و لے پاک نہ شد

مردمِ چشم از شرحِ فراقِ دوستاں بہ شبے متیرا وید و ابر چوں ہوا خواہاں می گریست پاسے مرکبم در آبِ چشمہا می لغزید، و برق چوں مسخرگاں می خندید

چگونہ برق نخندد کہ ژالہ سنگ انداز

حبابِ شیشہ گری را کشادہ کردہ دکاں

تقاطرِ قطراتِ از عبراتِ من عبارتی می نمود، و بارقۂ برق از احتراقِ من حرفے......

تا بریں طریق ایں خرابِ معمورہ اَو دهه آمد تا ایں قصۂ غصہ را بداں جناب رفیع رفع کرد فی العزۃ من شہر رجب المرجب عظم اللہ ترجیبہ سنہ سبع و ثمانین و ستمائۃ۔ انتظارِ قطرہ از آں دو اثر دوات آں کہ قلمِ شہاب

۶۸۷ھ

سیر بمجاریِ احوال جاری دارد، واخبارِ متواتر را کہ موجبِ علم قطعی ست
چوں کتابی کہ از بالا آید فرود فرستد، وا ز درجۂ محبت دقیقۂ فرو نگزارد۔ مدارجِ
ارتفاع بعتبۂ علیا مدرّج باد۔ آمین۔

یہ خط قران السعدین کے اصل واقعہ سے تعلق رکھتا ہے۔ مضمون سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کیقباد اور محمود کی ملاقات کے موقع پر مکتوب الیہ کے آنے کی توقع تھی لیکن وہ کسی وجہ سے وہاں نہیں پہنچ سکا۔ یہ خط یکم رجب ۶۸۷ھ اور پچھلے خط سے پندرہ روز پہلے کا لکھا ہوا ہے جس میں خسرو نے خاص طور پر اپنے دوستوں شمس الدین دبیر اور قاضی اثیر الدین سے ملاقات کے واقعات بیان کیے ہیں۔

نانا کے مرنے کے بعد جس وقت خسرو کا ملک چھجو کے یہاں تعلق ہوا ہے ان دونوں سے اسی زمانے میں دوستانہ تعلقات پیدا ہوئے تھے۔ شمس الدین اور اثیر الدین سلطان ناصر الدین (بغرا خاں) کے مصاحب تھے اور اکثر اس کے ہمراہ ملک چھجو کے یہاں جو سلطان مذکور کا چچازاد بھائی تھا آتے اور شعر و سخن میں خسرو کے حریفِ مجلس بنتے تھے۔ اس کے بعد جب خسرو نے سلطان ناصر الدین کے یہاں ملازمت اختیار کی تو دونوں سے تعلقات اور زیادہ ہو گئے۔ جس وقت مہمِ طغرل کے بعد سلطان بلبن نے بغرا خاں کو لکھنوتی (بنگال) کا حکمراں مقرر کیا تو خسرو اور اثیر الدین و شمس الدین شاہزادہ مذکور کے ہمراہ تھے۔ وطن اور عزیزوں کی محبت میں خسرو تو دہلی چلے آئے لیکن ان کے دونوں دوست شاہزادہ مذکور کے ساتھ لکھنوتی رہ گئے۔ خسرو کا دہلی پہنچنے کے بعد

شہزادہ سلطان محمد (سلطان شہید) کے دربار سے تعلق ہوگیا اور اس کے ہمراہ پانچ برس تک ملتان رہے۔ شہزادہ مذکور کی شہادت کے بعد کوئی دو سال گوشہ نشینی میں گذارے اب اس موقع پر جب دہلی اور لکھنوتی کے لشکر اودھ میں ملے تو برسوں کے بچھڑے ہوئے دوست آپس میں بغلگیر ہوئے۔ اس دوران میں شمس الدین دبیر کا تقرب سلطان محمود کے یہاں بہت کچھ بڑھ گیا تھا چنانچہ سلطان محمود نے جس وقت باربک کے پاس (جو لشکر کیقباد کے ہراول کا سپہ سالار تھا) پیغام بھیجا ہے تو شمس الدین دبیر کو اس پر متعین کیا تھا۔

قران السعدین میں اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہے۔

تیغ زنِ مشرق از آنسوی آب — تیغ برون آختہ چون آفتاب

جست رسولے کہ گزارد پیام — ہرچہ بگویند بگوید تمام

گر سخن از صلح بود یا نبرد — کم نکند ہیچ ز نیروے مرد (صفحہ ۱۰۱)

دید کہ کس نیست ز برنا و پیر — درخورِ ایں کار چو شمس دبیر

یہ امر یاد رکھنا چاہیئے کہ خسرو کے معاصرین میں شمس دبیر کا مشہور اُدبا اور شعرا میں شمار ہوتا تھا۔ چنانچہ اس موقع پر رخصت کے وقت شمس دبیر نے اپنے عزیز دوست کو اپنا دیوان بطور یادگار دیا ہے۔ بدایونی نے منتخب التواریخ میں شمس دبیر کا کچھ کلام نمونۃً درج کیا ہے۔

(دیکھو صفحہ ۲۶۰ منتخب التواریخ مطبوعہ نولکشور)

دوسری خصوصیت خسرو کی طبعزاد مثنویوں کی یہ ہے کہ ان میں واقعیت

کا سر رشتہ کمال احتیاط کے ساتھ برقرار رکھا گیا ہے۔ امیر داستان کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ شاعری کے ساغر میں حقیقت ہمیشہ عریاں نظر آتی ہے۔ اس خصوصیت کا خود اُنھیں بھی پورا احساس تھا اور اس کی طرف اُنھوں نے فخر کے طور پر جا بجا اشارہ کیا ہے۔

اس خصوصیت کے دو پہلو ہیں اوّل یہ کہ واقعات صحت کے ساتھ بیان کیے جائیں، دوسرے یہ کہ بیانِ واقعات میں انتخابِ جزئیات و تفصیل کو اُلفت پر کامل دستگاہ ہو۔ خسرو کی مثنوی نگاری میں یہ دونوں پہلو بدرجۂ اتم پائے جاتے ہیں۔ اُن کی معلوماتِ عامّہ غیر معمولی ہیں اور اِن معلومات سے شاعرانہ مصوّری میں پوری طور سے کام لینا آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک طرف تو شاعرانہ سحر کاری کے باوجود اُن کا کلام حقیقت سے متجاوز نہیں ہوتا اور دوسری طرف اُس میں وہ تمام جزئیات موجود ہوتے ہیں جو شاعرانہ مصوّری میں تصویر کشی کے خطوط اور رنگ آمیزی کے قایم مقام ہوتے ہیں۔

پہلی خصوصیت اور دوسری خصوصیت کے اجتماع کی وجہ سے خسرو کی مثنوی نگاری کو "تاریخی نقّاشی" سے تعبیر کرنا بے جا نہ ہوگا۔

واقعیت کی خوبی ان دونوں لحاظ سے قران السّعدین میں کامل طور پر پائی جاتی ہے۔ کل قصّے کی کائنات صرف اسقدر ہے کہ بلبن کے انتقال کے بعد اس کا پوتا کیقباد تختِ دہلی پر متمکّن ہوتا ہے۔ کیقباد کا باپ ناصر الدین محمود لکھنوتی میں حکمراں ہے۔ وہ اپنے باپ

بلبن کے انتقال اور اپنے بیٹے کیقباد کی تخت نشینی کی خبر پاکر اور اپنے آپ کو تختِ دہلی کا وارثِ حقیقی سمجھکر ہندوستان پر لشکر کشی کرتا ہے۔ باپ کی لشکر کشی کی خبر سنکر بیٹا بھی اپنی فوج لیکر دہلی سے بڑھتا ہے۔ شہر اَوَدھ کے قریب سرجو ندی کے کناروں پر دونوں لشکر صف آرا ہوتے ہیں لیکن باہم نامہ و پیام کے بعد صلح ہو جاتی ہے اور باپ بیٹے سے آکر ملتا اور اُسے اپنے ہاتھ سے تخت پر بٹھا دیتا ہے۔ یہ بظاہر کوئی اہم یا مہتم بالشان واقعہ نہیں ہے، لیکن شاعر کی سحر کاری دیکھو، مواد کی کمی اور واقعہ کی قلیل النتاجی کو "وصف نگاری" کے پردے میں اس طرح چھپایا ہے کہ قصّے کی بے مائگی کا احساس تک نہیں ہوتا۔

جس چیز کو خسرو نے "وصف نگاری" کے لفظ سے تعبیر کیا ہے وہ حقیقت میں واقعہ نگاری ہے جس کی طرف ہم نے اوپر اشارہ کیا ہے۔ انتخابِ جزئیات اور تفصیلِ کوائف یہ دونوں اجزا وصف نگاری کی جان ہیں اور فارسی میں اس مثنوی سے بڑھکر شاید کہیں موجود ہوں۔

جس وقت ناصر الدین کی فوج کشی کی اطلاع دہلی پہنچتی ہے، سردی کا موسم ہے، کیقباد دار السّلطنت سے شکار کے لیے باہر آتا اور فوج کا معائنہ کرتا ہوا قصر کلوکھری پہنچ جاتا ہے اور وہاں جشنِ شاہی مناتا ہے۔ یہ اُس داستان کے ابتدائی واقعات تھے، لیکن یہاں تک پہنچتے ہوئے مثنوی کا پڑھنے والا دار السّلطنت کی سیر کر چکا ہے، اُسے موسم کی پوری کیفیت معلوم ہو چکی ہے، بادشاہ کے جلوس اور شکار گاہ کا نظّارہ دیکھ چکا ہے اور رنگیلے بادشاہ کی محفلِ نشاط کا پورا سین اس کی آنکھوں میں پھر گیا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ دہلی جمنا کے قریب

واقع ہے اُس میں تین حصار ہیں وہاں پر مسجدِ جامع، منارہ، مأذنہ اور حوضِ شمسی دلچسپ مقامات ہیں اور شہر نہایت آباد اور پُر رونق ہے۔ سردی کے زمانے میں جو خاص تبدیلیاں پیش آتی ہیں وہ سب اُس کے سامنے ہیں اور اس طرح کہ وہ گویا موسم کی کیفیت کو محسوس کرنے لگتا ہے۔ لمبی راتیں، چھوٹے دن، برف باری اور آگ کی گرم بازاری گرم اور موٹے کپڑوں کا استعمال مُنہ سے بھاپ نکلنا وغیرہ یہ سب وہ کیفیات ہیں جنکا خیال آتے ہی جاڑے کا موسم محسوس ہونے لگتا ہے۔ غرض اسی طرح پر ایک ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ اس مثنوی کا پڑھنے والا کسی ملک کا رہنے والا کیوں نہو وہ واقعات کے ساتھ حالاتِ احول اور مناظر کا پورا سماں اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہوا جاتا ہے۔ اس واقعہ نگاری کی بدولت اُس عہد کے تمدّن کی جزئیات پر ایسی روشنی پڑتی ہے جو دوسری جگہ نظر نہیں آتی۔ دربارہ جلوس، مجلسِ شاہی اور فوجی نظام کی گویا چلتی پھرتی تصویریں دکھائی دینے لگتی ہیں۔

مناظرِ فطرت کی مصوّری بھی اگرچہ ایک حد تک یگانہ خصوصیت قرار دی جاسکتی ہے، اسی خصوصیت کے جس سے ہم بحث کر رہے ہیں تحت میں داخل ہے۔ اس میں خسرو کو امتیاز خاص حاصل ہے اور اس لحاظ سے میرے خیال میں دنیا کے بہت تھوڑے شاعر اُن کے پہلو بہ پہلو ہیں۔ یہ بحث بہت زیادہ تفصیل کی محتاج ہے، لیکن یہاں محض اس کی طرف اشارہ کر دینا کافی ہے۔

مثنوی قران السّعدین میں تمام موسموں کی کیفیات اور مختلف اشیا کے اوصاف

ہیں جس کمال کا اظہار کیا ہے وہ محتاجِ بیان نہیں۔

تیسری خصوصیت جو خسرو کی شاعری کا مابہ الامتیاز ہے اور جو مثنوی نگاری کی جان ہے وہ نفسانیات کا صحیح ادراک ہے۔ جس طرح ایک ڈراما نگار یا ناول نویس کے لیے ضرورت ہے کہ وہ اشخاصِ قصہ کی شخصیتیں قایم کرے انھیں شروع سے اخیر تک برقرار رکھے، اور حالات و واقعات سے ہر موقع پر ان کی داخلی کیفیات مترشح ہوتی اور اُن کو ایک دوسرے سے متاثر کرتی ہوں، اسی طرح مثنوی نگاری میں جہاں موقع پیش آئے یہ حفظ و تفریق اشخاص لابد ہے اس کے بغیر مثنوی میں روح پیدا نہیں ہو سکتی فارسی لٹریچر میں بہت کم مثنویاں ہیں جو اس معیار پر پوری اُترتی ہیں۔

خسرو کو تاریخی مثنویوں میں اس خصوصیت کے پورا کرنے کے لیے یہ موقع حاصل تھا کہ اشخاصِ قصہ اُن کے پیشِ نظر تھے اور وہ ان کو نہایت اچھی طرح جانتے تھے، لیکن اس سے اگرچہ یہ فائدہ ہوا کہ انھیں تخیل کی مدد سے اشخاصِ قصہ کو پیدا کرنا نہیں پڑا جیسا کہ افسانی میں کرنا پڑتا ہے، لیکن تحفظِ شخصیت کوئی سہل کام نہیں ہے، اور جب تک ادراکِ نفسانیات کے ساتھ شاعر کی قوتِ مصوّرہ نہایت تیز نہ ہو یہ میدان بے سپر نہیں ہو سکتا۔

دوسری اور تیسری خصوصیت دراصل ”واقعیت“ کے دو پہلو ہیں، خارجی اور داخلی۔ خارجی حالات کا احساس اور ادراک بہ نسبت نفسِ انسان کے پیچیدہ اور مخفی کیفیات کے بہت زیادہ سہل ہے، لیکن جس طرح کسی شخص کی صورت دیکھ لینا اس کو واقعی طور پر جان لینے کے لیے کافی نہیں ہے اِسی طرح کسی قصّہ یا داستان میں محض باہر کی اور اوپری چیزیں اشخاصِ قصّہ

سے حقیقی واقفیت کے لیے کافی نہیں۔

قصہ کا پڑھنے والا کتاب ختم کرنے کے بعد قدرتاً یہ خیال کرتا ہے کہ اشخاصِ قصہ کس حد تک اس کے ذہن میں مرتسم ہیں اور وہ اُن کے باطنی حالات، اخلاق و عادات اور رجحانات اور خیالات سے کس حد تک آگاہ ہے۔ مصور اور شاعر میں ایک بڑا فرق ہے کہ اوّل الذکر تمامتر خارجی اور محسوس مناظر سے باطنی کیفیات کی جھلک دکھاتا ہے۔ برخلاف اس کے شاعر بیشتر داخلی پہلو کو لے کر چلتی پھرتی اور جیتی جاگتی ہستیاں ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔

واقعیت کے دونوں پہلو کو ملحوظ رکھنا اور اُن کو کامیابی کے ساتھ شاعرانہ نقاشی میں کام میں لانا چنداں آسان نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ خسرو شاعری کی اس دشواری سے خوب واقف تھے۔

ایک جگہ قران السعدین میں لکھتے ہیں۔

این سخنِ چند کہ بیخواست ست — شاعری نیست کہ ہم راست ست

گرچہ چنیں راست نباید نہفت — "راست بسے ہست کہ نتوانش گفت"

اگرچہ قران السعدین میں اشخاصِ قصہ کی تعداد نہایت ہی قلیل ہے، کیقباد، محمود اور چند دیگر اشخاص لیکن حفظِ شخصیات کا اس میں پورا التزام ہے۔ اس کا پورا لطف اس موقع پر آتا ہے جہاں باپ اور بیٹے کے مابین نامہ و پیام ہوتے ہیں اور اس کے بعد صلح ہو کر خلوت میں ملاقاتیں ہوتی ہیں۔ یہاں گویا ڈراما کی (جس میں شخصیت کا کامل التزام ہوتا ہے)

جھلک نظر آنے لگتی ہے۔

اس مثنوی میں مرکزی شخصیت کیقباد ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ وہ ایک نوجوان بادشاہ تھا جو تمام تر عیش و عشرت کا دلدادہ تھا۔ خسرو نے اگرچہ ایک مورّخ کی طرح عیب جوئی کے نقطۂ نظر سے یہ نہیں کہا کہ بادشاہ ہوا و ہوس میں گرفتار رہا اور دنیا و مافیہا سے بے خبر تھا، لیکن ساری مثنوی عشرت کے رنگ میں ڈوبی ہوئی اور سراپا مرقعِ عیش بنی ہوئی ہے۔

جیسا کہ مولانا اسمٰعیل نے لکھا ہے "حضرت خسرو کو ممدوح بھی خوش قسمتی سے ایسا ہاتھ لگا ہے کہ ساقی و مغنّی و شاہد و بادہ و ساغر کا ذکر محتاجِ تکلف نہیں بلکہ اس کی بزمِ عیش کا ایک معمولی ہنگامہ ہے۔"

حقیقتِ حال یہ ہے کہ خسرو کی تمام تصانیف بالخصوص مثنویوں کو اس عہد کا آئینہ کہا جا سکتا ہے جس میں وہ لکھی گئی ہیں۔ ایک سچّے شاعر کا قلب کیفیات دائرہ اور حالات ماحول سے بہ نسبت دوسروں کے زیادہ متاثر ہوتا ہے۔ اس کے جذبات جلد مشتعل ہوتے اور معرضِ اظہار میں آ جاتے ہیں۔ عہد علائی کی مثنویوں میں اُس عظیم الشان عہد کی ہر جگہ پر جھلک پڑتی ہے۔ اسی طرح نہ سپہر میں علاء الدین کے عیش پرست جانشین قطب الدین مبارک شاہ کی تفریح صید افگنی اور بزم آرائیوں کا فوٹو سامنے آجاتا ہے جو خلجیوں کی بربادی کی اسی طرح پیشینگوئی کرتا ہے جس طرح کیقباد کی عیّاشیاں سلاطین غلامان کے خاندان کی تباہی کا پتہ دیتی ہیں۔

اسی خصوصیت کے تحت میں جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں وہ غزلیات داخل ہیں

جو قران السعدین میں مختلف مقامات پر تضمین کی گئی ہیں۔ ان غزلوں کی خاص خوبی یہ ہے کہ سب حسبِ حال ہیں۔ جس داستان کے بعد آتی ہیں داخلی حیثیت سے پچھلے واقعات کا اعادہ کرتی اور اگلی داستان کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

مثلاً موسمِ سرما ہے کیقباد لشکر کی تیاری کا حکم دیتا ہے:-

شد ہوا سرد کنوں آتش خرگاہ کجاست (صفحہ ۴۷)

مقطع میں اگلی داستان "جنبشِ شاہ زدہلی زپے کینِ پدر" کی طرف ایک لطیف اشارہ ہے جس کا مصرعۂ اولیٰ ساری داستان کا خلاصہ ہے

عزم حج دارد خسرو نے پے توبۂ عشق
توشہ اینک غمِ دل بارگہِ شاہ کجاست (صفحہ ۴۸)

بادشاہ دار السلطنت سے روانہ ہو کر عازمِ شہر ہوا ہے۔

"سوارِ چابک من باز عزمِ لشکری دارد" (صفحہ ۵۷)

موسم بہار آتا ہے بادشاہ گل و بلبل کے ساتھ دادِ طرب گستری دیتا ہے

(۱) آمد بہار و شد چمن و لالہ زار خوش الخ (صفحہ ۷۲)

(۲) گل امروز آخریں شب مست خاست الخ (صفحہ ۸۶)

(۳) دوش ناگہ بمنِ دل شدہ آں مہ برسید الخ (صفحہ ۹۰)

لشکرِ شاہی فتحمند واپس آتا اور مغل قیدی پیل پال ہوتے ہیں۔

تیغ برگیر تا زِ سر برہم
تیر بکشائے کز نظر برہم (صفحہ ۹۹)

باپ بیٹے میں صُلح ہو کر ملاقات کی سلسلہ جنبانی ہوتی ہے۔

بباغ سایۂ بید ست و آب و رسایہ
ازیں سپس من و جانان و خواب و سایہ (صفحہ ۱۳۶)

باپ بیٹے میں ملاقات ہوتی ہے۔

خرّم آں لحظہ کہ مشتاق بیارے برسد
آرزومندِ نگارے بہ نگارے برسد (صفحہ ۱۵۲)

وقتِ وداع ہے باپ اور بیٹا جُدا ہوتے ہیں۔

آرامِ جانم می رود. دل را صبوری چوں بود الخ (صفحہ ۲۱۰)

مفارقت کے بعد کی بیقراری اور یاد۔

سخت دشوار ست تنہا ماندن از دلدارِ خویش
با کہ گویم حالِ تنہا ماندنِ دشوار خویش (صفحہ ۲۱۶)

بادشاہ عازمِ دار السّلطنت ہوتا ہے۔

باز ابر تیرہ از ہر سوے سر بر می کند الخ (صفحہ ۲۲۰)

بادشاہ دار السلطنت پہونچتا ہے۔

عمرِ نو گشتہ مرا باز کہ جاں باز آمد الخ (صفحہ ۲۳۴)

کتاب ختم ہو گئی بادشاہ کی خدمت میں شرفِ قبول کی درخواست ہے۔

نامہ تمام گشت بجاناں کہ می برد پیغامِ کالبد بسوے جاں کہ می برد (صفحہ ۲۵۵)

الغرض مسلسل تمام داستان کی کیفیات جو واقعات کے لحاظ سے شاعر کے قلب پر وارد ہو سکتی ہیں، ان غزلیات کے ذریعہ بیان کر دی گئی ہیں۔ گویا شاعر نے مجرّد جذبات کے لباس میں تمام قصہ ہی کو بیان کر دیا ہی۔

حقیقت یہ ہی کہ جس چیز پر لفظ شاعری کا سب سے زیادہ اطلاق ہو سکتا ہی وہ صنف غزل ہی۔ ہل نے کیا خوب کہا ہی کہ شاعر کے بیان کا مابہ الامتیاز یہ ہی کہ وہ جذبات میں سرشار دنیا و مافیہا سے بےخبر ہو کر نواسنج ہوتا ہی اور اس کا بیان دوسروں کی طرف خطاب نہیں ہوتا، وہ غم و غصہ شوق و مسرت سے بیتاب ہو کر ترنم کرتا ہی جس طرح بلبل اپنے چہچوں میں محو و منہمک اور صحن باغ کے بسمل اور وارفتہ سامعین سے بےخبر ہوتی ہی اسی طرح شاعر اپنے جذبات اور واردات قلبی کا اس طرح اظہار کرتا ہی کہ گویا وہ سامعین سے بےنیاز اور بےخبر ہی۔

اس معیار کو پیش نظر رکھو اور قران السعدین کی غزلیات کو جانچو۔ یہ غزلیات جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں مناسب موقع لکھی گئی ہیں گویا خارجی واقعات کو مجرّد جذبات کا جامہ پہنایا گیا ہی۔

شاعری کی صنف غزل میں خسرو کو جو امتیاز خاص اور قبول خاطر حاصل ہے محتاج بیان نہیں۔ وہ غزلسرائی میں سعدی کے تبع ہیں لیکن ان کا غزلیات میں ایک خاص رنگ پایا جاتا ہی۔ سعدی کے سامنے رکھنے سے معلوم ہوگا کہ کلام کی سلاست اور شیرینی اور جذبات کی پاکیزگی دونوں کے یہاں موجود ہی لیکن خسرو کی غزلیات میں جو طرفگی،

تخیل، واقعیت، سوز، رقت اور رقص پایا جاتا ہے وہ ہمیں کہیں نہیں ملتا۔ قران السعدین کی غزلیات وسط الحیوٰۃ کے اخیر زمانہ اور غرۃ الکمال کے ابتدائی ایام سے تعلق رکھتی ہیں یہ اُن کے انبساط اور جوش کا زمانہ ہے قران السعدین کی غزلیات کے متعلق خود خسرو نے کیسی سچی تعریف کی ہے۔

ہر غزلے دشنۂ عشاق کُش (صفحہ ۲۳۶)

جیسا کہ مولٰنا اسمعیل نے تفصیل کے ساتھ لکھا ہے یہ غزلیں حالیہ ہیں۔ علاوہ ازیں مثنوی کی بحر ظاہر ہے کہ شروع سے اخیر تک ایک ہے۔ بیچ میں مختلف بحروں کی غزلیات شامل ہو جانے سے ایک خاص قسم کا تنوع پیدا ہو گیا ہے جس سے تازہ بتازہ نو بنو کی لذت حاصل ہوتی ہے۔

خسرو کی مثنوی نگاری کی چوتھی خصوصیت جدت اختراع اور طرفہ آفرینی ہے اُن کی طبیعت کا سب سے زیادہ میلان ایجاد کی طرف تھا۔ ہر صنف میں اس کے شواہد موجود ہیں جیسا کہ اُنھوں نے خود بیان کیا ہے اُن کی نثر تمام تر اُن کی جدت آفرینی کا نتیجہ ہے۔ رباعیات و قطعات میں وہ کسی کے مقلد نہیں۔ قصائد، مثنوی اور غزل میں وہ اپنے آپ کو دوسروں کا پیرو بتاتے ہیں، لیکن اس تقلید میں بھی اُنھوں نے اپنی حریتِ ذہنی اور اختراعات کے لیے پورا میدان پیدا کر لیا ہے۔ صنایع اور بدایع میں اُن کی جدت پسند طبیعت نے ایجادات کے انبار لگا دیئے ہیں۔

ا؎ دیکھو اعجازِ خسروی ۲؎ دیکھو دیباچہ غرۃ الکمال ۳؎ دیکھو اعجاز خسروی دیباچہ تحفۃ الصغر دیباچہ وسط الحیوٰۃ اور دیباچہ غرۃ الکمال وغیرہ ۱۲

مثنوی قران السعدین میں جو خود جدت کا نمونہ ہے وہ فرماتے ہیں۔

چند گہم بود بدل این خیال — تازہ کنم ہر صفتے را جمال
بود در اندیشۂ من چند گاہ — کز دلِ دانندۂ حکمت پناہ
چند صفت گویم و آبش دہم — مجمعِ اوصاف خطابش دہم
طرزِ سخن را روشِ نو دہم — سکۂ این ملک بخسرو دہم
نو کنم اندازِ رسمِ کہن — پس روی پیش روانِ کہن (صفحہ ۲۳۷-۲۳۸)

آنچہ ز سر جوشِ دلِ نقشبند — ق — معنیِ نو بود و خیالِ بلند
موئے بموئیش بہ ہنر بیختم — پختہ و سنجیدہ در و ریختم
وصف نہ زاں گونہ شد از دل برون — کاں دیگرے را بدل آید کہ چون
ہر صفتے را کہ بر انگیختم — شعبدۂ تازہ در و ریختم
نیست ز کس لولوئے لالائے من — ژرف بہ بین در تہِ دریائے من
نکتۂ من گوہرِ کانِ من ست — زانِ کسے نیست از آنِ من ست
دزد نیم خانہ بُرِ دیگرے — خانہ کشادہ ز درِ دیگرے
مایۂ ہر دزد کہ در عالم ست — گرچہ فزون ست بقیمت کم ست (صفحہ ۲۳۸-۲۳۹)

آن کہ شناسندۂ این گوہر ست — گر ہمہ نفریں کندم درخور ست

دان کہ بہ تقلید نشست اندریں   نشنوم از خود کنندم آفریں (صفحہ ۲۴۲)

حقیقت یہ ہے کہ یوں تو انسان کی تمام ذہنی قوتیں وہبی ہوتی ہیں اور کوشش سے اُن میں صرف محدود ترقی ہو سکتی ہے، لیکن غالباً قوائے دماغی میں سب سے زیادہ غیر اکتسابی وہ قوت ہے جسے "تخیل" کہتے ہیں اور جو شاعری کے لیے خاص طور پر بمنزلہ روح و رواں ہے۔ شاعر اسے ماں کے پیٹ سے لیکر آتا اور اسی طرح اپنے ساتھ لے جاتا ہے۔ دوسرے لحاظ سے ممکن ہے کہ اس کے کلام میں روز بروز ترقی ہوتی جائے۔ مثلاً اس کی الفاظ زیادہ شستہ اور بندشیں زیادہ چست ہو جائیں لیکن تخیل کی مقدار تقریباً ہمیشہ معین رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک بڑے شاعر کے کلام میں عہدِ طفولیت میں پیرانہ پختگی اور عہدِ پیری میں طفلانہ تازگی پائی جاتی ہے۔

خسرو کے کلام پر ایک غائر تاریخی نظر ڈالنے سے اس خیال کی تصدیق ہوتی ہے خوش قسمتی سے اُن کا تمام کلام ہر ہر دور کا جدا جدا محفوظ ہے۔ بڑی مثنویوں میں قران السعدین پہلی مثنوی ہے لیکن چند چھوٹی مثنویاں بھی جو اُنھوں نے اس سے پہلے لکھی تھیں محفوظ ہیں۔ ذیل میں ہم اُن کی دو ابتدائی مثنویوں سے ایک ہی مضمون کے متعلق انتخابات پیش کرکے قران السعدین سے مقابلہ کرتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ ابتدا ہی سے خسرو کے تخیل کی کیا حالت تھی۔

مضمون مغلوں کی ہجو ہے جس میں خسرو نے قران السعدین میں بڑا زورِ قلم دکھایا ہے (دیکھو صفحہ ۹۳-۹۵) یہ مثنوی اُن کے مربی سلطان محمد کی شہادت اور خود امیر کی

مغلوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہو جانے کے کوئی چار پانچ برس بعد کی ہے۔ اس کے لکھتے وقت اُن کا غم و غصہ جس قدر جوش میں ہوگا ظاہر ہے۔ دوسری مثنوی ۶۸۲ھ یعنی قران السعدین سے کوئی چھ برس پہلے اور حوادثِ مذکورۂ بالا سے ایک سال قبل کی تصنیف ہے۔ تیسری مثنوی سلطان محمد کی ملازمت اختیار کرتے وقت غالباً دوسری مثنوی سے تین چار برس پہلے کی ہے۔

مثنوی	مثنوی	قران السعدین
(جو غالباً سلطان محمد کی ملازمت اختیار کرتے وقت لکھی تھی)	(۱۱ رمضان ۶۸۲ھ)	(۶۸۸ھ)
قومے ہمہ گربہ چشم سگسار	در تگاپو چوں سگِ لقمہ ربا	کافرِ تاتار بروں از ہزار
چوں گرگ درندہ آدمی خوار	آفتِ نان و بلائے شوربا	کردہ دگر گونہ با شتر سوار
ہمہ بوزنہ وار نا وفا جوے	ہر زمانے گر ہمہ باشند سیر	سخت سرانے بوغا سخت کوش
ہم پوست سگے کشیدہ بر روے	سرنگوں افتند از بالا بزیر	ہر ہمہ پولاد تن و پنبہ پوش
چوں سگ ہمہ در دوال مانده		اصل ز سگ لیک بزرگ استخواں
چوں بوزنہ در جوال مانده		گربہ سخی شدہ بر رفتگاں
تا چند رہ سگی سپردن		
یا بوزنہ را انگشت بردن		
مشتے دگلاں دو گلہ پوشاں	دو گلہ بر۔ لیک[1] بر پشت دگل	
قربوقربو زناں و جوشاں	گندگی را جائے کردہ در بغل	

[1] یہ لفظ نسخۂ منقول عنہ میں صاف نہیں پڑھا گیا ۱۲

پوستیں پوشیدہ دبے پوستے
در گریز از غازیانِ دوستے

گشت یلے گو ہمہ بربانگِ نی
ہمچو زناں نوحہ کناں پی بہ پی

نالۂ ناخوش ہمی در داشتہ
مست و آوازِ یلے برداشتہ
زیں یلہ گردانِ نافرخندہ پی
جاں یلہ کردہ با آوازِ یلے

گویاں سخنے بہ لگ نہ با نی
لافش زِ بزرگِ استخوانی

سر تراشیدہ زِ ہبرِ قلم
زاں قلم انگیختہ خذلاں رقم

بستہ پرِ بوم را بالائے سر
سر تراشیدہ چو بیضہ زیرِ پر

از سنگ و سپش خراش خوردہ
ہم از سرِ خود تراشش کردہ
مشتے پرِ بوم کردہ در سر
بسیار ز بوم شوم رو تر

رخنہ شدہ طشتِ مس از چشمِ تنگ
دیدہ در انداختہ در رخنہ سنگ

چشمِ شاں در روئے ناپیدا شدہ
ہر کہ دیدہ روئے شاں شیدا شدہ
دیدہ ہائے در شدہ اندر مغاک
گوئی بنشستہ ہست اندر گردہ باک

چوں شیشہ و چشمِ ازرق و تنگ
در سختی اگر صفت کنم سنگ

از رُخ تا رُخ شدہ بینی پہن
وز کلہ تا کلہ لب تا لب دہن

بینی پست و خیش از وی دوال
ہمچو غوکے بر سرِ آبے رواں

بینی پر رخنہ چو گورِ خراب
یا چو تنورے کہ زِ طوفانِ آب

موئے زنخ شدہ برلب فراز — ریش نے در روئے شاں حملہ زنخ — یک مونہ بریش تا بجنبند
سبلتِ شاں گشتہ بغایت دراز — آمدہ بہرِ زدن از کوہ و شخ — گوئی کہ یگاں یگاں بجنبند
ریش نہ پیرامنِ چاہِ زنخ — گر نہادہ سبلتانِ کندہ را — سبلت عیان در ریش کنند
سبزہ کجا بر دمد از روئے شخ — وام دادہ ریش اہلِ خندہ را — مخصوص برائے ریش خندہ
کرد زنخ شاں ز محاسن کنار
اہلِ زنخ را بمحاسن چہ کار
سبلتِ چوں سیخ چو تماج روئے
رشتہ ہمیں نعمتِ شاں در گلوئے

زشت تر از زنگ شدہ بوئے شاں — چہرۂ شاں اسپرِ غوری یمن
پست تر از پشت شدہ روئے شاں — ہم بہ پہنائے سپر دورِ دہن
چہرۂ شاں دیدہ نم یافتہ
جائے بجا کنجلک وخم یافتہ

روئے چو آتش کلہ از پشم میش — روے ہمچوں آتش و سر ہمچو دیگ — تفسیدہ ز خشم ہمچو تابہ
آتشِ سوزاں شدہ با پشم خویش — ماندہ از مردار خواراں مردہ ریگ — رخِ سرخ چو پشتِ آفتابہ
آتش ز دیانِ سرد چوں آب
سوزان و جہاں چو کرم شبتاب
رو سرخ و حدیثِ زشت در کام
چوں طشت کہ آں بفیند از بام

خوردہ سگ و خوک بدندانِ بد — روترش چوں سرکہ تتماج شوے

ہر ہمہ دندانِ خرد بے خرد — وز ترش خوئی ہمہ تتماج روے

(صفحہ ۶۴-۶۵)

موش خوارانِ و دندہ موش وار

گشتہ صحرا ئیر ز مشتے موش خوار

مائدہ شاں از خورشِ زشت قے — ہر کہ با ایشاں معاذ اللہ نشست — گندہ دہنان و گندگی دوست

داں کہ ببیند قیش آید بہ پے — قے کند در ساعت از بوی زشت — خوکی و سگی کشیدہ در پوست

تینوں جگہ ایک ہی قوم کی ہجو ہے۔ شاعرانہ تخیّل نے ایک نفرت انگیز تصویر کے خط و خال ہر جگہ یکساں طور پر کھینچے ہیں۔ جس طرح ایک ظریف مصوّر کسی شخص کی مضحکہ انگیز تصویر بناتے وقت اُس شخص کی مشابہتِ تامّہ قایم رکھتا ہے، اسی طرح ایک باکمال شاعر محبّت و نفرت کے جذبات سے متاثّر ہو کر جو تصویر پیش کرتا ہے وہ اصلیت سے متغائر نہیں ہوتی۔ البتہ اس کے وارداتِ قلبی کے لحاظ سے یہ تصویر کبھی دلکش اور کبھی نفرت انگیز ہوتی ہے۔

خسرو نے مغلوں کی تصویر جس طرح کھینچی ہے اس سے شاعر کی انتہائی دلی نفرت کا اظہار ہوتا ہے۔ لیکن دیکھنے کے قابل یہ بات ہے کہ اُن کی جن جن چیزوں کو استہزا کے لیے منتخب کیا ہے وہ واقعی ہیں محض قیاسی نہیں ہیں اور اُن جزئیات کو ملا کر جو اس غرض کے لیے انتخاب کی گئی ہیں ہمارے ذہن میں مغلوں کی ایک ایسی تصویر پیدا ہو جاتی ہے جو جذبات کا حجاب اُٹھا دینے کے بعد بھی مغلوں کی واقعی ہیئت سے مشابہت تامّہ رکھتی ہے۔ چھوٹی چھوٹی نیلی آنکھیں، چپٹی ناک، پھیلے نتھنے، چوڑا تمتماتا چہرہ، ڈاڑھی کے دو چار بال

ٹھوڑی سے لٹکے ہوئے، لمبی لمبی موچھیں، گھٹا سر، کلاہ پشم سر پر رکھی، پر ہوم بطور کلغی لگائے، دگلہ پہنے، نے بجاتے اور تاتاری زبان میں نعرے لگاتے، غرض یہ ساری باتیں واقعی ہیں البتہ شاعر نے ان سب کو اس طرح بیان کیا ہے کہ پڑھکر ان کی رشتیمند کی سے لیے خواہ مخواہ ہر ایک کی طبیعت چاہتی ہے۔

سب سے اخیر میں ہم جس خصوصیت کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں وہ "تناسب" ہے فنونِ لطیفہ میں (جس کے اندر شاعری بھی داخل ہے) "حسن" سب سے زیادہ تناسب کا نتیجہ ہوتا ہے۔ جس طرح "تاج گنج" یا "الحمرا" کی دلکشی کا اندازہ محض ان کی پیمائشیں دیکھنے سے نہیں ہو سکتا بلکہ اُن کے حسن کا تصور نظارے کے ایک مجموعی اثر کا ماحصل ہوتا ہے، اسی طرح کسی کتاب کے تناسب کا خیال کتاب کے مجموعی اثر پر موقوف ہے۔ یہ تناسب ایک طرف الفاظ کی موزونیت سے شروع ہوتا اور دوسری طرف خیالات کی مناسبت اور تمام اجزائے کتاب کی انفرادی اور اجتماعی خارجی اور داخلی موزونیت پر ختم ہوتا ہے۔ مصور اور نقاش تصویر یا نقوش بناتے وقت ایک طرف ہر ہر خط اور ہر ہر جزو کی موزونیت اور دوسری طرف اجزا کی باہمی تناسب کا خیال رکھتا ہے۔ بت تراش مجسمہ تیار کرتے وقت چوٹی سے ایڑی تک پتھر کے ہر ہر مقام پر نظر رکھتا اور تمام حصص میں توازن و تناسب قایم کرتا ہے۔ معمار عمارت کی ہر ہر اینٹ موزونیت کے ساتھ رکھتا اور تمام عمارات کے حصوں میں ایک مجموعی مناسبت قایم کرتا ہے۔ موسیقی کا ماہر ایک ایک سُر کو تول کر نکالتا اور نغمے کے مختلف اجزا میں پستی و بلندی قایم کر کے ایک مجموعی موزونیت پیدا کرتا ہے۔ اسی طرح

ادب کے شعبہاے لطیفہ میں مصنف اپنی کتاب کے ہر ہر لفظ اور ہر ہر خیال کو تولتا اور کتاب کے تمام اجزا میں توازن و تناسب پیدا کرتا ہی۔ کتاب کا حُسن اسی تناسب کا نتیجہ ہی اور اسی تناسب میں فرق آجانے سے کتاب کے حُسن میں بھی فرق آجاتا ہی۔

مثنوی میں اس حُسن کا قایم رکھنا کوئی آسان کام نہیں ہی۔ شاعری کے جملہ اصناف میں یہی صنف ایسی ہی جس میں ضخیم سے ضخیم کتابیں لکھی جا سکتی ہیں۔ لیکن جسقدر اس کا میدان وسیع ہی اُسی قدر اس کی مرحلہ پیمائی دشوار ہی۔ ہر قسم کے خیالات، جذبات اور واقعات پر قلم اُٹھانا پڑتا ہی اور شاعری کی تمام خصوصیات اور محاسن اس کی تکمیل اور آرایش میں صرف کرنے پڑتے ہیں۔ شاعری کا جو کمال ہومر اور شکسپیر کے یہاں نظر آتا ہی اُس کا عکس ہماری شاعری میں سب سے زیادہ اسی صنف یعنی مثنوی میں ہو سکتا ہی۔ لیکن ذرا غور کرو کہ بے شمار مثنوی نگاروں میں کتنے ہیں جو اس معیار پر پورے اُترتے اور فردوسی و نظامی اور خسرو کے پہلو بہ پہلو بیٹھنے کا استحقاق رکھتے ہیں۔

اگرچہ ہمارا یہ کہنا کسی دوسرے کے لیے بُرہان نہیں ہو سکتا کہ خسرو کی طبعزاد مثنویاں تناسب کے معیار پر پوری اُترتی اور ہمارے ذہن میں حُسن کا تصوّر پیدا کرتی ہیں، لیکن ہمیں یقین ہی کہ مذاقِ سلیم اور وجدانِ صحیح اس کتاب کے پڑھنے والوں کو خود اس نتیجہ کی طرف راہبری کریگا۔ ناظرین اس مثنوی کے پڑھتے وقت ان خیالات کو پیشِ نظر رکھیں اور خود اندازہ کریں کہ شاعر نے مختلف داستانوں کے باہمی ربط اور مختلف اجزا کے باہمی تناسب میں کس حد تک کامیابی حاصل کی ہی۔ جو عمارت اس نے ایک ایک لفظ چُنکر بنائی جو نقش و نگار

اس نے ایک ایک نہال لیکر کھینچے اور جو راگ اس نے ایک ایک حرف جوڑ کر پیدا کیا ہی اُن سے کہاں تک خسرو فنون لطیفہ کے بڑے اُستادوں کی صف میں جگہ پانے کا مستحق قرار پاتا ہی۔

(۴)

قران السّعدین کے بعض نسخوں پر اس مثنوی کا نام "مثنوی در صفتِ دہلی" لکھا ہوا پایا گیا ہی۔ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہی کہ مثنوی مذکور میں خسرو نے جہاں مختلف اشیاء کے "صفات" لکھے ہیں، وہاں دار السّلطنت اور اُس کی مشہور عمارات وغیرہ کی توصیف بھی کی ہی۔

قران السعدین سے محققینِ آثارِ قدیمہ کو کیقباد کے عہد میں دہلی کے متعلق بعض مستند حالات معلوم ہوسکتے ہیں جو ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

دہلی کو اس عہد میں قبۂ الاسلام کے لقب سے نامزد کیا جاتا تھا ؎

"قبّۂ اسلام شدہ در جہاں
بستہ ادقبّۂ ہفت آسماں" (صفحہ ۲۹)

شہر پہاڑی پر آباد تھا اس کے گرد دو میل تک باغ تھے اور دریائے جمنا اس کے قریب آبیاری کرتا تھا ؎

شہر نہ بل بحر عجائب نما — بحر وے گشت بکوہ آشنا
زاں بدلِ کوہ گرفتہ قرار — تا کند استلیم عدو سنگسار (صفحہ ۳۳)

تا بد و فرسنگ بہ پیرا منش　　　　روضۂ باغ و چمن گلشنش
(صفحہ ۳۳)

تا فلک از جون بدو داده آب

دجلہ رواں بر دبغداد آب　(صفحہ ۳۳)

دہلی میں اس زمانہ میں تین حصار تھے، دو پرانے، ایک نیا۔

از سہ حصارش دو جہاں یک مقام

وز دو جہاں یک نفسش ده سلام　(صفحہ ۲۸)

(۱)　حصنِ برونیش ز عالم برون　　　　عالم بیرونش بحصن اندرون

(۲)　حصنِ درونیش تو گوئی مگر　　　　چرخ بزیر ست و حصارش زبر

(۳)　گفت حصارِ نو او را سپہر　　　　کاے فلکِ نو بکہن دار مہر

ملک ز دروازۂ او فتح باب　　　　سیزده دروازه و صد فتح باب

ہر دم ازاں قلعۂ مینو سرشت　　　　قلعۂ فیروزه شده خشت خشت (صفحہ ۲۸-۲۹)

پہلے دو حصاروں میں ایک جو باہر کی طرف تھا غالباً قدیم دہلی کی شہر پناہ ہی اور حصار اندرونی شہر کا شاہی قلعہ۔ حصارِ نو سے غالباً حصار شہرِ نو واقع کیلوکھری مراد ہی۔ کیلوکھری کا محل وقوع دہلیِ کہنہ سے تقریباً تین میل کے فاصلے پر جانب مشرق کی جانب جمنا کے غربی کنارے پر ہی۔ یہیں پر کیقباد نے ایک قصر تعمیر کیا تھا جس کی مفصل کیفیت قران السعدین میں بدیں عنوان لکھی ہی۔

صفتِ قصرِ نو و شہرِ نو اندر لبِ آب

کہ بود عرصۂ رفرف چو رفِ آں ایواں (صفحہ ۵۴)

ضروری اشعار ذیل میں درج کیے جاتے ہیں ؎

رفت بکلو کھری و داد عون — از یدِ دست چو دریای جون

قصر شد از فرّشِ ارجمند — چوں فلک از منزلتِ خود بلند

قصر نگویم کہ بہشتے فراخ — روفتہ طوبی درِ او را بشاخ

بامِ سفیدش بفلک سود سر — کرد بخورشید سفیدیِ ابر

آئینہ گشتہ زگچِ صاف خشت — دید درِ او صورتِ خود را بہشت

شکلِ ستونش بمقام ستاد — قصرِ ارم را شدہ ذات العماد

طرفہ عروسے شدہ آراستہ — آئینہ از آبِ رواں خواستہ

چوں کز و گشت حبابے عیاں — قصر نمود از تہِ آبِ رواں

ہمچو دو آئینہ مقابل ز تاب — آب درو عکس نما او در آب

طاقِ بلندش بفلک گشت جفت — حاملِ او شد فلک اندر نہفت

کنگرِ طاقش بزبانِ دراز — پیشِ فلک گفت سخنہای راز

سنگِ سفیدش کہ شدہ بر سپہر — آمدہ از مہر و شدہ ہم بہر

یک طرفش آب و دگر سوی باغ — باغ و آبے زد و سوسن بلاغ

شاخ بہر بارگہِ کرد راہ — جا بگہِ بار شدہ بارگاہ

(صفحہ ۵۴-۵۶)

ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ شہرِ نو جمنا کے قریب واقع تھا اور قصرِ نو دریا کے عین کنارے پر تعمیر کیا گیا تھا۔ اور اس کا عکس دریا میں پڑتا تھا۔ نیچے کا حصّہ اینٹوں سے بنا تھا، جس پر چونہ اور سفیدی ہو رہی تھی۔ اوپر کے حصّہ میں سنگِ سفید لگا تھا اس قصر کے ایک طرف جمنا تھی، اور دوسری طرف باغ تھا، جو بارگاہ سے اسقدر قریب تھا کہ درختوں کی شاخیں بارگہ کے اندر داخل ہوتی تھیں ۔ع

جائگہِ بار شدہ بارگاہ

اس مصرع میں لفظ بار میں لطیف ایہام ہے۔ معنی مقصود یہ ہے کہ بارگاہ قربِ باغ کے باعث شاخوں کے داخل ہونے کی وجہ سے پھلوں کے رکھنے کی جگہ ہو گئی ہے۔ معنی قریب جن کی طرف پہلی نظر میں ذہن منتقل ہوتا ہے یہ ہیں کہ "بارگاہ" دربار کی جگہ ہے۔ غرّۃ الکمال میں بھی قصر معزی کی تعریف میں ایک چھوٹی سی مثنوی ہے جس کے چند اشعار درج ذیل کیے جاتے ہیں ؎

زہے فرخندہ قصرِ آسماں سائے	کہ ہست از رفعتش بر آسماں جائے
بر وے آب فردوس جہاں تاب	کجا فردوس خود باشد بریں آب
بآبِ جون دادہ صنعت و لون	زمیں پوشیدہ ریشش لبِ جون
خیالِ قصر کاندر آب زد تاب	فلک را سرنگوں افگند در آب
نظیرے ایں چنیں قصرے محالست	مگر در آب بینی واں خیال ست
زمینش مہ بلندی آسماں گیر	مبارک باد بر شاہِ جہاں گیر

معز الدین کہ دنیا را بیاراست | زباہش دین و دنیا را بیاراست
شہنشاہ کیقباد آں افسرِ ملک | کہ چوں افسر برآمد بر سرِ ملک
خدا دادت درایامِ جوانی | ہمیں ملکے چو ملکِ جاودانی

بعض گزشتہ اور موجودہ مورخین نے "شہرِ نو" کی تعمیر کو بھی غلطی سے معز الدین کیقباد کی طرف منسوب کیا ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ "شہرِ نو" اس نام سے کیلوکھری میں پہلے ہی سے آباد تھا۔ چنانچہ جلوسِ ناصری کے پندرھویں برس ۶۵۸ھ میں جس وقت ہلاکو خاں کے سفیر ناصر الدین محمود کے دربار میں پیش ہوئے اس وقت (بقول صاحب طبقات ناصری جس نے یہ حالات چشم دید بیان کیے ہیں) دو لاکھ پیادہ اور پچاس ہزار سوار اور اہالیانِ دہلی کی بیس بیس صفیں دو طرفہ "شہرِ نو" واقع کیلوکھری سے لیکر قصرِ شاہی واقع دہلی تک پھیلی ہوئی تھیں۔ سفرا شہرِ نو سے جانب دار السلطنت روانہ ہوئے۔

"بقدرِ دو لک پیادۂ تمام بحضرت آمد، و بقدرِ پنجاہ ہزار سوار آمادہ برگستوال و بیرق و تعبیہ ساختہ و خلق و عوامِ شہر از معارف و اوساط و ارذال چندال ہر دو از سوار و پیادہ بیروں رفت کہ از "شہرِ نو" کیلوکھری تا درونِ شہر قصرِ سلطنت بود بیست صفِ مرد پشت بہ پشت چوں باغ فراہم یافتہ کتف بر کتف نہادہ صف در صف ایستادہ ..... چوں رُسلِ ترکستاں از "شہرِ نو" برنشستند الخ"

اِس کا بہترین ثبوت کہ شہرِ نو کی بنیاد کیقباد نے نہیں ڈالی خود خسرو کے بیان سے

مترشح ہی۔ "صفتِ قصرِ نو وشہرِ نو اندر لبِ آب" میں اُنھوں نے صرف قصر کی تعریف کی ہی اور اسی کو کیقباد کی طرف منسوب کیا ہی۔ "شہرِ نو" کے متعلق کچھ نہیں لکھا حالانکہ یہ امر بیّن ہی کہ اگر شہرِ نو میں قصر کے علاوہ کوئی حصّہ معز الدین کا تعمیر کیا ہوا ہوتا تو اس کا ذکر وہ ضرور کرتے۔ علاوہ ازیں کیقباد ۶۸۶ھ میں تخت پر بیٹھا اور اگر یہ مان لیا جائے کہ اُس کا جلوس اوائل سال میں وقوع میں آیا (اور قرائن کا یہی تقاضا ہی) تو ذو الحجہ ۶۸۶ھ تک جبکہ بادشاہ دار السّلطنت سے روانہ ہو کر کیلوکھری قصر معزی کو گیا ہی کسی طرح نیا شہر بسنا قیاس میں نہیں آسکتا۔ اسقدر قلیل مدّت صرف ایک عالی شان محل کی تعمیر کے لیے کافی ہی۔

قصر کی تعمیر کے بعد کیقباد کا اس کو اپنا دار السّلطنت قرار دینے لینا خود ظاہر کرتا ہی کہ شہرِ نو اس کے زمانہ میں اسقدر آباد تھا کہ فوراً دار السّلطنت بنا لینے میں کوئی دقّت نہیں ہوئی چنانچہ جب کیقباد کے بعد جلال الدین خلجی تخت پر بیٹھا تو اس نے اس مقام کو اپنا دار السّلطنت منتخب کر لینے میں کوئی دقت نہیں دیکھی۔ البتہ اس کے زمانے میں اس شہر کو ترقی حاصل ہوئی۔

دہلی کی عمارات اور آثار میں اس زمانے میں تین چیزیں امتیازِ خاص رکھتی ہیں مسجد جامع، منارۂ ماذنہ، اور حوضِ سلطانی۔ خسرو نے اور بھی جہاں کہیں دار السلطنت کی یاد کی ہی انھیں تین چیزوں کو خصوصیت کے ساتھ شمار کیا ہی[1]

[1] مثلاً دیکھو مثنوی تحفۂ خط غرۃ الکمال بنام تاج الدین زاہد از آذدہ ۱۲

مسجد جامع کے متعلق حسبِ ذیل اشعار قابلِ غور ہیں ؎

غلغلِ تسبیح بگنبد درون — رفتہ زنہ گنبدِ والا برون

گنبدِ او سلسلہ پیوند راز — سلسلہ چوں کعبہ شدہ حلقہ ساز

درتہ سقفش زسما تا زمیں — نصب شدہ جملہ ستونہائے دیں (صفحہ ۳۰)

ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں مسجد مذکورہ میں نو گنبد تھے مسجد کے سامنے جو ایک درون کا سلسلہ تھا وہ مسقف نہ تھا۔ ۴

"درتہ سقفش زسما تا زمیں"

ہمیشہ کے لیے محققینِ آثار کی اس بحث کا خاتمہ کر دینے کے لیے کافی ہے کہ مسجد قطب میں ایبک اور التمش کے تعمیر کیے ہوئے در مسقف تھے یا غیر مسقف۔

منارہ کے متعلق ؎

شکلِ منارہ چو ستونے ز سنگ — از پئے سقفِ فلکِ شیشہ رنگ

آں کہ ز زر بر سرش افسر شدہ است — سنگ ز نزدیکیِ خور زر شدہ است

سنگِ وے از بس کہ بخورشید سود — زو زرِ خورشید عیارے نمود

سنجرِ سنگیں کہ ستونِ سپہر — آمدہ از مہر و شدہ ہم بمہر

از پئے بر رفتنِ ہفت آسماں — کرد زمیں تا بفلک نردباں

گرد سرش کرد موذن چو گشت — قامتش از مسجدِ عیسیٰ گذشت

موذنش آں جا کہ اقامت کشید — قامت موذن نتواند رسید (صفحہ ۳۱-۳۲)

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ منارہ ماذنہ تھا۔

بعض محققینِ آثار کو (جن کی نظر سے غالباً یہ اشعار نہیں گزرے) اس سے انکار ہے۔ لیکن خسرو کا بیان سندِ قطعی ہے۔ اور اس میں کوئی شُبہ کی گنجایش نہیں۔ فیروز شاہ تغلق کے زمانے میں منارۂ مذکور میں بجلی گرنے سے خلل آگیا تھا اور اُس نے اوپر کے حصّہ میں بہت کچھ اضافہ اور ترمیم کی، لیکن خسرو کے زمانے میں یہ منارہ اصلی حالت میں موجود تھا۔ اور ابن بطوطہ نے بھی ترمیم مذکور سے کچھ ہی دن پہلے محمد تغلق کے عہد میں اس منارہ کو دیکھا تھا۔ خسرو کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ منارۂ مذکور کے اوپر چتر (یا قبّہ) بنا ہوا تھا جس کا اوپر کا حصّہ سونے کا تھا۔ ابن بطوطہ کی اس مینار اور چتر کے متعلق حسبِ ذیل عبارت ہے:

"یہ مینار سُرخ پتّھر کا بنا ہوا ہے۔ حالانکہ مسجد سفید پتّھر کی ہے۔ مینار کے پتّھروں پر نقش کندہ ہیں اور اُن کا اوپر کا چتر خالص مرمر کا ہے اور لٹّو زرِ خالص کے ہیں۔"

خسرو اور ابن بطوطہ کے بیانات پر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ منارۂ مذکور بحالتِ اصلی محض سُرخ پتھر کا تھا، جس کے اوپر ایک سنگِ مرمر کا چتر تھا اور چتر کے لٹّو اور کلس (غالباً) سونے کے تھے۔ افسوس ہے کہ جہاں تک ہمیں معلوم ہے خسرو نے کہیں اسکے متعلق کنایتہً بھی ذکر نہیں کیا کہ اُس زمانے میں مینار مذکور کے کتنے درجے تھے۔

حوضِ سُلطانی کے متعلق ؎

در کمرِ سنگ میانِ دو کوہ | آبِ گہر صفوت و دریا شکوہ
ساختہ سلطانِ سکندر صفات | در سدِ کوہ آئینۂ زآبِ حیات
شہر گر از وے نبود آب کش | کس نخورد در ہمہ شہر آب خوش
درتہ آبش ز صفا ریگِ خرد | کور تواند بدلِ شب شمرد
سیلِ وے آہنگ بکہسار کرد | کوہ تبر دامنے اقرار کرد
چوں مد و جزر رشش ز نشیب و فراز | زآب زکوہ آمدہ و رفتہ باز
چوترہ و قصر بلندش درآب | گشت ازاں ساغرِ صافی حباب
رود بسے زو شدہ تا آبِ جون | جوّں زپئے آب از و جستہ عون
گرد وے از اہلِ تماشا گروہ | دامنِ خیمہ شدہ دامانِ کوہ (صفحہ ۳۲-۳۳)

اِن اشعار سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ حوض جس کو سلطان التمش نے (۶۲۷ھ ۱۲۲۹ء میں) تعمیر کیا تھا دو پہاڑوں کے بیچ میں واقع تھا اور اس کی موجیں دامان کوہ سے ٹکراتی تھیں یہ تمام شہر کو میٹھا پانی یہیں سے دستیاب ہوتا تھا۔ دریائے جمنا سے اس حوض تک بہت سے نالے نکالے گئے تھے۔ پانی ایسا صاف شفّاف تھا کہ تہ کی ریگ دکھائی دیتی تھی۔ بیچ حوض میں ایک چبوترہ بنا ہوا تھا جس پر ایک عمارت بھی قایم تھی۔ شہر کے لوگ تفریح طبع کے لیے یہاں آتے اور دامنِ کوہ پر خیمہ زن ہوتے تھے۔

علاء الدین کے زمانہ میں اس حوض کی مرمّت ہوئی تھی اور بیچ میں ایک خوشنما گنبد تعمیر کرادیا گیا تھا۔ قران السعدین کے بیان سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ اس گنبد سے پہلے

التمش کا چبوترہ موجود تھا۔

اس مثنوی میں خسرو نے علاوہ دہلی کے خاص اُس کے مضافات و حوالی کا بھی ذکر کیا ہے۔

کیقباد اپنے لشکر کے ساتھ دار السلطنت سے روانہ ہو کر سیری میں خیمہ زن ہوا

کوکبۂ زیں نمط انجم شمار   رفت برون با علم شہریار
نصب شد اعلام مبارک اصول   گرد سراپردہ بسیری نزول
بارگہ شاہ دراں بوستاں   رو بہ ظفر داشت بہندوستاں (صفحہ ۵۱)

بارگہ خاص بسیری رسید   سبزۂ تر بر سر سبزی رسید
دائرۂ خیمہ بسیری قطار   ابر فرود آمدہ در مرغزار
بس کہ دراں گلشن مینو نشاں   شاہ شد از ابر کرم ذر فشاں
ہر کہ دریں سبزہ نظر در گرفت   قطرہ طلب کرد و گہر بر گرفت (صفحہ ۵۲)

ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں "سیری" سبزہ زار تھا۔ کوئی تیرہ یا چودہ برس بعد علاء الدین نے حملۂ مغل کے وقت دہلی سے نکلکر اسی میدان میں جنگ کی تھی اور فتحمند ہونے پر بطور فالِ نیک اپنے دار السلطنت کے لیے اس موقع کو انتخاب کیا تھا۔ اس کے جانشین کیقباد نے حصار و عماراتِ سیری کی تکمیل کی۔ اور اس کا نام "دار الخلافہ" رکھا۔ یہ حالات مفصل طور پر امیر خسرو نے مثنوی نہ سپہر میں لکھے ہیں۔

حوالی شہر میں تلپٹ، اندپٹ اور افغان پور کا بھی ذکر کیا ہے۔

میمنہ بر تلپتہ زدیکسرہ بود میان اندپت میسرہ

پیل گراں سنگ بہ بہاپور بود قلب چو دریاش درآمد بجود

پیش بہاپور بعد سہ میل سنگ گراں سرشدہ از پای پیل (صفحہ ۵۲)

لشکر شاہی کا سیدھا بازو تلپت میں، اُلٹا اندپت میں اور بہاپور میں قلب لشکر تھا۔ اندپت وہ موقع ہے جہاں بعد میں فیروز شاہ تغلق نے اپنے دارالسلطنت کا مرکز اور محل شاہی تعمیر کیا تھا۔

تلپت کا ذکر ابن بطوطہ نے بھی کیا ہے وہ لکھتا ہے کہ "تلپت دہلی سے سات آٹھ میل کے فاصلے پر ہے"۔ اب بھی اس نام کا ایک پرانا گاؤں متھرا کی سڑک کے پاس ضلع دہلی میں دہلی سے کوئی تیرہ میل جنوب مشرق کی طرف واقع ہے۔ اس زمانے کی تاریخوں میں اس کا ذکر کثرت سے پایا جاتا ہے۔ دہلی سے پورب کو آتے جاتے جمنا کو پار کرتے وقت یہ مقام ملتا ہے۔

بہاپور۔ اس کا محل وقوع خسرو کے بیان سے اس طرح تحقیق ہوتا ہے کہ وہ اندپت اور تلپت کے بیچ میں تھا۔ بدایونی نے دو جگہ اس کا ذکر کیا ہے ایک تو اُس موقع پر جب کیقباد کے مرنے سے پہلے جلال الدین خلجی نے شمس الدین کیکاؤس کو (جسے اہالی دہلی نے تخت نشین کر دیا تھا) بہارپور میں جہاں جلال الدین خود مقیم تھا نظر بند کر لیا۔ اور دوسرے اس موقع پر جب کیقباد کے قتل ہونے کے بعد بہاپور میں کیکاؤس کو تخت نشین کیا گیا۔

"شہر نو" (کلوکھری) روانہ ہو کر بادشاہ نے پہلی منزل حدودِ تلپت و افغان پور پر

نقشہ دہلی قدیم مع مضافات بعہد معز الدین کیقباد (سنہ ۶۸۶-۶۸۹ھ)



میں کی ہے

کوچ سپہ کرد شہ از شہر نو | داد جہاں را ز ظفر بہر نو
منزل اوّل کہ شد از شہر دور | بود حد تلپت و افغان پور
یافت سراپردہ در آں جا مقام | دشت در آمد زیر ستنہا بام (صفحہ ۸۹)

افغان پور کا محل وقوع بدایونی نے تغلق آباد سے تین کوس بیان کیا ہے یہیں پر بنگال سے واپس ہوتے ہوئے محمد تغلق نے اپنے باپ غیاث الدین تغلق کا اس محل میں استقبال کیا تھا جو غیاث الدین پر گر کر اس کی موت کا موجب ہوا۔

(دیکھو ابن بطوطہ اور بدایونی)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ افغان پور تغلق آباد سے تین کوس مشرق کی طرف واقع تھا جو جمنا کو عبور کرنے کے بعد تغلق آباد کے راستہ میں پڑتا تھا۔

ان مضافات کے محل وقوع کو سمجھنے کے لیے ہم جداگانہ ایک سرسری خاکہ اس وقت کی دہلی کا دیتے ہیں۔ (دیکھو نقشہ مقابل صفحہ ہذا)

(۴)

قران السعدین کا سلسلہ تواریخ و شہور و سنین

خسرو نے قران السعدین میں کیقباد کی تخت نشینی کا سال ۶۸۶ھ بیان کیا ہے۔ لیکن خلافِ عادت جلوس کی تاریخ اور مہینہ نہیں دیا۔ دوسری مثنویوں مثلاً نہ سپہر، فتح الفتوح تغلق نامہ وغیرہ میں وہ نہ صرف تاریخ اور دن دیتے ہیں بلکہ ساعت اور زائچہ

تک بیان کر دیتے ہیں۔ مثنوی کے واقعات کے متعلق بجز دو مقامات کے اُنھوں نے کہیں پر سنہ نہیں دیا۔ حالانکہ بعض جگہ مہینوں کا ذکر کیا ہے اور ہر جگہ واقعات کے ساتھ موسموں اور فصلوں کی کیفیت بیان کی ہے۔

سال جلوس کے علاوہ جو دوسرا سنہ اُنھوں نے بیان کیا ہے وہ مثنوی کے ختم ہونے کی تاریخ یعنی رمضان ۶۸۶ھ ہے ؎

ساختہ گشت از روشِ خامہ　　از پسِ شش ماہ چنیں نامہ

در رمضان شد بسعادت تمام　　یافت قران نامہ سعدین نام

آنچہ بتاریخ زہجرت گزشت　　بود سنہ شش صد ہشتاد ہشت (صفحہ ۲۴۰)

دوسرے واقعات کی تاریخ کا سلسلہ اسی تاریخ کے ذریعہ سے اس طرح قائم ہوتا ہے۔

(۱) خسرو نے یہ مثنوی اَودھ سے لوٹ کر رمضان ۶۸۶ھ میں چھ مہینے کی محنت کے بعد لکھی۔

(۲) اُن کا دھلی پہنچنا ماہِ ذیقعدہ میں ہوا ؎

ہمچو مہِ عید خوش و شادماں بسر

در مہِ ذیقعدہ رسیدم بشہر (صفحہ ۲۲۲)

مثنوی کی تصنیف میں جو چھ مہینے صرف ہوئے اُن کا لحاظ رکھتے ہوئے اس مہینے سے ذو القعدہ ۶۸۷ھ مقصود ہے۔

(۳) بنا بریں باقی مثنوی کے تمام واقعات ذوالقعدہ ۶۸۷؁ھ اور جلوس کیقباد ۶۸۶؁ھ کے مابین ہوئے۔

(۴) بادشاہ اخیر ذی الحجہ میں دہلی سے کلوکھری گیا تھا، اور وسط ربیع الاوّل میں لشکر کی روانگی جانب اَوَدھ ہوئی تھی۔

اِس سے معلوم ہوتا ہی کہ دارالسّلطنت سے کیقباد ذی الحجہ ۶۸۶؁ھ میں اور لشکر وسط ربیع الاوّل ۶۸۷؁ھ میں روانہ ہوا۔

(۵) جیسا کہ اُنھوں نے منظوم خط میں بیان کیا ہی دو مہینے کے سفر کے بعد لشکر اَوَدھ پُہنچا۔ اس حساب سے لشکر کا پُہنچنا وسط جمادی الاولیٰ ۶۸۷؁ھ میں ہوا یہی مہینہ قران السّعدین کے خاص واقعہ یعنی ملاقات کا سمجھنا چاہیئے۔

قران السعدین میں ملاقات کے طالع و وقت وغیرہ کے بیان میں (دیکھو صفحہ ۱۶۷) حسب ذیل شعر بھی درج ہے۔

تیرہ شبے وَمہِ گردوں بخواب
ماہِ زمیں منتظرِ آفتاب (صفحہ ۱۶۸)

اِس سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ واقعہ اخیر جمادی الاولیٰ ۶۸۷؁ھ میں وقوع میں آیا۔

(۶) میں جلوسِ کیقباد کی تاریخ ۶۸۶؁ھ کے نصف اوّل میں قرار دیتا ہوں اس لیے کہ ذی الحجہ ۶۸۶؁ھ سے پہلے قصرِ شاہی کلوکھری میں تعمیر ہو چکا تھا اور ناصرالدین محمود بلبن کی وفات اور کیقباد کی تخت نشینی کی خبر پاکر لکھنوتی (بنگال) سے

چلکر اَوَدھ پر لشکر کشی کرچکا تھا۔ ان واقعات کے لیے میرے خیال میں کئی مہینے درکار ہیں۔

اِس مثنوی میں خود اپنے متعلق امیر خسرو کا بیان غور طلب ہے وہ لکھتے ہیں کہ وہ

دربار معزی میں باریاب ہونے سے پیشتر اَوَدھ میں چھ مہینے رہے ؎

باعَلَمِ فتح دراں راہِ دور | سایہ فشاں شد بجدِ گنبدِ نور
خانِ جہاں حاتمِ مفلس نواز | گشت باقطاعِ اَوَدھ سرفراز
من کہ بُدم چاکرِ او پیش از آں | کرد کرم زانچہ بُد بیش ازاں
در اَوَدھم برد بہ لطفِ نہاں | کیست کہ از لطف تباید عناں
غربت از احسانش چنانم گزشت | کم وطنِ اصل فراموش گشت
در اَوَدھ از بخششِ او تا دو سال | ہیچ غم دنالہ نبود از منال
من بپئے شرمِ خداوندِ خویش | رفتہ زجاے خود و پیوندِ خویش (صفحہ ۲۲۱)

اس بیان سے ظاہرا یہ مترشح ہوتا ہے کہ وہ دو برس تک مسلسل دہلی سے جدا اَوَدھ میں خان جہاں کے ساتھ رہے لیکن یہ قیاس صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ جیسا کہ اُس منظوم خط سے جس کے اشعار اوپر نقل کیے جاچکے ہیں معلوم ہوگا وہ ربیع الاوّل ۶۸۶ھ میں لشکرِ شاہی کے ہمراہ دہلی سے روانہ ہوئے تھے اور جیسا کہ قران السعدین سے معلوم ہوتا ہے ذی الحجہ ۶۸۶ھ میں دہلی واپس آگئے تھے۔ لشکر شاہی دو مہینے کی مسافت کے بعد وسط جمادی الاولیٰ ۶۸۶ھ میں اَوَدھ پہنچا اور جیسا کہ قران السعدین سے معلوم ہوتا ہے

ایک ماہ کے سفر کے بعد خسرؔو اَوَدھ سے دہلی واپس ہوئے ؎

یک مہِ کامل بہ کشیدم عناں

راہ چنیں بود و کشش آں چناں (صفحہ ۲۲۲)

اب اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ جمادی الاولیٰ ۶۸۷ھ ہی میں اَوَدھ پہنچ گئے تھے اور اخیر شوال ۶۸۷ھ میں وہاں سے واپس روانہ ہوئے تو اُن کے قیام اَوَدھ کی مدت زیادہ سے زیادہ پانچ مہینے ہوتی ہے۔

اس اختلاف کے رفع کرنے کی صورت حسب ذیل ہے۔

جیسا کہ خسرو نے دیباچۂ غرۃ الکمال میں بیان کیا ہے کیقباد کی تخت نشینی کے وقت اُنھوں نے عزلت نشینی ترک کرکے حاتم خاں خان جہاں کی ملازمت اختیار کر لی تھی۔ ایک اور جگہ لکھا ہے کہ جس وقت کیقباد نے اَوَدھ سے مراجعت کرتے ہوئے خان جہاں کو اقطاع اَوَدھ حوالہ کئے تو خسرو خان جہاں کے ساتھ سابق تعلق کی بنا پر اَوَدھ جانے پر مجبور ہو گئے۔

اب اگر یہ مان لیا جائے کہ جلوس معزی اوائل ۶۸۶ھ کے وقت سے خان جہاں اَوَدھ میں تھا، تو خسرو کا تقریباً دو سال تک اَوَدھ رہنا ثابت ہو جاتا ہے۔ اگرچہ یہ امر مسلّم ہے کہ وہ اخیر دفعہ دہلی واپس آنے سے آٹھ مہینے پہلے (ممکن ہے کہ محض چند روز کے لئے) دہلی آئے ہوئے تھے۔

(۵)

خسرو کی اکثر مثنویوں میں حمد و نعت کے بعد اپنے مرشد سلطان المشایخ حضرت شیخ نظام الدینؒ کی تعریف ہوتی ہے۔ خمسہ کی تمام مثنویوں اور عشیقہ اور نہ سپہر میں یہ التزام ہے۔ تغلق نامے کا ابتدائی حصہ موجود نہیں ہے۔ اس میں بھی اغلباً مدح شیخ ہوگی۔ خمسہ سے پہلے کی مثنویوں میں البتہ یہ التزام نہیں پایا جاتا۔ چنانچہ قران السعدین میں شیخ کی مدح موجود نہیں ہے۔ کیا اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ قران السعدین اور اس سے پہلی مثنویوں کی تصنیف کے وقت خسرو کے تعلقات شیخ رحمہ اللہ سے پیدا نہیں ہوئے تھے؟

یہ قیاس واقعات کے قطعاً خلاف ہے۔ تحفۃ الصغر میں جو امیر کا پہلا دیوان ہے اور جس میں بیس برس تک کا کلام پایا جاتا ہے، شیخ کی تعریف میں ایک نہایت عمدہ ترکیب بند اور رباعیات اور قطعات موجود ہیں۔ وسط الحیوٰۃ میں بھی مدحِ شیخ میں قصائد وغیرہ ہیں۔

علاوہ اس داخلی سند کے معتبر ترین تاریخی شواہد سے بھی یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچتا ہے کہ شیخ کے ساتھ امیر خسرو کے تعلقات کی ابتدا عنفوانِ شباب سے ہوئی۔ اس بارے میں سب سے زیادہ قابلِ وثوق بیانات سیر الاولیاء کے مصنف سید محمد مبارک کرمانی (المعروف بہ امیر خورد) کے ہیں جو تقریباً معاصر مورخ کی حیثیت رکھتے ہیں اور جن کے آبا و اجداد سے حضرت شیخ اور امیر خسرو کے ساتھ نہایت گہرے مخلصانہ اور معتقدانہ تعلقات تھے

امیر خورد اپنے باپ کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ جس وقت حضرت شیخ نظام الدین حضرت شیخ فرید الدین کے مرید ہو کر دہلی تشریف لائے ہیں وہ امیر خسرو کے نانا راؤ عرض (عماد الملک) کے مکان میں دو برس تک مقیم رہے ہے (سیر الاولیا صفحہ ۱۰۸) یہ زمانہ امیر خسرو کی آغازِ شاعری کا تھا۔ جو نظم لکھتے تھے حضرت شیخ کی خدمت میں پیش کر دیتے تھے چنانچہ خسرو نے "از صفاہان" پر غزلسرائی شیخ کی فرمایش سے شروع کی تھی (سیر الاولیا صفحہ ۳۰۱)

الغرض یہ گمان تو صحیح نہیں ہو سکتا کہ اس مثنوی یا اس پہلی مثنویوں میں مدح شیخ کا موجود نہ ہونا عدم تعلقات کا اظہار کرتا ہی لیکن اس فرو گزاشت کی کوئی نہایت قوی وجہ ہمارے سمجھ میں نہیں آتی یہ ہو سکتا ہی کہ چونکہ خمسہ کا آغاز شیخ کی بشارتِ روحانی سے ہوا تھا (دیکھو مطلع الانوار خلوت سوم) سب سے پہلے منقبت شیخ کا التزام کرنے کا خیال اُسی وقت سے پیدا ہوا اور چونکہ خسرو کا وفورِ عقیدت اور رسوخ روز افزوں ترقی کرتا رہا اس لیے یہ التزام اخیر تک قایم رہا۔

(۶)

مثنوی قران السعدین کا ایک شعر تاریخی دلچسپی رکھتا ہی۔ خسرو نے کشتی کی تعریف میں لکھا ہی ؎

ماہِ نوی کا صلِ وے از سال خاست
گشت یکے ماہ بدہ سال راست
(صفحہ ۱۴۵)

کہتے ہیں کہ جس وقت مولنا جامی نے اس شعر کو دیکھا تو انھیں سال اور ماہ کے معنی سمجھنے میں بہت کچھ تردد ہوا۔ بالآخر اُنھوں نے اس شعر کی تفسیر میں ایک رسالہ تصنیف فرمایا اور بحث کا خاتمہ اس پر کیا کہ:-

"چیزے خواستہ کہ بزبانِ ہند مخصوص باشد"

نفائس المآثر کا مصنّف کہتا ہی کہ جب سلطان حسین مرزا کے زمانے میں شیخ جمالی دہلوی خراسان گئے تو اُن کی ملاقات مولانا جامی سے بھی ہوئی۔ مولانا نے اس شعر کے معنی شیخ سے دریافت کیے تو شیخ نے کہا کہ "سال" دراصل ایک لکڑی کا نام ہی جس سے ہندوستان میں کشتی بنائی جاتی ہی[1]

خسرو نے اور بھی جابجا ہندی الفاظ کا آزادی سے اپنے یہاں استعمال کیا ہی اور اُن سے طرح طرح کے لطایف اور صنایع وبدایع پیدا کیئے ہیں بالخصوص اس قسم کے الفاظ سے بکثرت مفید ایہام نکالے ہیں[2]

یہ قصّہ ہمیں خسرو کی شاعری کی ایک اہم اور سبق آموز خصوصیت یاد دلاتا ہی جس کو یہاں مختصر طور پر بیان کردینا ضروری معلوم ہوتا ہی۔

دنیا کے بڑے آدمیوں کے حالات کا مُطالعہ کرتے وقت (خواہ وہ زندگی کے کسی شعبے سے تعلق رکھتے ہوں) یہ دیکھا جاتا ہی کہ کہاں تک وہ اپنے حالات ماحول کا حاصل تھے اور کس حد تک اُنھوں نے بذاتِ خود گردوپیش کے حالات پر اثر ڈالنے اور

[1] یہ تمام قصّہ ہفت آسمان میں لکھا ہی (دیکھو صفحہ ۲)۔ [2] مثلاً خزائن الفتوح میں ہندی اسمار اور اعلام کو تحریف سے محفوظ رکھنے کے لیے اس قسم کی پُرلطف صنعتوں کا استعمال کیا ہی۔ ۱۲

اُن کو تبدیل کرنے میں حصہ لیا۔ تاریخ جہاں ایک طرف بڑے آدمی بناتی ہے وہاں دوسری طرف بڑے آدمی تاریخ بناتے ہیں۔

خسرو دونوں لحاظ سے ہندوستان کی تاریخ میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ ایک طرف وہ اس دور کے صحیح نمایندہ ہیں اور دوسری طرف ہندوستان کی تاریخ پر اُن کا گہرا اثر پڑا ہے۔

دنیا کے بڑے آدمی اچھے ستاروں کے اجتماع کے وقت پیدا ہوتے ہیں۔ خسرو نے بھی کسی ایسی ہی گھڑی جنم لیا تھا۔ جس عہد میں پیدا ہوئے اُس کی "ترکیب ثلاثہ" اپنے ساتھ لیے ہوئے آئے اور اُن کی شاعری تمام آبائی، قومی اور ملکی اثرات سے مل کر پیدا ہوئی۔ اُن کے باپ خالص ترک تھے، لیکن اُن کی ماں عماد الملک "راوت" کی بیٹی اور نسلاً ہندی تھیں۔ اُن کے باپ کا سایہ صغر سنی ہی میں اُن کے سر سے اُٹھ گیا اور انھوں نے اپنی ماں کی گود اور نانا کی سرپرستی میں نشو و نما پائی۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کی شاعری سراسر ایسے جذبات اور خیالات سے معمور ہے جنھیں وطن اور گھر کے اثرات کے علاوہ ماں کی جانب سے ورثۂ طبعی قرار دیا جا سکتا ہے۔ اُنکی آبائی زبان ترکی تھی اور قومی اور علمی زبان فارسی۔ جو اُس عہد میں ہندوستان کے مسلمانوں میں مشترک زبان کے طور پر بولی اور لکھی جاتی تھی۔ لیکن خسروؔ کی مادری زبان ہندوستانی تھی، جسے وہ اسقدر عزیز رکھتے اور وقتاً فوقتاً اپنے شاعرانہ جذبات کے اظہار کا آلہ بناتے تھے۔ اسی وجہ سے اُن کی شاعری بحیثیت مجموعی ہندوستان کے اُس دلچسپ دور کا آئینہ ہے جس وقت

ملک کے مختلف عناصر میں امتزاج و اختلاط ہو رہا تھا اور اہلِ ملک کے لیے زبان، جذبات اور خیالات کی آمیزش اور موافقت کی شاہراہ تیار ہو رہی تھی۔

ملک کی اس مشترک تہذیب کی ترقی میں خسرو کا خاص حصّہ ہے۔ وہ وطن کی محبّت کو ایمان سمجھتے تھے اس حق کو انھوں نے خوب ادا کیا ہے اور حبّ الوطنی کے جذبات کو ہر طرح مضبوط کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسی طرح خیالات اور زبان کی آمیزش سے مشترک زبان کی بنیادیں جانے اور اتحادِ خیالات پیدا کرنے میں جو حصّہ لیا ہے وہ کسی تفصیل کا محتاج نہیں ہے۔

جو سوت آج سے سات سو برس پہلے پہیلیاں اور گیت ہو کر پھوٹا تھا وہ آج سمندر ہو گیا ہے اور اس برِّ اعظم کی تسخیر کے لیے موجیں مار رہا ہے۔ جو سُریلے راگ مسعود سعد سلمان اور خسرو نے ملکی زبان میں نکالے تھے وہ میرؔ اور غالبؔ، دردؔ اور سوداؔ، انیسؔ اور میر حسنؔ کے چہچہے بن گئے ہیں۔ جو آواز اس ہندوستانی شاعر نے ملک کی حمایت اور محبّت میں بلند کی تھی وہ آج تمام ملک کی صدا ہو گئی ہے اور آوازِ بازگشت کے طور پر حالیؔ اور اقبالؔ کے دلکش نغموں میں سنائی دیتی ہے۔ مبارک ہے وہ شخص جو تاریخ کے صحیح رجحانات کو پہچانتا اور ان کی تائید اور ترقی میں ساعی ہو کر بعد کی نسلوں میں اپنا نام ہمیشہ کے لیے نیکی اور محبّت کے ساتھ یاد کیے جانے کے واسطے چھوڑ جاتا ہے۔

آؤ اس تمہید کو ختم کرنے سے پہلے مثنوی قران السعدین کے اخلاقی نتیجہ پر غور کریں جس طرح باپ اور بیٹے میں اختلاف کے بعد صُلح ہو گئی جیسے شاعر نے مبارک

سمجھ کر "قران السعدین" قرار دیا اسی طرح ملک کا پریشان شیرازہ آپس کی محبت سے یکجا ہوسکتا ہے۔ اُس وقت کے لیے قران السّعدین سے خسرو کی یہ غزل بطور "پیامِ اُمّید" سن رکھنی چاہیئے۔ جن سچے اور پاکیزہ انسانی جذبات کی ان اشعار میں ترجمانی کی گئی ہے اُن کی صحیح قدر اُسی وقت ہوسکتی ہے جب ہم اُن سے اخوت ویگانگت کو مضبوط کرنے اور محبت و رواداری کو ترقی دینے میں مدد لیں، جس کے ساتھ مستقبل وطن کی اُمیدیں وابستہ ہیں ؎

خورّم آں لحظہ کہ مشتاق بیارے برسد
آرزومند نگارے بہ نگارے برسد

دیدہ بر رُوے چو گُل بندد و نبود خبرش
گرچہ در دیدہ ز نوکِ مژہ خارے برسد

لذّتِ دیدنِ دیدار بجاں کار کند
جانِ بیکار شدہ باز بکارے برسد

گرچہ در دیدہ کشد ہیچ غبارے نبود
ہر کجا از قدمِ دوست غبارے برسد

لذّتِ وصل نداند مگر آں سوختۂ
کہ پس از دُوریِ بسیار بیارے برسد

قیمتِ گل نشناسد مگر آں مُرغِ اسیر
کہ خزاں دیدہ بود و پس بہ بہارے برسد

خسروا یارِ تو گرمی نرسد خود می کوے
بہرِ تسکینِ دلِ خویش کہ آرے برسد
(صفحہ ۱۹۲)

سیّد حسن برنی

(کاتب [illegible])

مقدّمہ

مثنوی قران السّعدین خسرؔ

نوشتہ

مولانا محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم

نقطۂ ہر حرف بزیب تریں
مردمکِ چشمِ معانی نقیں
اوجِ معانی نہ بمقدارِ طبع
لیک گزشتہ ز سمٰوتِ سبع
(از مثنوی قران السعدین)

فہرست مضامین

مقدمہ

قران السعدین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدّمہ

تقریبِ نظم و وجہِ تسمیہ

امیر خسروؔ دہلوی کی مثنویات میں یہ سب سے پہلی مثنوی ہے جس میں سلطان معز الدین کیقباد اور اُس کے باپ کی ملاقات کا قصّہ خود سلطانِ موصوف کے حکم سے ۶۸۸ھ میں امیر صاحب نے نظم کیا۔ اور مضمون کی مناسبت سے اس کا نام قِرانُ السعدین رکھا۔

لفظ قِران کے لُغوی معنی تو اتّصال یا ملاپ کے ہیں مگر نجوم کی اصطلاح میں آفتاب کے سوا باقی سیّاروں میں سے دو سیّاروں کا ایک جا نظر آنا اُن کا قِران کہلاتا ہے اور مشتری و زہرہ کو اہلِ تنجیم سعدِ اکبر و سعدِ اصغر سمجھتے ہیں اس لیے ان دونوں کے قِران کو قِران السّعدین کہتے ہیں۔ تو شاعر نے دو بادشاہوں کی ملاقات کو کہ مُلک و ملّت کے لیے موجبِ سعادت تھی تشبیہاً قِران السعدین

سے موسوم کیا۔ پس یہ نام کنایہ ہے اصل قصہ سے۔

کچھ ابتدائی کیفیت

امیر صاحب نے معزالدین کی تخت نشینی اور موسم سرما کے عیش و عشرت کا ذکر کرکے قصہ یوں شروع کیا ہے کہ :-

"یکایک شاہِ شرق کی فوج کشی کا غلغلہ بلند ہوا"

اُس زمانہ میں جب کہ یہ مثنوی لکھی گئی تھی اتنا ہی اشارہ کافی تھا۔ لیکن آج ساڑھے چھ سو برس کے بعد تاریخ داں کے سوا کس کو معلوم ہے کہ معزالدین اور شاہِ شرق کون تھے؟ کب تھے؟ کہاں تھے؟ کس خاندان سے تھے؟ لہذا کچھ ابتدائی کیفیت بھی یاد رکھنی چاہیئے تاکہ اس قصہ کا سر و بن سمجھ میں آجائے۔

سلطان شہاب الدین غوری نے ہندوستان فتح کرکے دہلی کو دارالملک بنایا۔ اور قطب الدین ایبک کو دلی میں اپنا نائب سپہ سالار مقرر کیا۔ سلطان غوری کی وفات کے بعد قطب الدین ایبک یہاں کا خود مختار سلطان ہوگیا۔ قطب الدین کی وفات کے بعد اُس کا داماد شمس الدین التمش تخت و تاج کا وارث ہوا۔ التمش کی وفات کے بعد اُس کی اولاد میں تیس سال تک سلطنت رہی۔ اور اس قلیل مدت میں پانچ بادشاہ تخت نشین ہوئے :-

(۱) سلطان رُکن الدین فیروز بن التمش سنہ ۶۳۳ھ

(۲) سلطان رضیہ بیگم بنت التمش سنہ ۶۳۴ھ

(۳) سلطان معزالدین۔ بہرام شاہ بن التمش سنہ ۶۳۷ھ

(۴) سلطان علاء الدین بن مسعود بن رکن الدین فیروز ۶۴۰ھ

(۵) سلطان ناصر الدین محمود بن التمش ۶۴۴ھ

سلطان غیاث الدین بلبن بلبن بندگانِ شمسی میں سے تھا۔ اس نے اپنی قابلیت سے اعلیٰ مناصب پائے۔ اور سلطان شمس الدین کی دامادی[۱] کا فخر بھی حاصل تھا۔ اصل و نسب کے لحاظ سے وہ تُرکِ افراسیائی تھا۔ سلطان ناصر الدین محمود بن التمش کے عہد میں بیس سال تک وزیرِ سلطنت رہا۔ اور اس سلطان کی وفات کے بعد ۶۶۴ھ میں وہی ملک و سلطنت کا وارث ہوا۔

غیاث الدین کے دو بیٹے تھے:

بڑا سلطان محمود خاں المخاطب بہ قاآن ملک یہ ولی عہد سلطنت بھی تھا اور مغول چنگیزی کی یورش روکنے کے لیے اقطاع ملتان و سندھ کی حکمرانی اس کے سپرد کی گئی تھی۔

چھوٹا بیٹا بغرا خاں تھا جو اقطاع سامانہ[۲] و سنام کی حکومت پر متعین تھا۔

قِران السعدین کے دو سیاروں میں سے ایک بغرا خاں ہے۔ لہٰذا اس کا حال کسی قدر تفصیل سے بیان کرنا مناسب ہے۔

سلطان ناصر الدین بغرا خاں عہد بلبنی میں لکھنوتی[۳] دار الصدر بنگال کا حاکم طغرل باغی ہو کر خود مختار بن بیٹھا تو سلطان بلبن ایک

۱۔ سلطان غیاث الدین بلبن کی اولاد کا سلسلہ ماں کی طرف سے سلطان شمس الدین التمش و قطب الدین ایبک تک پہنچتا ہے ۱۲

۲۔ فی الحال ریاست پٹیالہ ملک پنجاب کے علاقے میں صدر شامل ہیں ۱۲ ۳۔ شرقی بنگال میں ایک شہر تھا جو مدت تک حکام و سلاطین بنگال کا دار السلطنت رہا

بڑا لشکر اُس کی سرکوبی کے لیے جمع کرکے دلّی سے چلا۔ اور رسامانہ سے شہزادہ بغرا خاں کو بھی مع اُس کی افواجِ خاصہ کے اس مہم پر اپنے ہمراہ لے گیا۔ طغرل باغی کے قتل اور اُس کے اعوان و انصار کے استیصال کے بعد بلبن نے شہزادہ بغرا خاں کو لوازمِ سلطنت عطا فرما کر ناصر الدین محمود کے لقب سے لکھنوتی کا مستقل سلطان بنا دیا۔ اور تین سال میں اس مہم سے فارغ ہو کر دلّی واپس چلا آیا۔

اس وقت سلطان بلبن کے دونوں بیٹے تو دلّی سے باہر غربی و شرقی حدود میں برسرِ حکومت تھے مگر دو پوتے یعنی کیخسرو فرزند سلطان محمد خاں اور کیقباد پسر ناصر الدین بغرا خاں سلطان کی زیرِ نظر دلّی میں تعلیم و تربیت پا رہے تھے۔ چند سال کے بعد ۶۸۳ھ کی آخر تاریخ کو یہ حادثۂ عظیم پیش آیا کہ ولی عہد سلطنت سلطان محمد خاں والیِ ملتان لشکرِ مغل کے مقابلے میں شہید ہو گیا۔ اِس لائق شہزادے کی موت نے بوڑھے باپ کا دِل بٹھا دیا اور صاحب فِراش بنا دیا۔ یہاں تک کہ اُمیدِ زیست منقطع ہونے لگی تو ناچار چھوٹے بیٹے ناصر الدین بغرا خاں کو لکھنوتی سے طلب فرمایا کہ اُس کے دیدار سے خان شہید کا غم غلط کرے اور جب سفرِ ناگزیر پیش آئے تو تاج و تخت کا وارث پاس موجود ہو۔ مگر شہزادہ بغرا خاں بنگالہ کی خود مختار حکومت اور وہاں کی حشمت و دولت پر ایسا فریفتہ تھا کہ عرصہ تک باپ کے حکم کو ٹالتا رہا اور تاکیدِ مزید کے

بعد آیا تو دلّی کی درباری داری اور باپ کی خدمت گزاری میں جی نہ لگا۔ ان دنوں سلطان کی حالت بھی علاج معالجہ سے کچھ سنبھل گئی تھی اور تخت کا جلد خالی ہو جانا مشتبہ نظر آتا تھا۔ لہٰذا بغرا خاں ایک روز شکار کے بہانے سے نکلا اور بے اذنِ شاہی لکھنوتی کی راہ لی۔ شہزادے کی اس کج ادائی اور بے مہری نے اس پیرِ غم زدہ کے دل پر ایک چرکا لگایا جس کا درد خانِ شہید[۱] کے داغ سے بھی زیادہ پُر الم تھا۔

گو بغرا خاں پر لگا کر بنگال کے شوق میں اُڑا چلا گیا لیکن تقدیر کا فتویٰ لگ چکا ہے کہ وہ عن قریب بنگالہ سے واپس آئیگا اور اسی قسم کے صدمات اُس کو بھی اپنے بیٹے کے سلوک سے اُٹھانے پڑینگے۔

بعد ازیں سلطان بلبن نے شہزادہ کیخسرو کو جو اپنے باپ کی بجائے اقطاعِ مُلتان کا حاکم بنا دیا گیا تھا دلّی میں طلب کر لیا۔ اور مرنے سے تین روز پہلے اپنے مُعتمد اعیانِ دولت کو خلوت میں بُلا کر وصیّت فرمائی کہ "میرے بعد کیخسرو تخت نشین کیا جائے" اور دوسرے پوتے کیقباد کی نسبت حکم دیا کہ "وہ اپنے باپ بغرا خاں کے پاس لکھنوتی پہنچا دیا جائے"۔

اب ہم قِران السّعدین کے دوسرے سیّارے کیقباد کے احوال کی تصویر پیش کرتے ہیں:۔

---

[۱] لقب ہے شہزادہ سلطان محمد خاں کا جو اُس کی شہادت کے بعد مشہور ہوا ۱۲

کیقباد کی تخت نشینی سلطان بلبن کے مرتے ہی اعیان و ملوک نے اُس کی وصیت کو طاق نسیان پر رکھدیا اور اپنی اغراض کے لحاظ سے بادشاہ کا انتخاب کرنے لگے۔ زمرۂ اعیان و ارکان میں ملک الامرا فخر الدین کوتوال شہر نہایت با اثر شخص تھا اور خان شہید سے کدورت رکھتا تھا۔ اس لیے اُس کے بیٹے کیخسرو کی تخت نشینی میں مزاحم ہوا۔ اور اُس کی تند مزاجی سے لوگوں کو ڈرایا اور کیخسرو کو مجبور کیا کہ اپنے اقطاع ملتان و سندھ کی حکومت پر فوراً روانہ ہو جائے اور کیقباد کو جو ایک حلیم و سلیم شہزادہ ۱۷-۱۸ سال کا ناتجربہ کار نوجوان تھا اُس کے سر پر تاج سلطنت رکھا گیا اور سلطان معز الدین اُس کا لقب ہوا۔ چنانچہ خسرو فرماتے ہیں:۔

برسرِ شاہان شاہِ جواں بخت زاد ‏ تاجورِ پاک گہر کیقباد

کرد چو در سن شش و ہشتاد و شش ‏ ق ‏ بر سرِ خود تاجِ جدِ خویش خوش

گنج بر اں گونہ بصحرا افگند ‏ کز کرم آوازہ بدریا فگند

اور کیقباد کا نسب نامہ اس طرح بیان کیا ہے کہ:۔

شمسِ جہانگیر جدِ با فرش ‏ اظہر من شمس جدِ دیگرش

ناصرِ حق شاہِ فرشتہ سرشت ‏ خوشے خوشش نسخۂ باغِ بہشت

جدِ سوم شاہِ غیاثِ اُمم ‏ حاکمِ فرماں زعرب تا عجم

یعنی شمس الدین التمش کیقباد کے باپ کا نانا اور ناصر الدین محمود بن التمش کیقباد

کا نانا اور غیاث الدین کیقباد کا دادا تھا۔

کیقباد کی عیاشی

بلبن جیسے دیندار سپاہی منش بادشاہ کے زمانہ میں تو کیقباد کی مجال نہ تھی کہ حدِ اعتدال سے قدم باہر رکھتا مگر تخت سے اُٹھتے ہی ایک زبردست سلطنت زیرِ فرمان پائی تو جذباتِ نفسانی کو قابو میں نہ رکھ سکا عیش و عشرت اور بدمستی وہوا پرستی میں ایسا مستغرق ہوا کہ پھر کبھی ہوش میں نہ آیا۔

اُس کی مجالسِ عیش و طرب کے لیے کیلو کھڑی میں جمنا کے کنارے ایک نیا قصر تعمیر کیا گیا۔ اُس قصر کے گرداگرد شاہد و ساقی مطرب، نقال لطیفہ گو، مسخرے، بازی گر، دور دست ممالک سے آ آ کر آباد ہو گئے۔ اور شاہی مجالس کو اندرسبھا کا نمونہ بنا دیا۔

کیقباد کی بے اعتدالیوں کا سیلاب اتنا بڑھا کہ جماعتِ ملوک و امراء سے گذر کر طبقاتِ عوام تک سرایت کر گیا۔ اس زمانہ میں دلی کے در و دیوار نے رندی و بے قیدی کا ایسا تماشا دیکھا جس کا خیال باندھنا بھی سلاطینِ ماضی کے عہد میں دشوار تھا۔ حضرتِ خسروؒ نے اُس کا اظہار اس غزل میں کیا ہے

غزل

اے دہلی! و اے بتانِ سادہ   پگ بستہ و ریش کج نہادہ[1]

---

[1] یہ دوسرا مصرعہ بعض ثقات سے یوں سُنا گیا ہے۔ع پگ بستہ و کج کلہ نہادہ ۱۲

خون خور دلِ شاں آشکارت | گرچہ پنہاں خورند بادہ
فرماں نبرند زاں کہ ہستند | از غایتِ نازِ خود مرادہ
جائے کہ برہ کنند گل گشت | در کوچہ دمد گلِ پیادہ
آسیبِ صبا رسید بردوش | دستار چہ بر زمیں فتادہ
شاں در رہ و عاشقاں بدنبال | خونابہ ز دیدگاں کشادہ
ایشاں ہمہ با دِ حسن در سر | وینہا ہمہ سر بباد دادہ
خورشید پرست شد مسلماں | زیں ہندوگانِ شوخ و سادہ

بر بستۂ شاں بموئے مرغول
خسرو چو سگے ست در قلادہ

امیر خسروؒ نے مقطعِ غزل میں ابنائے روزگار کی حقیقتِ حال کو اپنے نفس کی طرف منسوب کیا ہے اور یہ عینِ بلاغت ہے۔

ملک نظام الدین کا اقتدار

کیقباد کی عیش پسند طبیعت سے بہت بعید تھا کہ وہ مشاغلِ کامرانی کو چھوڑ کر ملکی امور کی طرف توجہ کرتا۔ یہ دردِ سر اُس نے ملک الامرا کوتوال کے داماد ملک نظام الدین دادبک کو سپرد کر دیا تھا وہ جو چاہتا تھا کرتا تھا۔

اِس میں شک نہیں کہ وہ مُدبّر و منتظم سردار تھا۔ مگر خود غرض و بد باطن بھی تھا۔

ا وہ پھول جن کی ڈنڈیاں اونچی نہیں ہوتی ہیں۔ اونچے ڈنڈے والے پھول گلِ سوار کہلاتے ہیں ۱۲

بادشاہ کی غفلت شعاری نے اُس کے دل میں یہ طمعِ خام پیدا کردی کہ اِس مست بدبخت نوجوان کا کام تمام کرکے تاج وتخت کا مالک خود بن جائے۔

بغرا خاں کی طرف سے مَلِک نظام الدین کو کچھ اندیشہ نہ تھا۔ وہ دلّی سے کالے کوسوں دور تھا۔ مگر کیخسرو (جو بلبن کی آخری وصیّت کے لحاظ سے حق دارِ سلطنت بھی تھا) اُس کی نظر میں کھٹکتا تھا۔ چنانچہ اوّل اُس نے اِسی بیچارہ پر ہاتھ صاف کیا۔ بادشاہ کی طرف سے ایک دوستانہ فرمانِ طلب اُس کے نام بھجوایا۔ کیخسرو نے اس حکم کی تعمیل کی اور ملتان سے چل کر رہتک تک پہونچا تھا کہ ملک نظام الدین نے قاتل بھیجکر اُس کو قتل کرا دیا۔

بعدازاں بندگانِ بلبنی جو مناصبِ اعلےٰ پر ممتاز تھے اُن میں سے بعض کو قتل اور بعض کو ذلیل وخوار کیا۔ اور مقیّد کرکے دور دور کے قلعوں میں بھیج دیا نومسلم مغل کہ بندگانِ بلبنی سے قرابت رکھتے تھے اُن کو تہ تیغ کیا۔ یہ تمام مظالم ملک نظام الدین نے کیقباد کو اغوا کرکے اس غرض سے کرائے کہ بلبنی خاندان کے خیر طلب اور کیقباد کے حامی ومددگار باقی نہ رہیں۔ مگر نادان بادشاہ اِن کھلی بدخواہیوں کو بھی خیر خواہی سمجھتا رہا۔ بات یہ تھی کہ وہ کوتوال شہر اور اس کے گروہ کو اپنا معاون ومحسن جانتا تھا۔

ناصر الدین کی فوج کشی

جب سلطان ناصر الدین کو لکھنوتی میں یہ افسوس ناک خبریں پہونچیں تو سخت صدمہ ہوا۔ اوّل اُس نے فرزند ناخلف کو مکتوبات

شفقت آمیز لکھے۔ اشارات وکنایات میں غفلت سے بیدار کرنا چاہا۔ مگر جہاں عیش وبدمستی کے بادل گرج رہے ہوں وہاں حضرتِ ناصح کی صدائے بے ہنگام کون سنتا ہے ؟

ناچار ناصرالدین نے ملاقات کی خواہش کی۔ طرفین سے قاصدوں کی معرفت یہ امر طے ہو گیا کہ دونوں باپ بیٹے اپنے اپنے دارالسلطنت سے جریدہ چل کر شہر اودھ میں ملاقات کریں۔ اس ملاقات سے ناصرالدین کا یہ مقصد تھا کہ بیٹے کو برر و نصیحت کرے۔ ممکن ہے کہ وہ راہ راست پر آجائے۔

لیکن ملک نظام الدین کے مشورے سے کیقباد کی جلو میں ایک بڑے لشکر کے چلنے کا سامان شروع ہوا تو ناصرالدین بھی لاؤلشکر لے کر آیا۔ یہ قول مؤرخین کا ہے[۵]۔

حضرت خسرو نے مثنوی میں ابتدائی حالات کچھ نہیں لکھے اور نہ اُن کو ان قصوں کے لکھنے کی چنداں ضرورت تھی۔ اُن کو تو کیقباد کی فرمایش پوری کرنی تھی۔

وہ مثنوی میں کیقباد کی تخت نشینی اور عیش ونشاط کا ذکر کرکے ناصرالدین کی لشکر کشی کا سبب یہ بیان کرتے ہیں کہ :-

ناصرالدین دلّی کے تخت وتاج کو اپنا حق سمجھتا تھا۔ اِس لئے لکھنوتی سے

---

[۵] تاریخ برنی صفحہ ۱۴۱

ملک بہار میں آیا۔ اور بہار سے چل کر اودھ پر قبضہ کیا[۱]۔

یافت خبر خسرو مشرق پناہ ‏ ‏ ‏ ناصرِ حق۔ وارثِ این تخت گاہ
کافسرِ او را پسر انبار گشت ‏ ‏ ‏ وین شرف ازوے بہ سپہر باز گشت
خشم بسر کرد و علم بر کشید ‏ ‏ ‏ ساختہ کین شد و لشکر کشید
تند چو باد آمد ازاں خار خار ‏ ‏ ‏ از پے گلگشت ببوے بہار
راند ازاں جا۔ بہ اودھ باد پاے ‏ ‏ ‏ باد ہمی ماند ز سیرش بجاے
شہر اودھ را ہمہ زاں دست برد ‏ ‏ ‏ غارتِ ترکانش بہ یغما سپرد
وین طرف آگاہ نہ فرزندِ شاہ ‏ ‏ ‏ کز پئے او راند سپہ در سپاہ

جب ناصر الدین کا لشکر اودھ کی طرف آرہا تھا تو کیقباد دلی میں بیٹھا حسب عادت رقص و سرود اور ساقی و شراب کے مزے اڑا رہا تھا۔

شہ بچنیں وقت بر آہنگِ مے ‏ ‏ ‏ رخشِ طرب کرد رواں پے بہ پے
بادہ ہمی خورد و ہمی خورد غم ‏ ‏ ‏ عیش ہمی کرد و ہمی کرد کم
ریختہ ساقی مئے رنگیں بجام ‏ ‏ ‏ مے ز لبِ شاہ رسیدہ بکام
ناگہ ازاں جا کہ جفای جہاں ست ‏ ق ‏ قاعدۂ دولتِ شاہنشہاں ست
گرم شد آوازہ کہ خورشیدِ شرق ‏ ‏ ‏ تافتہ شد بر خطِ مغرب چو برق
ناصرِ دین و شہ کشور کشاے ‏ ‏ ‏ تیغ بر آورد و بکین کرد راے

---

[۱] خسرو کے قول کی تائید تاریخ مبارک شاہی سے ہوتی ہے ۱۲

راند ز لکھنوتی و دریاے ہند — تا سپہش گرد برآرد ز سند
بیں کہ سپہرش چہ تمنا نمود — کآب فرو میل ببالا نمود
قوتِ سیلے نبود تا برود — آب ببالا نرود از فرود
سوے سوادِ اودھ آمد چو باد — کرد ہلاک از خنجرِ تیز آں سواد
چند ہزارش ز سوارانِ کار — تیغ زن و کینہ کش و نامدار
آمد اقصاے اودھ در گرفت — واں ہمہ اقلیم سراسر گرفت
نیست جز ایں در شب و روزش سخن — کیں منم اسکندرِ دارا شکن
مردمکِ دیدۂ من کیقباد — کافسرِ جد فرِ بزرگیش داد
گرچہ جہانگیر شد و تاجدار — نیست جہاندیدہ تر از من بکار
تختِ پدر گر نہ پئے پاے من ست — ہر ہمہ داند کہ جاے من ست
حاصل ازیں حادثہ کامد پدید — شاہِ جہاں یافت پیاپے خبر

دلّی میں ترتیب لشکر

ناصر الدین کی آمد کا آوازہ بلند ہوا تو دلّی میں بھی کوچ کی تیاریاں اور ترتیبِ لشکر کا سامان ہونے لگا۔ شاہی جھنڈا کھولا گیا اور قصبہ سیری میں جو دلّی کے قریب تھا ڈیرے خیمے لگا دیے گئے اور لشکر کے دائیں بازو کا کیمپ قصبہ تلپٹ میں اور بائیں بازو کا قصبہ اندپت میں ڈالا گیا اور شاہی ہاتھیوں کا پڑاؤ موضع بہاپور[ل] میں تھا۔

ایک روز سلطان معزالدین بھی برسم شکار باہر نکلا اور لشکر گاہ کو ملاحظہ

ل نواح دہلی میں ایک گانون تھا۔ (۱) شرح نور العین ۱۲،

کرکے تیاری کی تکمیل تک قصر کیلوکھڑی میں واپس آگیا۔ چنانچہ خسرو کہتے ہیں:۔

کرد اشارت کہ دلیرانِ رزم — ساختہ دارند ہمہ سازِ عزم
جمع شدند از اُمرائے دیار — از ملک و خان و شہ و شہریار
تیغ زنانِ ہمہ اقلیمِ ہند — نیزہ گذارانِ نواحیِ سند
روزِ دو شنبہ۔ بگہِ چاشت گاہ — در مہِ ذی الحجہ بپایانِ ماہ
رایتِ منصور بہ بالا کشید — ماہِ[1] علم سر بہ ثریا کشید
نصب شد اعلام مبارک وصول — کرد سراپردہ بہ سیری[2] نزول
میمنہ بر تلپتہ[3] نزدیک سرہ — بود میان اندپتہ[4] میسرہ
داورِ جمشید نسب کیقباد — تاجِ کیاں بر سرِ والا نہاد
رخش طلب کرد شہِ تاجور — رفت ز یک تخت بہ تختِ دگر
عزم بروں کرد شکار افگناں — بردلِ خورشید غبار افگناں
بود چو خورشید ولایت فروز — گشت کناں تا بگہ نیمروز
رفت بکیلوکھڑی و داد عون — از مددِ دست چو دریائے جون[5]
قصر شد از فرّشہ ارجمند — چوں فلک از منزلت خود بلند

---

[1] ماہ علم نشان ہلال جو پھریرے پر ہوتا ہے ۱۲ [2] نواح دہلی میں ایک گاؤں تھا ۱۲
[3] دہلی سے پانچ چھ کوس پر ایک مشہور پرگنہ تھا ۱۲
[4] نواح دہلی میں ایک قصبہ تھا جو اب داخل ازک شہر دہلی ہے ۱۲
[5] دریائے جمن کو سنسکرت میں جون بولتے ہیں (بفتح واو) یہاں اس کے تلفظ میں تصرف کیا گیا ہے ۱۲

ملک پنجاب پر مغلوں کا حملہ

دلّی میں لشکر کے کوچ کا سازوسامان مہیّا کیا جارہا تھا کہ اسی اثنا میں ملک پنجاب پر حملہ مغل کی خبر آئی۔ اس فتنے کے تدارک کی غرض سے تیس ہزار سوار کی جمعیت لے کر باربک[1] سلطانی نہایت سرعت سے لاہور کی طرف روانہ ہوا۔ سامانہ سے لاہور تک تمام بستیاں مغلوں کی غارت گری سے برباد کر دی تھیں۔

مغلوں کو افواج شاہی کے آنے کی خبر معلوم ہوئی تو وہ پہاڑوں کی طرف بھاگ گئے۔ باربک نے کچھ دُور تک غنیم کا تعاقب کر کے بعض کو قتل کیا اور جو مغل زندہ گرفتار ہوئے اُن کو لے کر دلّی کی طرف مراجعت کی۔ اس واقعہ کی کیفیت حضرت خسرو نے اشعار ذیل میں بیان کی ہے:۔

نامہ کشتے چند چو تیر از کمیں — آمد و بوسید چو پیکاں زمیں
کز حدِ بالا مغل تیز عزم — سوے فرو راند برآہنگ رزم
لشکر انبوہ چو ذرّاتِ ریگ — جوش برآورد چو آبے بدیگ
مردمِ آں خطّہ فرو شد بخاک — گرد برآورد ازیشاں ہلاک
شہ کہ ز گمراہی آں گمرہاں — یافت چنیں آگہی از آگہاں
گفت کہ خواہم ز سوارانِ کار — نامزدِ مغل شود سی[۳۰۰۰۰] ہزار
برسرِ شاں باربکِ تیغ زن — خان جہاں چابک و لشکر شکن

---

[1] باربک کا نام سلطان شاہک تھا اور اس مہم پر نامزد کرتے وقت خان جہاں خطاب عطا کیا تھا ۱۲

عارضِ فرزانہ بفرمانِ شاہ　　کرد رواں سوے مخالف سپاہ
ناحیہ بر ناحیہ راندند تند　　بود صبا پیشِ چنیں سیر کند
از قدمِ شومِ مغل آں بلاد　　نام و نشانے ز عمارت نداد
از حدِ سامانہ تا لاھنور (لاہور ۱۲)　　ہیچ عمارت نہ۔ مگر در قصور[1]
لشکرِ اسلام کہ آنجا رسید　　بود زمیں تشنہ۔ کہ دریا رسید
یافت خبر کافرِ ناخوب کیش　　تیز تر از تیر بروں شد ز کیش
تن ز غنیمت بہزیمت سپرد　　بردنِ جاں را بغنیمت شمرد
باریک اندر پئے شاں کینہ خواہ　　تیغ زناں قطع ہمی کرد راہ
لشکرِ اسلام کہ دنبالہ کرد　　کوہ ز خونریز پُر از لالہ کرد
خانِ جہانگیر کہ آں فتح یافت　　فتح و فیروز عناں باز تافت
بست اسیرانِ مغل را قطار　　داد بداں چند شتر دل چہار

کیقباد کی بزم آرائیاں لشکر کی تیاری کا کام سرداران لشکر کے ذمّے تھا جس کی تکمیل میں سردی کا موسم گذر گیا۔ مگر رنگیلے کیقباد کو اپنے مشاغل شوق کے لئے کافی فرصت تھی۔ اُس کے قصرِ عشرت میں موسم سرما کا ایک لمحہ بیکار نہیں گیا بدستور ہنگامۂ نشاط کی گرما گرمی رہی۔ یہاں تک کہ نوروز کا موسم آگیا۔ پھر تو قصرِ معزی میں اور بھی دھوم دھام کے

---

[1] نواح لاہور میں ایک پرگنہ ہے۔ مگر یہاں قصور سے یہ مراد ہے کہ ہر ایک عمارت کو نقصان پہونچا تھا ۱۲

جشن ہوئے۔ اور بادہ پیمائی کا زور و شور رہا:۔

موسمِ نوروز و ہوائے شراب — شاہِ جہاں مست و مخالف خراب
بادہ ہمی خورد و ہمی بود شاد — شاد ہمی کرد و جہاں راز داد
ہر کہ چو گل کرد بہ بزمش گذر — برد بسے دامنِ پر سیم و زر
نغمہ زنش زہرۂ پردہ شناس — نغمہ زنی کرد بچندیں سپاس
یافتہ در گوشِ ہمایونش جائے — این غزل از نغمۂ بربط سرائے

غزل

گل امروز آخرِ شب مست برخاست — بجامِ لالہ مجلس را بیاراست
نشستہ سبزہ زیں سو در چپ گل — ستادہ سرو زاں سو جانبِ راست
صبا می رفت و نرگس از غنودن — بہر سو ہمی افتاد و می خاست
من اندر باغ بودم خفتہ بایار — بنام ایزد چو ماہے بے کم و کاست
چو رفتن خواست از پہلوے خسرو — برآمد از دلم فریادِ بے خواست

خسرو نے گل و نرگس اور سبزہ و سرو کے تخیل میں کیقباد کی بزمِ مستانہ کا رنگ ڈھنگ خوب دکھایا ہے۔

کیقباد کے لشکر کا کوچ بجانب اودھ

جاڑا گذرا نوروز ہو چکا۔ اب گرمی کا موسم تھا کہ لشکر کیل کانٹے سے درست ہو کر کوچ کے لئے تیار ہوا۔ بادشاہ سلامت اپنا عشرت کدہ چھوڑتے ہوئے کسمسا تے کہ خود بدولت

ہمراہِ لشکر چلیں یا نہ چلیں مگر مشیرِ دولت نے یہی صلاح دی کہ بادشاہ کا چلنا ضروری ہے۔

مصلحتِ ملک ز رائے درست	ہر چہ صواب ست ہمی بازجست
خود کمرِ کینہ کند استوار	یا ز پئے رزم فرستد سوار
کارشناسے کہ درآں راز بود	پردہ ز تدبیر بینداخت زود
گفت ز چندیں سپہ کینہ خواہ	آں نرود کز تنِ تنہائے شاہ

غرض وسط ماہ ربیع الاول میں کوچ کیا۔ اور پہلی منزل تلپٹ اور افغان پور کے حدود میں ہوئی۔

در وسطِ ماہِ ربیع نخست	عزمِ سفر کرد بمشرق درست
کوسِ عزیمت ز درِ شہریار	لرزہ درآورد بروئیں حصار
کوچ سپہ کرد شہ از شہرِ نو	داد جہاں را ز ظفر بہرِ نو
منزلِ اوّل کہ شد از شہر دور	بود حدِ تلپت و افغان پور
یافت سراپردہ درآں جا مقام	دشت درآمد ز رسنہا بدام

مہم مغل سے باربک کی مراجعت

سلطانی لشکر کا پہلا ہی کوچ تھا کہ خان جہاں باربک جو مغلوں کی مہم سر کر کے آرہا تھا اس مقام پر حضور سلطانی میں حاضر ہوا۔ اِس فتح کا بڑا جشن منایا گیا۔

لشکرِ کافر کُشِ بالا ورد	از عقبِ کوچ درآمد چو گرد

باربک آمد ز مصافِ مغل | بستہ گلو ہاے مغل را بہ غل
شاہ بران مژدۂ دولت کہ یافت | بادہ طلب کرد و بہ مجلس شتافت
خورد مے و گنج بہ محتاج داد | بس گہر و زر کہ بہ تاراج داد

اسیران مغل کا قتل

دوسرے دن اسیران مغل اور مال غنیمت سلطان کے روبرو پیش ہوا۔ قیدیوں میں سے امیران صدہ[1] کو ہاتھیوں سے کچلوا دیا۔ اور سپاہیوں کو شہر میں بھیجکر تشہیر کرایا۔ دن اس مشغلے میں کٹ گیا رات کو پھر وہی دور ساغر چلا۔

چون تنہ چند ز میر صدہ | دست اجل داد بدام و دده
آنچہ دگر ماند شہنشاہِ دہر | کرد رواں از پئے تشہیرِ شہر
چون فلک از شیشۂ خود گاہِ شام | جام فرو برد ز دور مدام
نورِ نشاط از افقِ جام تافت | شہ ز مے و مے ز لبش کام یافت

باربک کی روانگی بطور ہراول

دو روز بعد لشکر آگے بڑھا۔ اور دو کوچ کے بعد جمنا کو عبور کرکے جیور[2] میں مقام ہوا اُس مقام سے باربک بحکم شاہی ایک دستہ فوج کا لے کر بطور ہراول لشکر کے آگے آگے روانہ ہوا اور گنگا پار اُتر کر قطع مراحل کرتا دریاے سرجو کے قریب جا پہونچا اور سلطانی لشکر کے انتظار میں وہاں ٹھیر گیا۔

---

[1] امیر صدہ وہ سردار جس کے زیر حکم سو سپاہی ہوتے تھے ۱۲
[2] جیور ایک قصبہ ہے مضافات ضلع بلند شہر میں جمنا کے قریب ۱۲

اُس نواح کے ملوک و اُمرا میں سے ملک چھجو خان کڑہ اور خان اودھ یہہ دونوں اپنی اپنی جمعیت کے ساتھ باربک کے لشکر سے آملے۔

باربک و تیغ زنانِ سپاہ　　طبل زناں پیش گرفتند راہ
کوچ بکوچ از شدنِ بی درنگ　　لشکرِ شاں رفت گذارای گنگ
گرم بآب سرو در رسید　　در سرو رفت و عناں درکشید
(جلد ۱۲ — دریای سرجو ۱۲)
پیش درآمد ز بزرگانِ پیش　　چند ملک با سپہ و سازِ خویش
خانِ کڑہ چھجوے کشور کشاے　　کز لبِ خاناں کرہ بستے بپاے
خانِ اودھ نیز بفرمانِ شاہ　　کرد بیک جاے فراوان سپاہ
باربک و شاں ہمہ یک جا شدند　　ساختہ کار مہیا شدند
لشکرِ شاں پر ز صفِ باشکوہ　　برلبِ آبِ سرو شد گروہ

ناصرالدین کا پیام باربک کو

دریا کے اُس پار سلطان ناصرالدین کا لشکر پڑا تھا۔ اُس کو خبر ملی کہ فوجوں کا یہ جماؤ لڑائی کے ارادہ سے ہوا ہے تو وہ بہت برہم ہوا اور فوراً شمس الدین دبیر کو کہ اُس کا میر منشی تھا باربک کے پاس یہ پیام دے کر بھیجا کہ تو ہمارے خاندان کا نمک خوار قدیم ہے اس وقت ہمارے نمک سے کیوں دست کش ہوتا ہے؟ تو خود جانتا ہے کہ اس ملک کا وارث کون ہے؟ کوئی غیر میری جگہہ لیتا تو اُس کی گردن ہوتی اور میری تلوار۔ مگر میرا فرزند میری غیبت میں تخت نشین ہوا تو دلِ ما شاد و چشمِ ما روشن"

اُس کا نوکر ہمارا نوکر ہے۔ اگر نوکر آقا سے لڑے تو خلقت کیا کہے گی؟ ہیں تجھ کو الزام نہیں دیتا۔ بلکہ ملزم وہ ہے جس نے تجھ کو بھیجا ہے۔ لیکن یاد رکھ اگر تو نے شکست کھائی تو صدمہ کس کو پہونچے گا؟ میرے بیٹے کو۔ اگر مجھکو شکست ہوئی تو خود تیرا کالا موںہہ ہوگا۔ کیقباد کے آنے تک صبر کرو وہ خود دیکھ لے گا کہ مجھکو اس سے کس قدر محبّت ہے۔

تیغ زنِ مشرق ازاں سوئے آب　　تیغ بروں آختہ چوں آفتاب
از غضب افگندہ با برو گرہ　　وز پئے کیں کرد کماں را بزہ
جست رسولے کہ گذارد پیام　　ہرچہ بگویند۔ بگوید تمام
دید کہ کس نیست ز برنا و پیر　　در خورِ این کار چو شمسِ دبیر
پیش طلب کرد و پیامے کہ خواست　　سوئے مخالف ز کشش کرد راست

اے کہ بہ پیش آمدی از راہِ دور　　کیں نتواں گفت مگر در حضور
چوں تو نمک خوردۂ از خوانِ ما　　دست چہ داری ز نمکدانِ ما
ہست نمک در ہمہ مذہب حلال　　در تو حرامش کنی اینک وبال
گر پسر از غیبت من ملک یافت　　روئے نخواہد ز پدر باز تافت
ہم تو کزیں راز ترا آگہی ست　　وارثِ ایں ملک نہ ای کہ کیست؟
گرد گرے در محلِ من بُدے　　تیغِ منش بر سرو گردن بُدے

لیک چو ہم چشمِ من ایں نور برد | چشم خود از خود نتواں دور برد
ہر کہ فرستادۂ آں درگہ است | بندۂ موروثِ دراں شہ است
گر سپہم بر تو رسانند گزند | جانِ من ست آنکہ بماند نژند
ور نہ تو در قلبِ من آید غبار | ہم تو شوی در رخِ من شرمسار
باش کہ تا در رسد آں کینہ کوش | مہرِ مرا بیند و ماند خموش

باربک کا جواب سلطان ناصر الدین کو

اس پیام کا جواب باربک نے یہ دیا کہ میں اپنے آقا کے حکم سے یہاں آیا ہوں اور اُس کے دشمنوں سے جنگ کرنے کے لئے مامور ہوں۔ اگر کوئی اور مقابل ہوگا تو تلوار سے جواب دوں گا۔ ہاں اگر حضور کو دیکھوں گا تو ڈر کے مارے نہیں بلکہ تعظیماً ہٹ جاؤں گا۔

یہ جواب سن کر ناصر الدین ٹھنڈا ہو گیا۔

خانِ سپہ باربکِ تیز ہوش | کرد چو زاں گونہ پیامے بگوش
در خورِ آں داد جواب سرہ | سختہ بمیزانِ ادب یک سرہ
گفت کزیں بندۂ حضرت پناہ | سجدۂ تعظیم رساں پیشِ شاہ
من کہ فرستادۂ شاہِ خودم | برخطِ اخلاص گواہِ خودم
نام زدم کرد کہ در ہر دیار | دشمنِ او راندہم زینہار
گر دگرے پیشِ من آید بہ تیغ | تیغ خورد از من و از خود دریغ

ورزتو از دور بہ بیسم حضور | گر نہ گریزم۔ شوم از راہ دُور
عطف کنم۔ لیک نہ از بیم کس | از پئے تعظیمِ شکوہ تو بس
رفت فرستادہ زراہِ نہفت | ہرچہ کہ بشنید زشہ باز گفت
شہ چو خلافے زمخالف ندید | زانچہ ہمی گفت۔ زباں درکشید

سلطان معزالدین کیقباد اودھ میں پہونچا

اب آفتاب جوزا میں آگیا۔ تڑاقے کی گرمی پڑنے لگی۔ دن بڑھ گیا رات چھوٹی ہوگئی۔ نازپروردہ کیقباد گھوڑے پر سوار ہے۔ سر پر چتر شاہی سایہ فگن ہے۔ پھر بھی بدن سے پسینہ ٹپکتا ہے۔ مگر سنگ آمد وسخت آمد۔ کڑی منزلیں طے کرتا اودھ میں آپہونچا حوالی شہر میں ڈیرے خیمے لگائے گئے۔ ایک طرف گھاگرہ ندی ہے دوسری طرف سرجو۔

اگلے دن کیقباد سیر وگشت کے لئے نکلا اور سرجو کے کنارے پہونچا جہاں سے سلطان ناصرالدین کی خیمہ گاہ نظر آتی تھی۔ باپ کو بیٹے کے آنے کی خبر لی تو وہ بھی لب دریا آکھڑا ہوا۔ بیٹے کو دیکھ کر محبت کی گھٹا اُمڈی۔ آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو ٹپکنے لگے۔ فوراً ایک کشتی میں سوار کرکے اپنا حاجب بھیجا کہ اشتیاق دیدار ظاہر کرے۔ ادھر سے یہ مدارات ہوئی کہ کشتی کو ہدف تیر بناکر ڈبو دیا۔ حاجب بمشکل جان بچاکر بھاگا۔

خانہ چو خورشید بجوزا گرفت | رفت دراں خانہ دروں جا گرفت

تافتہ از گرمیِ خود آفتاب   تابشِ او کرد جہاں را بتاب
شب شدہ چوں روز دی اندر گداز   روز چو شب ہائے زمستاں دراز
خوں برگِ مرد زبوں آمدہ   خوے شدہ واز پوست بروں آمدہ
شہ بگہِ کوچ ہمی شد چو شیر   چتر بسر کردہ و توسن بزیر
لشکر ازیں گونہ جہاں می نوشت   ناحیہ بر ناحیہ بر روے دشت
تا علمِ شہ باودھ در رسید   از پئے دہلی عوض شد پدید
نصب شد اعلامِ شہنشاہِ دہر   بر لبِ گھگرّہ بحوالیِ شہر
گھگرّہ ازیں سو بسرِ زاں طرف   از تفِ لشکر بلب آوردہ کف

کیقباد کا لبِ دریا جانا اور کشتی کا ڈوبنا

روزِ دگر شاہ بر آئینِ گشت   آمد و زاں سوے اودھ برگذشت
کرد صفے بر لبِ آبِ رواں   سودہ بہم پہلوے ہر پہلواں
تیغ زنِ مشرق ازاں سوے آب   ق   کرد چو روشن کہ رسید آفتاب
بر لبِ آب آمد و آراست صف   تافت دو خورشید ز ہر دو طرف
چشمِ پدر بہرِ جگر گوشہ تر   گوشۂ ہر چشم شدہ پُر جگر
دید چو شہ سیلِ مژہ بیکراں   حاجبِ خود کرد بکشتی رواں
گفت بحاجب کہ ازیں چشمِ تر   مردمکِ چشمِ مرا دہ خبر
حاجبِ فرزانہ از آنجا شتاب   شست بکشتی و رواں شد چو آب

چوں بمیانِ سرِ دو در رسید | پورِ معزّی ز کرانش بدید
تیر برآورده ز کیشِ خدنگ | از سرِ کیں کرد کماں را بجنگ
تیر که در کشتیِ شاں رخنه کرد | از سرِ کشتی به تهٔ آفتاد مرد
رفت بصد حیله فرستاده باز | پیشِ شهِ شرق فرو گفت راز

ناصر الدین کی پریشانی کشتی کے واقعے سے

کشتی کے واقعہ کا سبب حضرت خسرو نے ظاہر نہیں کیا۔ غالباً یہ کیقباد کے بدخواہ مشیروں کی بد آموزی کا نتیجہ تھا۔ تاکہ ملاقات کی نوبت ہی نہ پہونچے بلکہ باپ بیٹوں میں لڑائی ٹھن جائے اِس فعلِ ناروا سے ناصر الدین کے دل پر چوٹ لگی۔ اور غصّہ بھی آیا۔ پھر سوچا کہ مبادا! یہ نادان لڑکا مفسدوں کے اغواسے جنگ کر بیٹھا تو اُس کو گزند پہونچے گا یا مجکو۔ بہر نوع میرے لئے سخت مصیبت کا سامنا ہے۔

رات بھر نیند نہ آئی۔ اسی سوچ بچار میں صبح کر دی کہ کیا کرے کیا نہ کرے۔

شاه که از خونِ خود آں زخم دید | نالهٔ چوں تیر ز دل برکشید
خشم همی گفت ز کینش سخن | مهر همی گفت که هے هی! مکن
آنکه چنیں ست تو دیدم ازو | بهتر ازیں بود امیدم ازو
گر پسرم را ز جوانی و ناز | عزم برآں شد که شود رزم ساز
حیله چه سازم؟ بچنیں کارِ تنگ | با پسرِ خویش که کرده است جنگ؟

چارہ ندانم کہ دریں کار چیست؟ بخت کہ داند کہ دریں بار کیست؟
بود بحیرت کہ چو شب بگذرد روزِ دگر چارہ چہ پیش آورد؟
تا بسحر بود بگفت و شنید کز شبِ زائیدہ چہ آید پدید؟

باپ بیٹوں کے سلام پیام

جب دن نکل آیا تو ایک معتمد کو زبانی پیام دیکر دریا پار بیٹے کے پاس بھیجا۔ اور اسی سلسلہ میں کئی بار پیامبروں کی آمد و شد جاری رہی۔

پیامِ پدر

کز پدر اوّل برسانش سلام وآخرش آئینِ دعا کن تمام
کاے خلف! از رہِ مخالف بتاب تیغ بیفگن کہ منم آفتاب
از پدرم کے رسد ایں فن بتو؟ از پدرِ من بمن۔ از من بتو
ورز بدآموز شد ایں رہ پدید گفتِ بدآموز نباید شنید
گرچہ کنی دعوی و آتش ولیک نیک بدانم کہ ندانی تو نیک
چوں تو شب و روز ادب افزوں کنی بے ادبی باچو منے چوں کنی
بر سرِ خواں آے کہ ہم تو شۂ یاد نمک کن کہ جگر گوشۂ

جوابِ پسر

گفت بحاجب کہ بشہ باز پوے خدمتِ من گوی وپس آنگہ بگوے
بامنت از بہرِ تمناے ملک خام بود پختنِ سوداے ملک

پختهٔ آخر! دمِ خاماں مزن — من زتو زادم۔ نہ تو زادی من
ملک بمیراث نیاید کسے — تا نزند تیغِ دو دستی بسے
نیستم آں طفل کہ دیدی نخست — بالغِ ملکم ببلاغت درست
خسرو مخوانم کہ زدَورِ زمن — داد خدا دَورِ بزرگی بمن
جز تو کسے گر دمِ ایں در زدے — سرزنشِ تیغِ منش سر زدے
لیک توئی چوں بہ پئے ایں پیر — من ندہم۔ گر تو توانی بگیر

پیامِ پدر

اے سر از آئینِ وفا تافتہ! — وز تو دلم تافتگی یافتہ!
گرچہ بغیبت شدہ کینہ توز — رنجہ چہ داری بحضورم ہنوز
با چو منے دُور کن از سر منی — چوں بصفت من توام و تو منی
تیغ مکش۔ تا نشوی شرمسار — از من اگر نیست۔ ز خود شرم دار
تخت رہا کن کہ سزای تو نیست — تا منم۔ ایں پایہ بپای تو نیست
گر کمرِ کینہ کنی استوار — پیشِ تو بیش از تو درآیم بکار
ور سپہ آراستہ ایں گفت و گوی — نیز نتابم ز وفائے تو روے
لیک بشرطے کہ دریں راے من — جاے پدر گیرم و تو جاے من

جوابِ پسر

داد جوابے ادب آمیختہ — تعبیہ ہاے عجب آمیختہ

آراستگی ۱۲

کاے برخمِ چشمِ جفا کردہ باز! دیدۂ مہرِ تو بروئیم فراز
با ہمہ ایں قوّت و جوشِ سپاہ نیستم اندر پئے آزارِ شاہ
گر گہرِ صلح پذیرد نظام حلقہ بگوشم برضاے تمام
تیر تو گر خواست بجانم رسید من نکشم۔ تا بتوانم کشید
گر بگہر تاج ستانِ توام عیب مکن گوہرِ کانِ توام
تخت جہاں بہرِ تو برپای کرد لیک برآں تخت مرا جای کرد
خواست یکی خواستہ لیکن نیافت آنکہ ہمی خواست۔ برِ خود شتافت
ور بیقیں در دلِ تو آں ہواست بندۂ فرمانم و فرماں تراست
تاج زمن می طلبی چرخ ساے بر سرم آ۔ تا فگنمت زیر پاے

اِس مطیعانہ جواب کو سُن کر باپ نے بھی استمالت اختیار کی۔

پیامِ پدر

اے زِ نسب گشتہ سزاے سریر ور پسرے ہیچو پدر بے نظیر
چشمِ منی! ہیچ غبارے میار دیدہ نشاید کہ بود پُر غبار
تا تو ندانی کہ دریں جستجوے از پئے ملک ست مرا گفتگوے
گرچہ توانم ز تو ایں پایہ بُرد از تو ستانم۔ بکہ خواہم سپرد
باش بنامم کہ بنامِ توام زندہ و نا زندہ بنامِ توام
دیدہ کہ نادیدۂ دیدارِ تست دیدہ و نادیدہ گرفتارِ تست

نیست نزدیکِ من ازبیش و کم | بیشتر از دوریٔ تو ہیچ غم
بہرِ خدا صورتِ خویشم نمائے | روئے مگرداں و بترس از خدائے

جواب پسر

اے شہِ مشرق شدہ چوں آفتاب | وز تو جہاں در حدِ مغرب بتاب
گرچہ برماہ رسد افسرم | ہم بتہِ پائے تو باشد سرم
سدِ سکندر زدہ ام از سپاہ | فتنۂ یاجوجِ مغل را پناہ
رو تو چو خورشید ز مشرق برآئے | من بہ تسیم اسکندرِ مغرب کشائے
تا تو بمشرق بوے و من بغرب | حربہ خورد (کافی ہوں۱۲) ہرکہ در آید بحرب
ور بملاقات رہی رائے تست | افسرِ من خدمتِ پائے تست
نیست مرا آن محل و آں شکوہ | کز سرِ خود سایہ فشانم بکوہ
ور فگند رائے تو بر بندہ تاب | ذرہ شوم پیش چناں آفتاب

غرض ملاقات کا مژدہ سن کر ناصر الدین کی باچھیں کھِل گئیں۔ بہت خوش ہوا مجلس طرب آراستہ کی اور متوسلین کو انعام و اکرام دے کر شاد کیا۔

ناصر الدین کی طرف سے کیکاؤس کا جانا

پھر اپنے فرزند اصغر کیکاؤس کو بلایا اور بڑی شان و ترک سے بہت تحائف، اسلحہ اور ہاتھی دیگر کیقباد کی خدمت میں روانہ کیا۔

بادشہِ شرق کہ آں مژدہ یافت | روشن چو خورشید ز مشرق فتاب

کرد نشاطے و رامش گراں — مجلسے آراست گراں تا گراں
ہر کہ دراں بزم سخن ساز گشت — دامنِ پُر گوہر و زر باز گشت
روی بہ کاؤسِ کے آورد و گفت — تا شود آں ماہ بخورشید جفت
سوے برادر شود آراستہ — با سپہ و کوکبہ و خواستہ
جُست پئے ہدیہ نصیحت گراں — دیدہ فروزِ ہمہ قیمت گراں
جامۂ ہندی[1] کہ نداننذ نام — از تنگی تن بنماید تمام
نافہ[2] پیچیدہ بناخن نہاں — باز کشائیش بپوشد جہاں
عود بخروار۔ قرنفل بمن — خرمنے از نافۂ مشکِ ختن
عنبر و کافورِ معنبر سرشت — صندلِ خالص چو درختِ بہشت
سر بفلک بردہ بسے زندہ پیل — کوہِ گراں را بقیامت دلیل
داد بشہزادہ و کردش رواں — ساختہ با کوکبۂ خسرواں

اور شہزادہ کیکاؤس کو سمجھا دیا کہ ہماری طرف سے بڑے بھائی جان کو دعا کے بعد یوں کہنا:۔

اے غمِ تو کردہ بجانم اثر — تو زمن و حالتِ من بے خبر
صبرِ من از دوریِ تو رفت دور — مرحمتے کن کہ بمانم صبور
من کہ صبوری نتوانم ز تو — وائے! کہ محروم بمانم ز تو

---

[1] ایک ہندوستانی کپڑا ہے جس کا نام نہیں معلوم۔ ایسا مہین ہے جس میں بدن نظر آتا ہے ۱۲

[2] لپیٹو تو ذرا سا ہو جاتا ہے کھولو تو اتنا بڑا تھان کہ دنیا بھر کو ڈھانک لے۔ غالباً ململ ڈھاکہ ۱۲

آمدنم نز پئے این کار بود — کافسرو اقلیم توانم ربود
تشنۂ دیدارِ توام روز و شب — شربتِ خود باز مگیرم زلب
شاد کن این جانِ غم اندیش را — روے نما منتظرِ خویش را
تختۂ حالِ دلِ ریشم بخواں — یا بمن آ۔ یا بر خویشم بخواں

جب کاؤس کی سواری دریا سے پار اُتر چکی تو کیقباد کو اطلاع کی گئی کہ چھوٹا شہزادہ قدمبوسی کے لئے آتا ہے۔ اُس نے دربار آراستہ کیا۔ اور بہت سی فوج سرداروں کے ہمراہ بھیجکر بڑی دھوم سے اُس کا استقبال کرایا۔ دہلیز شاہی پر پہونچکر شہزادہ گھوڑے سے اوتر پڑا اور جو پیشکش لایا تھا پیش کیا اور جو باتیں شاہ بابا نے سمجھا دی تھیں بڑے بھائی سے عرض کردیں۔ کیقباد بھائی سے ملکر بہت مسرور ہوا۔ اور اُس کی خاطر و مُدارات میں بزمِ طرب آراستہ کی:-

شاہ برویش چو نظر کرد چست — دید دراں آئینہ خود را درست
گرم فروجست زتختِ بلند — کرد بآغوش تنِ ارجمند
داشت بآغوشِ خودش تا بدیر — سیر نشد۔ چوں شود از عمر سیر؟
باخودش از فرش براو رنگ بُرد — تختِ کیاں بازکیاں را سپرد
گاہ زدیدہ بہ نثارش گرفت — گاہ دوبارہ بکنارش گرفت
گاہ نظر بر رُخِ زیباش کرد — گاہ دل از مہر شکیباش کرد
پُرسشِ از اندازہ زغایت گزشت — حدِّ نوازش زنہایت گزشت

کیقباد کی طرف سے کیومرث کا آنا

دوسرے دن کیقباد نے اپنے فرزند کیومرث کو دادا جان کی خدمت میں تحف و ہدایا دے کر روانہ کیا۔ چونکہ یہ بچہ تھا عارض کو اُس کے ساتھ بھیجا۔

جب شہزادۂ کیومرث مع جلوس دریا پار پہونچا تو دادا جان کی طرف سے بڑی آؤ بھگت ہوئی۔

کارگزاراں ہمہ رفتند پیش — سجدہ کناں پیشِ خداوندِ خویش
پیشِ عناں بانگِ رواروز دند — سکۂ نو بر درمِ نوز دند
رفت خراماں مَلکِ ارجمند — تا درِ دہلیز بہ پشتِ سمند
روے چوگل سود بہ پشتِ زمیں — گشت زمیں پر سمن و یاسمیں
حرمتِ آں خسرو شہ دیں پناہ — داشت برآئینِ بزرگاں نگاہ
کرد چو نورش بدل و دیدہ جای — گاہ سرش بوسہ زد و گاہ پای
عارض از آئینِ ادب پروری — بود کمر بستہ بخدمت گری
تا نظرِ شاہ برآں سوے تافت — خدمتِ عارض محلِ عرض یافت

جب تک ناصر الدین پوتے کو پیار کرتا رہا عارض سلطنت دست بستہ چپ کھڑا رہا۔ جب اُس کی طرف دیکھا تو اُس نے عرضِ معروض کا موقع پایا اور وہ شاہانہ تحفے جو نذر کے لئے ہمراہ لایا تھا پیش کئے۔ اور کیقباد نے پیام کے جواب میں جو کچھ عرض کیا تھا سنا دیا۔

جواب پسر (عارض کی زبانی)

آنچہ دلِ شاہ بداں مائل ست | راے مرا نیز ہماں در دل ست
آمدم اینک بہزاراں نیاز | تاکنم ایں دیدہ بروے تو باز
بود زمن پرسشِ شاہِ زمن | کآمدن از خود طلبی۔ یا ز من؟
من پدرِ شہ بسر آیم دواں ق | چوں پسراں بر پدرِ مہرباں
شرط چناں ست کہ در بحر و بر | چشمہ کند بر لبِ دریا گذر
لیک سزد۔ گر شہِ دریا نشاں | بر سرِ ایں چشمہ شود دُر فشاں

ناصر الدین کی طرف سے ملاقات کا وعدہ

ناصر الدین نے خوش ہوکر عارض کو خلعت و انعام عطا کیا۔ اور کیومرث کو بہت سے نادر تحفے اور ایک ہاتھی مع عماری زرّین دیا۔ اور وعدہ کیا کہ ہم کل صبح ضرور ملاقات کے لیے آئیں گے۔ اِس کے بعد کیومرث اور عارض اپنے خیمہ گاہ کو واپس گئے۔

وعدہ چناں رفت کہ فردا پگاہ | جنبشِ خورشید شود سوے ماہ
منزلِ سعدین شود برجِ تخت | مجمعِ بحرین شود روے بخت
خرّم و خوش عارض و فرزندِ شاہ | باز نوشتند سوے خانہ راہ

کیقباد کے ہاں دربار کی تیاریاں

عارض کی زبانی ناصر الدین کے آنے کی خبر سنتے ہی کیقباد کے دائرہ دولت میں دربار کی تیاریاں شروع ہوگئیں۔

اب تک سرا پردۂ سلطانی شہر اودھ سے اوپر کی جانب ایک تنگ میدان میں نصب تھا۔ اُس کا موقع فوراً شہر سے نیچے کی طرف تبدیل کر دیا جہاں میدان بھی وسیع تھا اور دریا کا پاٹ کم ہونے کی وجہ سے کشتی کی آمد و شد آسان تھی۔ اِس عمدہ موقع پر کارکنانِ دولت نے ایک شان دار دربار دونوں بادشاہوں کی ملاقات کے لئے لب دریا ترتیب دیا۔

ناصرالدین کا آنا اور ملاقات

چونکہ گرمی کے دن تھے، ناصرالدین دن ڈھلنے کے بعد جب کہ دھوپ کی تیزی کم ہو گئی تھی کشتی میں سوار ہو کر چلا۔ معزالدین کیقباد اپنے شاہانہ دربار میں اورنگ سلطنت پر بیٹھا باپ کی آمد کا منتظر تھا۔

جس وقت باپ کو آتے دیکھا بے اختیار تخت سے اُتر برہنہ پا دوڑا، اور قدمبوسی کے لئے جھکا۔ باپ نے فوراً گلے لگا لیا۔ اور دونوں بغل گیر ہو کر دیر تک زار زار روتے رہے:۔

روز چو آخر شد و گرما گذشت — چشمۂ خور[1] خواست ز دریا گذشت
تاجورِ شرق برآہنگِ آب — کرد طلب کشتیِ گردوں رکاب
کشتی شہ تیز تر از تیر گشت — در زدنِ چشم زدریا گذشت
راست کہ شد بر لبِ دریا رسید — گوہرِ خود بر لبِ دریا بدید

---

[1] چشمۂ خور = آفتاب۔ اور دریا کنایہ ہے آسمان سے ۱۲

خواست کہ از سوزِ دلِ بیقرار | بر جہد از کشتی و گیرد کنار
صبر ہمی خواست نمی آمدش | گریہ نمی خواست ہمی آمدش
بود بریں سوے معزِّ جہاں | ساختہ بر جاے ادب چوں شہاں
پیش شد از دیدہ نثارش گرفت | شہ بدوید و بکنارش گرفت
تشنہ دو دریا بہم آوردہ میل | تشنہ و از دیدہ ہمی راند سیل
یکدگر آوردہ بآغوش تنگ | ہر دو نمودند زمانے درنگ

رونے کے بعد ہوش آیا تو تخت پر اجلاس کرنے کے لئے ایک دوسرے سے اصرار کرنے لگے :-

از پس دیرے کہ بخویش آمدند | ہمدگر از عذر بہ پیش آمدند
گفت پسر با پدر اینک سریر | جاے تو من بندۂ فرماں پذیر
باز پدر گفت کہ این ظن مبر | کز پسر افسر برباید پدر
باز پسر گفت کہ بالا خرام | کز تو بر د پایۂ تختِ تو نام
باز پدر گفت کہ اے تاجدار | تخت ترا بہ کہ توئی بختیار

ناصر الدین نے بیٹے کو تخت نشین کیا

الغرض بہت سی حیص بیص کے بعد باپ نے کہا کہ میں تیری تخت نشینی کے وقت موجود نہ تھا کہ اپنے ہاتھ سے تخت پر بٹھاتا۔ اب خدا نے وہ دن دکھایا ہے کہ یہ رسم خود ادا کروں۔ اتنا کہہ کر بیٹے کو تخت پر بٹھا ہی دیا۔ اور خود ہاتھ باندھ کر تخت

کے روبرو کھڑا ہوگیا۔

خسرو نے اِس کی تاویل یہ کی ہے کہ باپ کا یہ فعل اُمرا کے لئے ہدایت تھی کہ تم کو بادشاہ کی تعظیم و خدمت اِس طرح کرنی چاہئے۔ باپ کے حکم کی تعمیل کر کے فوراً ہی کیقباد تخت سے اُتر آیا اور اُمراے دربار نے دونوں بادشاہوں پر زر و گوہر نثار کیا اور جو خلقت باہر کھڑی تھی اُن میں لٹا دیا:۔

چوں پدر از جانبِ فرزندِ خویش | شرطِ ادب دید ز اندازہ بیش
گفت کہ یک آرزویم در دل ست | ق | منّت للہ اکہ کنوں حاصل ست
آنکہ بدستِ خودت اے نیکبخت! | دست بگیرم بنشانم بہ تخت
زانکہ بغیبت چو شدی بر سریر | من نہ بُدم تا شدمے دستگیر
با پسر این نکتہ چو لختے براند | دست گرفت و بسریرش نشاند
خود بنعال آمد و بربست دست | ماند ازاں کار عجب ہر کہ ہست
داشت دریں زیر خیالے نہاں | آگہی داد بکار آگہاں
گرچہ پدر بر سرِ تختش کشید | بر نشست و فرود آمد و پیشش دوید
چوں خلفاں شرطِ وفا می نمود | خواہشِ عذرے بسزا می نمود
دولتیاں ہر طرفے بستہ صف | کردہ طبقہاے جواہر بکف
لعل و زبرجد کہ در آویختند | بر دو سر افراز ہمی ریختند

رسم نثار و تصدّق کے بعد دربار ختم ہوگیا اور سلطان ناصر الدین جس کشتی

میں آیا تھا اُسی میں سوار ہو کر خوش و خرّم اپنی فرودگاہ پر واپس آگیا:-

چوں پدر اقبالِ پسر تازہ کرد زاں شرفِ آفاق پر آوازہ کرد

گفت کہ امروز بس ست ایں قدر روزِ دگر جلوۂ ملکے دگر

زیں نمط از کام چو دمساز گشت فرقِ پسر بوسہ زد و باز گشت

مراسم اتحاد اور خانگی ملاقاتیں

یہ درباری ملاقات تو آئینِ شاہانہ کے بموجب اس بات کا اعلان تھا کہ سلطان ناصر الدین نے معز الدین کیقباد کی تخت نشینی باضابطہ تسلیم کرلی اور دونوں بادشاہ متحد ہوگئے

دوسرے روز تحف و ہدایا کا مبادلہ اور خانگی ملاقاتیں شروع ہوئیں کیقباد نے نہایت بیش بہا گھوڑے بطور پیشکش بھیجے اور رات کے وقت باپ کی ضیافت بڑی دھوم سے کی۔

اِس ضیافت کا بیان خسرو نے خوب جی لگا کر کیا ہے اور بزمِ معزی کی ہر ایک چیز کے اوصاف میں فصاحت و بلاغت کے دریا بہائے ہیں۔

جب آب و طعام اور رقص و سرود سے فارغ ہو چکے تو سلطان ناصر الدین نے ایک ملازم خاص کو بھیجکر تاج و تخت اور ایک ہاتھی اپنی خیمہ گاہ سے طلب فرمایا اور تحفۃً فرزند دلبند کو عطا کیا:-

گفت بخاصاں زپئے شاہِ شرق تا رود از آب گذارا چو برق

آورد و پیش کشد از اختصاص تختِ زر و تاجِ زر و پیلِ خاص

رفت شتابندہ با ورنگ گاہ | کرد رواں جملہ بفرمانِ شاہ
الغرض آں پیل وہماں تاج وتخت | ق کاں نرسد جز بخداوندِ بخت
دید شہنشہ چو مہیّا بہ پیش | روئے کرم کرد بہ دلبندِ خویش
گفت کہ ایں افسر وایں پیل وگاہ[1] | بہرِ ترا داشتہ بودم نگاہ
نیست مرا بہتر ازیں ہیچ چیز | تا دہم از دیدہ بچشمِ عزیز

یہ ہدیہ دیکر ناصرالدین نے بیٹے سے فرمایش کی کہ میری آرزو یہ ہے کہ میرے باپ کی دو یادگار چیزیں جو تجکو پہونچی ہیں ایک تو چترِ سپید ایک کلاہ سیاہ یہ پہلے اپنے سر پر رکھ پھر مجکو دے ڈال۔ دوسرے روز کیقباد نے اِس فرمایش کی تعمیل کی۔ جو شخص یہ چیزیں لے کر آیا تھا ناصرالدین نے اُس کو انعام دیا:۔

گفت بفرزند کہ درخوردِ شاہ | چترِ سپید آرو کلاہِ سیاہ
تا چو رآں چتر و کلاہِ سیاہ | کرد مہیّا در واں سوئے شاہ
ہر دو فرستاد بحکم شہی | بر شہِ شرق آں دو نشانِ مہی
شاہ شد از دیدنِ آں تخت شاد | بستد و بوسید و بسر بر نہاد
داد بآرندۂ آں ہر دو چیز | خلعتِ خاص و زرِ بسیار نیز

ناصرالدین کی نصیحتیں فرزند دلبند کو

ایک شب پھر دونوں کی ملاقات ہوئی تو ناصرالدین نے فرزند دلبند کو ازراہ دل سوزی بہت سی نصیحتیں کیں جن کی نظم میں خسرو شعرا نے کمال سخن گستری

[1] تخت

کی داد دی ہے :-

چوں سخن رفت بسے داوری ۔ دور در آمد بہ نصیحت گری

داد نخستش بدعاے پناہ ۔ کایزدت از حادثہ دار د نگاہ!

ریخت پس آں گاہ بمہرِ تمام ۔ داروے تلخش ز نصیحت بہ کام

کاے پسرا از ملک و جوانی مناز ۔ ناز بدو کن کہ شد او بے نیاز

خشم بہر جرم میاور بکس ۔ ز آتشِ سوزندہ نگہدار خس

چوں بگنہ معترف آید کسے ۔ عفو نکوتر ز سیاست بسے

در حقِ آں کش برخود داشتی ۔ دیر خصومت شو و زود آشتی

ھر کہ زند در رہِ اخلاص گام ۔ کار برو کن بعنایت تمام

واں کہ برآرد بخلافت سرے ۔ سر بزنش پیش کہ گیرد برے

خُرد مبیں دشمنِ بد زہرہ را ۔ آب دہ از زہرۂ او دہرہ را

دشمنِ خود خرد نباید شمرد ۔ ور نہ بہ دنداں چہ کند سنگِ خُرد؟

گرچہ جہاں جملہ ہوا خواہِ تست ۔ ہم بکَن آں خار کہ در راہِ تست

دشمن اگر دوست نماید بپوست ۔ فرق کن از دشمنِ خود تا بدوست

جاے مدہ دشمنِ کیں توز را ۔ گوش مکن گفتِ بدآموز را

خاص کن آں را کہ خرد ہست بیش ۔ راہ مدہ بے خبراں را بخویش

گرچہ دلت ہست فراست شناس ۔ گفتِ کساں نیز ہمی دار پاس

باشد اگر سوے مہمیت روے — رخصتِ تدبیر شناساں بجوے
گر شود ت خصم بتدبیر رام (تابع ۱۲) — تیغ نشاید کہ کشی از نیام
حق چو ترا جاے بزرگاں سپرد — خویشتن خرد نباید شمرد
جد چو ترا داد کم و بیشِ خویش — بیش و کم از وے نہ کمی و نہ بیش
بیش کن آنہا کہ ز یزداں بود — کم کن ازانہا کہ نہ فرماں بود
چشمِ رعایت ز رعیّت مگیر — تا بود ت ملک عمارت پذیر
عدل بود مایۂ امن و اماں — بیش کن ایں مایہ زماں تا زماں
دادگری کن کہ ز تاثیرِ داد — بس درِ دولت کہ توانی کشاد
تا بزمانے کہ تو باداے بسے — نشنود آوازِ تظلّم کسے
دولتِ دنیا کہ مسلّم تراست — جانبِ دیں کوش کہ آں ہم تراست
دولتِ جاوید نبردہ است کس — نامِ نکو دولتِ جاوید بس
پیشہ نکوئی کن و از بد بترس — از بدِ کس نے ز بدِ خود بترس
نیت خیرت اگر امروز خاست — وعدہ بفردا مفگن کاں خطاست
یافتی از کشتِ ازل خوشہ — راست کن از بہرِ ابد توشہ
ترسِ خداوندِ جہاں کن بدل — تا ز خداوند نمانی خجل
کار چناں کن کہ بہنگامِ کار — از درِ یزداں نشوی شرمسار
چوں بوغا جہد کنی در جہاد — باش گراں جنبش و دیر ایستاد

باز طلب صحبتِ مردانِ پاک | صحبتِ آلودہ رہا کن بخاک
ہوش براں نہ کہ شوے ہوشیار | تا کہ بغفلت نرود روزگار
غفلتِ شاہ است زیانِ ہمہ | خوابِ شبان ہست بلاے رمہ
شاہ بود از پئے پاسِ جہاں | خواب نشاید کہ کند پاسباں
چوں تو خوری بادہ کا فور بو | پس غمِ گیتی کہ خورد؟ خود بگو
پیشۂ تقویٰ است پسندیدہ فر | از ہمہ وز شاہ پسندیدہ تر
چوں ہمہ کس خدمتِ سلطاں کنند | ہر چہ ز سلطاں نگرند آں کنند
کوششِ پوشیدہ کن اندر شراب | تا نشود رکنِ شریعت خراب
شاہ بدیں گونہ بفرزندِ خویش | داد بسے زادِ نو۔ از پندِ خویش

ناصرالدین نے رو رو کر یہ نصیحتیں تمام کیں۔ آدھی رات ہو گئی تھی۔ قیام گاہ کو مراجعت فرمائی اور کہا کہ کل کوچ کا ارادہ ہے آخری وقت ملاقات کے لئے صبح پھر آؤں گا۔

وداعی ملاقات جدائی کی گھڑی آ پہونچی۔ صبح دم دونوں لشکروں کا کوچ شروع ہو گیا۔ ڈیرے خیمے لدنے لگے ایک نے مشرق کی اور دوسرے نے مغرب کی راہ لی۔

ناصرالدین رخصتی ملاقات کے لئے دریا پار اترا۔ یہاں کیقباد پہلے ہی سے باپ کے انتظار میں کمر بستہ کھڑا تھا۔ دونوں ایک چبوترہ پر (جو اس ملاقات کے لئے مخصوص)

کیا گیا تھا جا بیٹھے۔

تنہائی کا وقت تھا مصالح ملک داری کی نسبت کچھ راز کی باتیں ہوئیں۔ باپ نے بیٹے کو سمجھایا کہ فلاں شخص تیرے چمنِ دولت میں زہریلا کانٹا ہے اُس کو جلد نکال کر پھینک دے اور فلاں شخص کو اپنا مشیر بنا۔ بیٹے نے باپ کی یہ نصیحت دل و جان سے سنی اور گرہ باندھی پھر دونوں رخصتی معانقہ کے لئے کھڑے ہو گئے اور باپ نے رو رو کر اپنا دردِ دل سنایا (ان خیالات کی ترجمانی طوطیِ ہند نے اپنے اشعار میں نہایت سوز و گداز سے کی ہے) آخر کار معانقہ کیا اور آنسو بہاتا اپنی کشتی پر سوار ہو گیا اُدھر کشتی چلی اِدھر کیقباد چیخیں مار مار کر رونے لگا جب کشتی نظر سے اوجھل ہو گئی تو گھوڑے پر سوار ہو اپنے خیمہ گاہ کو روانہ ہوا خیمہ کے پردے چھڑوا دیے لوگوں کا آنا جانا بند کیا اور باپ کی یاد میں دن بھر پڑا روتا رہا۔

شب چو وداعِ مہ و سیّارہ کرد	صبح دم از مہر قبا پارہ کرد
کوکبۂ شرق سوے شرق تافت	لشکرِ مغرب سوے مغرب شتافت
سرورِ مشرق بوداعِ پسر	گریہ کناں کرد ز دریا گذر
خاص شد از بہرِ وداعِ دو شاہ	چوترہ بالستہ آرام گاہ
خلوت ازیں گونہ کہ محرم نبود	ہیچ کس از خلوتیاں ہم نبود
آنچہ بُد از مصلحتِ ملک راز	یک بدگر ہر دو نمودند باز

کاں چمن از خار[1] تہی کردنی ست — واں گلِ رنگیں بکف آوردنی ست
در حقِ ایں شوخ بکرم رہنموں — واں دگرے را بزمیں ریز خوں
آں ہمہ گفتارِ پدر کیقباد — دل نتواں گفت کہ در جاں نہاد
از پسِ آں، ہر دو بپا خاستند — عذرِ بد و نیک ہمی خواستند
خستہ پدر از دلِ پر خون و ریش — دست درآورد بہ دلبندِ خویش
نالہ ہمی کرد کہ اے جانِ من — جاں نہ از آنِ دگرے زانِ من
چوں تو شدی، دل ز کہ جوید ترا — ویں بکہ گویم؟ کہ بگوید ترا
بے خبرم بہرِ تو، شب تا بروز — گر خبرت نیست چنینم مسوز
سوختہ شد جانِ غم اندوختہ — تا چہ شود؟ حالِ من سوختہ
کاش نبودی دو سہ روزی وصال — تا نشدے دیدہ اسیرِ خیال
اے ز تو در دیدۂ تاریک نور! — مردمیٔ کن مشو از دیدہ دور
صبر مفرما کہ صبوریم نیست — دور ز تو طاقتِ دوریم نیست
گرچہ ترا ہم کششے در دل ست — آنچہ کہ من می کشم آں مشکل ست
چند کنی از پئے رفتن شتاب — یک دمے از سوختگاں رو متاب
با تو اگر ہمرہیم مشکل ست — اشکِ منت ہمرہِ صد منزل ست
خامۂ من زیں پس و تحریر درد — اشکِ رواں یکّہ بیاباں نورد

---

[1] حضرت خسرو کے حسنِ اخلاق نے اُس شخص کا نام ظاہر کرنے کی اجازت نہیں دی۔ مگر مورخین نے بالاتفاق بیان کیا ہے کہ ناصر الدین کی یہ آخری نصیحت ملک نظام الدین دادبک کی نسبت تھی جو عہدِ سلطنت کی فکر میں تھا ۱۲

آه! کہ صبر از دل و تن می رود | خونِ من از دیدۂ من می رود
چون شغبِ نالہ ز غایت گذشت | گریہ و زاری ز نہایت گذشت
یک نفسے زاں نمط از ہوش رفت | کش ہمہ فرزند ز آغوش رفت
واں خلفِ پاک ہم از دردِ دل | خاکِ رہ از گریہ ہمی کرد گل
بستہ دل و جاں بوفاے پدر | دیدہ ہمی سود بپاے پدر
اشک فشاناں بدلِ دردناک | مردمکِ دیدہ فتادہ بخاک
ہر دو بجاں شیفتۂ یک دگر | دوختہ بودند نظر با نظر
روے بہم کردہ چنیں تا بدیر | ہیچ نگشتند ز دیدار سیر
عاقبت الامر در آں اتفاق | چونکہ ندیدند گزیر از فراق
ہر دو رخِ خوں شدہ عنّاب رنگ | یک دگر آغوش گرفتند تنگ
رفت پدر پاے بکشتی نہاد | دیدہ رواں از مژہ طوفاں کشاد
گریہ کناں با دلِ بریانِ خویش | کشتیِ خود راند بطوفانِ خویش
او شدہ زیں سو پسرِ دردمند | آہ بر آورد ببانگِ بلند
گریہ ہمی کرد زمانے دراز | سوے پدر داشتہ چشمِ نیاز
راندہ ہمی از مژہ سیلابِ خوں | تا ز نظر کشتی شہ شد بروں
دید چو خالی محل از شاہِ خویش | رخش رواں کرد بہ بنگاہِ خویش
رفت بہ لشکر درِ خرگاہ بست | وآمد و شد راز میاں راہ بست

جامہ بفغاں یار دو فغاں می درید | جامہ رہا کن تو کہ جاں می درید

کیقباد کی مراجعت دلّی کو

اودھ سے سلطان معزالدین کیقباد کے لشکر کا کوچ عین برسات کے موسم میں ہوا۔ آسمان پر گھٹا کا شامیانہ جنگل سبزہ زار دھان کے کھیت لہلہے باغوں میں آموں کی کثرت ندی نالے چڑھے ہوئے۔ راہ رستے پانی کا تختہ بنے ہوئے۔ گنگا کی گھاٹ تک یہی کیفیت تھی۔ کیچڑ پانی کی وجہ سے لشکر کے اونٹ گھوڑوں کی جان آفت میں تھی۔ منزل پر پہونچکر گھاس چارہ تو افراط سے ملتا لیکن دانہ مشکل سے نصیب ہوتا تھا

کرد چو رہ در سرطان آفتاب | چشمۂ خورشید فرو شد بآب
ابر سراپردہ ببالا کشید | سبزہ صفِ خویش بصحرا کشید
تندیِ سیلاب زبالاے کوہ | از شغب آورد زمیں را ستوہ
برق بہر سوے بتابے دگر | دشت بہر جوے بآبے دگر
شالی سرسبز ندانم زچیست | کآب گذشتش زسر آنگاہ زیست
غوطۂ مرغابیِ رعنا بجوے | از سرِ طوفاں شدہ پایاب جوے[1]
آبِ رواں گشتہ بہر سایۂ | یافتہ از میوہ زمیں مایۂ
ابر دُرافشاں بیشۂ دریا نوال | ابر شِ خود راند بدار الجلال
آب فراخ ہمہ رہ تا بہ گنگ | آمدہ لشکر ہمہ از آب تنگ

---

[1] پایاب جوے۔ مرکب قافیہ ہے لفظ پایاب اور جوے بمعنی جوینده ۱۲

پائے ستوراں بزمیں در شدہ　　گاوِ زمیں راسمِ شاں سر شدہ

بود بہر جا کہ نزولِ سپاہ　　تنگی جو بود و فراخی کاہ

سلطان کیقباد دلّی پہونچا

سلطانی لشکر منزل بمنزل کوچ کرتا ہوا دلی پہونچا تو کوکبۂ شاہی بڑی شان وشوکت سے شہر کے اندر داخل ہوا۔ ہاتھی گھوڑے سوار پیادے تیغ زن تیر انداز نیزہ بردار علم بردار جلو میں۔ رایت دولت کا پرچم اُڑتا ہوا سلطانِ جم جاہ گھوڑے پر سوار۔ سر پر چتر سیاہ کا سایہ گرداگرد برہنہ تلواریں قطار در قطار۔ اِس دہوم سے سواری درِ دولت پر پہونچی۔ رخشِ سلطانی کے قدموں پر بہت سا زر و جواہر نثار کیا گیا۔ نقارے پر چوب پڑی شادیانے بجنے لگے مطربوں نے مبارک بادکا راگ الاپا۔ رقاصوں نے ناچنا شروع کیا۔ حضور والا گھوڑے کی باگ روکے یہ تماشا دیکھتے ہوے آہستہ آہستہ چل کر دولت خانے میں جا اُترے اُس وقت فرقِ مبارک پر رسمِ نثار ادا ہوئی زمین پر زر و گوہر کا فرش ہوگیا۔ بخیر و عافیت سفر سے واپس آنے کی خوشی میں کئی دن تک شاہانہ جشن کئے انعام واکرام اور خیرات و مبرّات میں خزانے لٹائے۔

رخش طلب کرد شہِ کامگار　　شد بگہِ چاشت بدولت سوار

از روشِ پیل گراں تا گراں　　سر بسرِ اندامِ زمیں شد گراں

صفِ سیاہ از علمِ سرخ و زرد　　نسخۂ[1] دیباچۂ نوروز کرد

---

[1] نسخہ کردن = نقل کرنا ۱۲

شہ بتہ چترِ سیہ می چمید — اوّلِ شب صبح دوم می دمید
تیغ بہ پیرامنِ چترش قطار — ابر یکے قطرۂ آبش ہزار
بود بیک جاے صفِ تیغ و تیر — ہم چو نیستاں بلبِ آب گیر
بانگِ روا رو کہ برآمد بلند — غلغلہ در گنبدِ گردوں فگند
کوکبہ چوں فلک آراستہ — گردِ ظفر تا بہ فلک خاستہ
شاہ بدروازۂ دولت شتافت — داد بدروازہ کشادے کہ یافت
توسنِ شہ راز نثار فگناں — گشت مکلّل بجواہر عناں
کوس خبر کرد بگوش از خروش — در خبرش بیخبری یافت گوش
نغمۂ مطرب ز گلوگاہِ ساز — گوشِ نیوشندہ ہمی کرد باز
ماہوشاں چرخ زناں پای کوب — گشتہ ہمہ از رہِ شہ خاکروب
شاہ بنظّارۂ آں کارگاہ — نرم تریں راند فرس را براہ
نرم ہمی راند و عناں می کشید — تا بشرف خانۂ دولت رسید
بسکہ فشاندند ز ہر سو نثار — فرشِ زمیں شد ز دُرِ شاہوار
جشنِ فریدون و طرب گاہِ جم — تازہ شد از مجلسِ شاہِ عجم
از دلِ خواہندہ بتاراجِ گنج — خواستہ می داد و ہمی برد رنج

ملک نظام الدین کا انجام

امیر صاحب نے توکیقباد کو دلّی پہونچا کر مثنوی کا قصہ ختم کردیا ہے۔ مگر تواریخ[۵] سے ثابت ہے کہ کیقباد نے دلی پہونچنے

[۵] تاریخ برنی و بدایونی ۱۲

کے بعد سلطان ناصر الدین کی وہ نصیحت جو بوقت وداع کی تھی

درحقِ ایں تو بکرم رہنموں   واں دگرے را بزمیں ریز خوں

یاد رکھی اور اس پر عمل کیا۔ بعض سرداروں کو قید کر دیا بعض دامن کوہ کی طرف بھاگ کر آوارہ ہو گئے۔

فیروز خاں خلجی کو شایستہ خاں کا خطاب دے کر اقطاع بَرن (بلند شہر) سپرد کیے گئے۔[۱]

ملک نظام الدین اقطاع ملتان کے لئے نامزد ہوا۔ وہ بھی اس تغیّر کی لم سمجھ گیا جانے میں لیت ولعل کرتا رہا بعض مقربوں نے سلطان کے اشارہ سے کوئی چیز پلا کر اُس کا کام تمام کر دیا۔[۱]

یہ شخص بڑا مدبّر اور کارداں سردار تھا۔ مگر سلطنت کی ہوس اُس کے حق میں آخر کار زہر کا گھونٹ بن گئی۔

خسرو کی ملازمت کا حال بر سبیل اجمال

امیر صاحب دور معزی سے پہلے ملوک و خوانین کے ندیم اور درباری شاعر رہ چکے تھے اور ان کے کمال سخنوری کا شہرہ ایران و توران تک پہونچ لیا تھا۔

وہ اوّل اوّل ملک چھجّو کے ندیم دلی میں رہے پھر شہزادہ بغرا خاں کے ندیم سامانہ میں رہے اور اُس کے ہمراہ سفر بنگال کیا۔ جب یہ شہزادہ سلطانِ لکھنوتی بنایا

---

[۱] تاریخ برنی و بدایونی ۱۲

گیا تو امیر صاحب ترک ملازمت کر کے دلّی واپس چلے آئے۔ بعد ازاں قاآنِ ملک سلطان محمد خاں کے پاس دربار ملتان میں رہے جس معرکے میں سلطان محمد خاں شہید ہوا خسرو اسیر مغل ہو گئے۔ اس قید سے کسی طرح رہا ہو کر دلّی آئے۔ پھر اپنی والدہ اور عزیزوں کے ساتھ پٹیالی چلے گئے اور وہاں اُس زمانے تک مقیم رہے کہ سلطان معز الدین کیقباد تخت نشین ہوا اور اُس نے امیر صاحب کو دلّی بلایا لیکن اس اندیشہ سے کہ ملک نظام الدین ان کا مخالف تھا دربار معزّی میں جانا خلاف مصلحت سمجھا اور اس خطرہ سے بچنے کے لئے حاتم خاں خان جہاں کے پاس چلے گئے اور اُس کی ندیمی اختیار کر لی۔

حاتم خاں خان جہاں سلطان بلبن کا مولازادہ اور نامور سردار تھا۔ یہ امر تحقیق نہیں ہوا کہ جس وقت خسرو خانِ جہاں کے دربار میں گئے تو وہ کہاں تھا؟ اور کس عہدہ پر تھا؟ قیاس غالب یہ ہے کہ وہ اودھ ہی میں کسی عہدہ پر تھا اور اودھ کے مجمع میں وہ اور اُس کے ساتھ خسرو بھی موجود تھے قصائد خسرو میں ایک قصیدہ ہے جو دربار اودھ کی تہنیت میں انشا کیا گیا ہے اس قصیدہ سے بھی خانجہاں اور خسرو کا اس موقع پر موجود ہونا قرینِ قیاس ہے۔

سلطان ناصر الدین اور کیقباد کی دوسری ملاقات کے ذکر میں امیر صاحب فرماتے ہیں۔

صفّ حریفاں ز دو جانب قطار　　　　ہر یک ازایشاں ملک نامدار

بانگِ ندیمانِ قصیدہ سرا   باز رسانیدہ سخن بر سما

اس محلس میں کہ دونوں بادشاہ و ملوک و اُمرا موجود تھے شعرا نے اپنے قصیدے سنائے غالباً طوطی ہند نے بھی اپنا قصیدہ سنایا ہوگا۔اس قصیدہ کے منتخب اشعار یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

قصیدہ

زہے! ملک خوش چوں دو سلطاں یکے شد   زہے عہد خوش چوں دو پیماں یکے شد

دو چیز از دو سو سر برآورد از در   زمیں زاں دو ابرِ دُر افشاں یکے شد

پسر بادشاہ و پدر نیز سلطاں   کنوں ملک بیں چوں دو سلطاں یکے شد

ز بہرِ جہاں داری و بادشاہی   جہاں را دو شاہِ جہانباں یکے شد

یکے ناصرِ عہد محمود سلطاں   کہ فرمانش در چار ارکاں یکے شد

دگر شہ معزّ جہاں کیقبادے   کہ در ضبطش ایران و توراں یکے شد

بدیو و پری گوے اے بادِ! کاینک   دو وارث بملکِ سلیماں یکے شد

کنوں روے در چیں نیارند ترکاں   بہندوستاں چوں دو خاقاں یکے شد

بروں شد دوئی از سرِ ترک و ہندو   کہ ہندوستاں با خراساں یکے شد

بصد میہمانی صلا داد عالم   چو بر خوانِ شاہی دو مہماں یکے شد

خان جہاں کو اقطاع اودھ کی حکومت ملی | امیر صاحب اِسی مثنوی میں فرماتے

ہیں کہ جب لشکر کیقباد اودھ سے واپس چلا اور کنت پور کی حد میں پہونچا تو خان جہان کو اقطاع اودھ کی حکومت عطا ہوئی خسرو تو پہلے ہی سے اُس کے ملازم تھے اور وہ ان کا بڑا قدر دان و محسن تھا اِس لئے اُس کے ساتھ اودھ میں رہنا پڑا۔

با عَلَمِ فتح دراں راہِ دور ۔۔۔ سایہ فشاں شد بحدِ کنت پور
خانِ جہاں حاتمِ مفلس نواز ۔۔۔ گشت باقطاعِ اودھ سر فراز
از کفِ جود و کرم حق شناس ۔۔۔ کرد فراہم سپہِ بے قیاس
من کہ بُدم چاکرِ او پیش ازاں ۔۔۔ کرد کرم آنچہ کہ بد پیش ازاں
تا زچناں بخششِ خاطر فریب ۔۔۔ بندہ شدم لازمۂ آں رکیب
در او دم بُرد ز لطفے چناں ۔۔۔ کیست کہ از لطف بتابد عناں؟
غربت از احسانش چنانم گذشت ۔۔۔ کم وطنِ اصل فراموش گشت
در[۱] اودھ از بخششِ او تا دو سال ۔۔۔ ہیچ (کہ مرا ۱۲) غم و نالہ نبود از منال

خسرو کی رخصت دربار خان جہاں سے

امیر صاحب کو وطن سے جدا ہوئے قریب دو سال کے ہو گئے تھے مادر مہربان اُن کے فراق میں بے تاب تھیں پیہم خطوط بھیجتی تھیں کہ جلد آؤ اُن کا دل بھی وطن کی یاد

۱؎ اِس شعر میں قیام اودھ دو سال بیان کیا ہے لیکن یہ عرصہ کیقباد کی روانگی کے بعد سے اگر شمار کیا جائے تو حساب بالکل غلط بیٹھتا ہے۔ البتہ سنہ ۶۸۶ھ سے دو سال شمار ہو سکتے ہیں جبکہ خسرو خان جہاں کی ملازمت میں داخل ہوئے ہیں ۱۲

میں بیقرار تھا مگر خانِ جہاں کے احسانات نے اُن کے لب پر مُہرِ خاموشی لگا رکھی تھی۔

آخر کار خان جہاں سے والدہ کی تاکید اور اپنی حالت عرض کی اُس نے بخوشی دلی جانے کی اجازت دیدی اور دو کشتیاں اشرفیوں سے بھری ہوئی بطور زادِ راہ پیش کیں۔

من زپئے شرمِ خداوندِ خویش — رفتہ زجائے خود و پیوندِ خویش
مادرِ من پیرزنِ سبحہ سنج — ماندہ بدہلی ز فراقم برنج
روز و شب از دوریِ من بیقرار — سوختہ داغِ منِ خام کار
در غم و زاری ز جدا ماندنم — نامہ نویساں زپئے خواندنم
گرچہ دلم ہم زغمش بود ریش — چند گہے راہ ندادم بخویش
چوں کششِ سینہ زغایت گذشت — ق — باعثۂ دل زنہایت گذشت
حالِ خود و نامۂ اُمّیدوار — باز نمودم بخداوندگار
داد اجازت برضائے تمام — تا نہم اندر رہِ مقصود گام
خسروِ رحم زاں کفِ دریا نثار — گرم رواں کرد دو کشتیِ زر
تا زچناں بخششِ مفلس پناہ — شکر کناں پائے نہادم براہ

خسرو کی روانگی اور دلی پہونچنا

اب خسرو کمرِ ہمت باندھ کر اودھ سے چل کھڑے ہوئے۔ غمِ مادر زادِ سفر ہے اور شوقِ وطن بدرقۂ راہ چلتے چلتے ایک مہینے

میں دلّی پہونچے وطن کے در و دیوار کو دیکھکر اور دوست آشناؤں سے ملکر دل باغ باغ ہوا۔

پیاری اماں کے قدموں پر سر رکھدیا۔ اُس غم زدہ نے زورو کر پیار کیا کلیجہ میں ٹھنڈک پڑی۔ بیٹے کے بخیر و عافیت پہونچنے کی منت مان رکھی تھی اب مراد پوری ہوئی تو وہ منّت بھی پوری کی۔

شوق کشاں کرد گریبانِ من		گریہ زدہ دست بدامانِ من
حاملِ خوں کرد غمِ مادرم		زاد ہمیں بود براہ اندرم
قطع کناں راہ چو پیکانِ تیز		بلکہ چو تیر آمدہ اندر گریز
یک مہِ کامل بکشیدم عناں		راہ چنیں بود و کشش آنچناں
ہم چو مہِ عید خوش و شاد بہر		در مہِ ذیقعدہ رسیدم بشہر
خندہ زناں ہمچو گلِ بوستاں		چشم کشادم برخِ دوستاں
مرغِ خزاں دیدہ بہ بُستاں رسید		تشنہ بسر چشمۂ حیواں رسید
مُردہ دل از حالِ پریشانِ خویش		زندہ شد از دیدنِ خویشانِ خویش
دیدہ نہادم بہزاران نیاز		بر قدمِ مادرِ آزرم ساز (مہربان ۱۲)
مادرِ من خستۂ تیمارِ من	ق	چوں نظر افگند بدیدارِ من
پردہ ز روے شفقت برگرفت		اشک فشاناں ببرم درگرفت
داد سکونے دلِ آشفتہ را		کرد وفا نذرِ پذیرفتہ را

خسرو دربار معزی میں

خسروِ شعرا کو دلّی پہونچے دو ہی دن گذرے تھے کہ سلطان معزالدین کیقباد کو اُن کے آنے کی خبر لگی فورًا حاجب سلطانی دوڑا آیا کہ چلیے حضور نے یاد فرمایا ہے۔

یہ اُٹھے اور چلنے کی تیاری میں مصروف ہوتے اسی رواروی میں ایک بدیہہ قصیدہ بھی مرتب کرلیا۔

مجلس خانۂ سلطانی میں پہونچکر آداب بجالائے مگر دل میں دھکڑ پکڑ تھی (شاید اس خیال سے کہ پٹیالی میں جو فرمانِ طلب پہونچا تھا اُس کی تعمیل نہیں کی تھی) خیر قصیدہ جیب سے نکالا اور بلند آواز سے پڑھ کر سنایا۔

قصیدہ

منت ایزد را کہ شہ بر تختِ سلطانی نشست
در دماغِ سلطنت بادِ سلیمانی نشست

شہ معزالدین والدّنیا کہ از دیوانِ غیب
نامِ او بر نامۂ دولت بعنوانی نشست

کیقباد آں گوہرِ تاجِ کیاں کز زخمِ تیغ
باج از ایراں بستد و بر تختِ تورانی نشست

بخت را بنمود کایں پیشانیِ دولت کراست؟
تاج زرینش کہ بر بالائے پیشانی نشست

قصۂ دریا نگر بر گوہرِ والائے خویش
تا بگستاخی چرا بر تاجِ سلطانی نشست؟

بر سرش چوں سائباں شد چتر می گفت آسماں
سایہ را دیدی کہ با خورشیدِ نورانی نشست

تیز نتواند بعالم دیدن اکنوں آفتاب
چوں ز چترش عالمے در ظلِّ سلطانی نشست

انس و جاں از مہر گردوں در خیال افتادہ اند
مہر او تا در خیالِ انسی و جانی نشست

تا غبار با دپایش چشم جاں را سرمہ داد | خاک را برمنتِ ہر دیدہ تابانی نشست
از زبانِ تیغ تا از بہرِ سر ہا شانہ ساخت | در سرِ ہر کس کہ بد موے پریشانی نشست
روز ہیجا از خیالِ ناوکِ ترکان او | نیستانی در دلِ شیر نیستانی نشست
در دلِ بدخواہ پیکانش کہ از خوں لعل گشت | گوئیا در سنگِ خارا لعلِ پیکانی نشست
ابر دستا! داد در دستت خدا تیغے چو آب | تا غبارِ کافر از راہ مسلمانی نشست
چوں بہ تختِ سلطنت بنشستی از حکمِ ازل | تا ابد بنشیں کہ آنجا ہم تو میدانی نشست
زاں کمرہاے مرصّع کز تو بربستند خلق | ہر بزرگے تا کمر در گوہرِ کانی نشست
ابر صد بار آبروے خویش را بر خاک ریخت | پیشِ ابرِ دستِ تو کاندر دُر افشانی نشست
بردرِ قصرِ چو فردوسِ تو رضوانِ بہشت | شاخِ طوبیٰ را عصا کرد و بدربانی نشست
دید قصرِ شاہ را با بُرجِ جوزا ہم کمر | بندہ خسرو چوں عطارد در ثناخوانی نشست

چشمِ تو بیدارِ دولت باد تا از عونِ بخت!
جملہ بیداراں بخسپند و تو بتوانی نشست

بادشاہ کو ان کا کلام ایسا پسند آیا کہ تمام شعراے دربار اُس کی نظر میں پھیکے پڑ گئے از راہ بندہ پروری اِن کا وظیفہ مقرر کیا اور دو بدرے درم کے نقد عنایت فرمائے اور اپنے ندیمانِ خاص کے زمرے میں منسلک کرلیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں

بعد دو روزے کہ رسیدم زراہ | زآمدنم زود خبر شد بشاہ
حاجبے آمد بشتابِ بندگی | داد نویدم بصفتِ بندگی

خاستم و برگِ شدن ساختم   مدحتے تازہ بپرداختم
رفتم و رُخسارہ نہادم بخاک   تن ادب آموز و دل اندیشناک
نقشِ طرازیدہ (قصیدہ مدحیہ ۱۲) کشادم زبند   کردمش انشا (پڑھنا ۱۲) و ببانگِ بلند
شہ چو درِ پیچیدہ من دیدہ تر   مُہرہ بچید از نُدماے دگر
داد باحسان رہی پرورم   جامگی (تنخواہ ۱۲) خاص و دو بدرہ درم

کیقباد کی فرمایش جب بادشاہ اپنے بذل و کرم سے خسرو کو ممنون کر چکا تو ان کے کمال سخنوری کی ستایش کے بعد کہا کہ تمہارے فن سے ہماری بھی ایک غرض متعلّق ہے اگر تم فکرِ سخن کرو تو ہماری خواہش پوری ہو سکتی ہے۔ پھر ہم بھی اس کا اتنا صلہ دیں گے کہ آیندہ طلبِ مال و زر سے بے نیاز ہو جاؤ گے، خسرو نے عرض کیا کہ حضور والا! میں تو یہی ٹوٹی پھوٹی فارسی جانتا ہوں اگر اس سے وہ غرض پوری ہو سکے تو میں اپنی خوش قسمتی سمجھوں گا سلطان نے کہا ”میری خواہش یہ ہے کہ تم تکلیف گوارا کر کے میری اور میرے باپ کی ملاقات کا حال اور جو ماجرا میرے اور اُن کے درمیان گذرا ہے ایسی سحر بیانی سے نظم کرو کہ باپ کی مفارقت جس وقت مجکو پریشان کرے وہ نظم پڑھ کر دل کو تسلّی دے لیا کروں“

اتنا کہہ کر خازنِ دولت کو اشارہ کیا وہ خسرو کو اپنے ساتھ لے گیا اور اشرفیاں اور خلعتِ شاہانہ دیا۔

گفت کہ ”اے ختمِ سخن پروراں!   ق   ریزہ خورِ خوانچۂ تو دیگراں

از دلِ پاکت کہ ہنر پرورست | ہمت مارا طلبے در سرست
گر تو دریں فن کنی اندیشہ چیست | از تو شود خواستۂ من درست
خواستہ چندانت رسانم زگنج | کز پئے خواہش نبری ہیچ رنج"
گفتمش "اے تاجورِ جم جناب! | بخت ندیدہ چو تو شاہے بخواب
من کہ بوم داعی مدحت طراز | تا چو توے رابمن آید نیاز
باغ نہ از گل طلبد رنگ و بوے | ابر نہ از قطرہ بود آب جوے
حاصلم از طبع گزد فکرِ سست | نیست مگر پارسیِ نادرست
گر غرضِ شاہ برآید بدان | دولتِ من روے نماید بدان"
گفت "چناں باید ام اے سحر سنج! | کز پئے من روے نہ پیچی زرنج
جسمِ سخن را بہنر جاں دہی | شرحِ ملاقاتِ دو سلطاں دہی
نظم کنی جملہ بسحرِ زباں | قصۂ من با پدرِ مہرباں
تا اگرم ہجر در آرد زپاے | آیدم از خواندنِ آں دل بجاے"
ایں سخنم گفت و بگنجورِ جود | از نظرِ لطف اشارت نمود
برد مرا خازنِ دولت چو باد | مُہر زر و خلعت شاہا نہم داد

تصنیف مثنوی

چونکہ یہ الطافِ شاہانہ بغیر سابقہ خدمت کے تھے اِس لئے خسرو شرمندۂ احسان ہوکر بارگاہ سلطانی سے اپنے گھر آئے اب تو جو خدمت سپرد ہوئی تھی اُس کی بجاآوری فرض ہو گئی۔

کنج عزلت اختیار کیا اور سب سے ملنا جلنا چھوڑ دیا۔ یار و مددگار تھے تو یہی قلم دوات اور کاغذ۔ ۳۶ سال کی عمر تھی اور فکر سخن کا دریا جوش و خروش پر۔ تین مہینے تک شب و روز محنت کرکے مثنوی کا خاکہ کھینچ لیا اور تین مہینے اُس کی کتابت و آرایش و پیرایش میں صرف کئے۔ غرض کہ چھ مہینے میں اس مثنوی کو سلطان معزالدین کیقباد کے مطالعہ کے قابل بنا دیا۔ رمضان کا مہینہ تھا اور سنہ ۶۸۸ھ۔

از درِ شہ با ہمہ شرمندگی — آمدم اندر وطنِ بندگی
خم شدہ از بارِ گہر گردنم — فرض شدہ خدمتِ شہ کردنم
گوشہ گرفتم۔ ورقِ دل بدست — عقل سراسیمہ و اندیشہ مست
روے نہاں کردم از ابنای جنس — نے غلطم بلکہ خود از جنّ و انس
آبِ معانی ز دلم زاد زود — آتشِ طبعم بقلم داد دود
چوں بتوکّل شدم اندیشہ سنج — سینۂ خاکیم بروں داد گنج
ہمّتِ مردانہ بہ بستم بکار — ریختم از خامہ دُرِ شاہوار
باز نیاسود قلم تا سہ ماہ — روز و شب از نقشِ سپید و سیاہ
تا ز دلِ کم ہنر و طبعِ سست — راست شد این چند خطِ نادرست
ساختہ گشت از روشِ خامۂ — از پسِ شش ماہ چنیں نامۂ
در رمضان شد بسعادت تمام — یافت قِراں نامۂ سعدین نام
آنچہ بتاریخ ز ہجرت گذشت — بود سنہ شش صد و ہشتاد و ہشت

سنہ ۶۸۸

سالِ من امروز اگر بر رسی — راست بگویم ہمہ شش بود وسی[۳۶]
زین نمط آراستہ بکرے چو ماہ — باد قبولِ دلِ دانائے شاہ

خاتمۂ مثنوی خسرو نے اس مثنوی کا ایک طولانی خاتمہ لکھا ہے جو مختلف مضامین پر مشتمل ہی۔ اُس کے مطالعہ سے اس مثنوی کی نسبت اور حضرت خسرو کی عادات و اخلاق کے بارے میں بعض مفید معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ ان معلومات کا ذکر ہم ذیل میں کرتے ہیں:۔

اپنی محنت اس مثنوی کی تصنیف میں خسرو نے جو محنت اٹھائی ہے اُس کا ذکر اس طرح کیا ہے کہ یہ مضامین میں نے خونِ جگر پی کر اور پیشانی کا پسینہ بہا کر پیدا کئے یہ مجھکو ایسے عزیز ہیں کہ کبھی ان کو جگر میں رکھتا ہوں کبھی پیشانی پر جگہہ دیتا ہوں۔

کس چہ شناسد کہ چہ خوں خوردہ ام — کایں گُہر از حقّہ برآوردہ ام
ساختہ ام ایں ہمہ لعل و گہر — از خوئے پیشانی و خونِ جگر
تا ہم از فکرتِ پنہانیش — گہہ بجگر گاہ بہ پیشانیش

تعداد اشعار مثنوی اس مثنوی کے اشعار کی نسبت فرماتے ہیں کہ میں نے اوّل بار گنتی نہیں کی تھی اُن میں سے کسی قدر کم ہو گئے ہیں اب حساب کر کے امانت دار لوگوں کو ایک مثنوی سپرد کر دی ہے اُس کے مقابلہ سے کمی و بیشی کا اندازہ ہو سکے گا۔

تین ۳۹۴۴ ہزار نو سو چوالیس بیتیں ہیں۔ نسّاخین سے درخواست کی ہے کہ ان میں سے کوئی بیت کم نکریں کیونکہ اس شخص کو بڑی تکلیف ہوتی ہے جس کا فرزند گم ہو جاتا ہے:۔

من چونکہ دم عددش از نخست | گم شد و سرمایہ نماندش درست
گشت ضرورت کہ کنونش بعقد | بستم و دادم با بینانِ نقد
تا چو درین بنگری اے ہوشمند! | بیش و کمش باز شناسی کہ چند
ور زجمل باز کشائی شمار | نہ صد و چار و چہل و سہ ہزار ۳۹۴۴
خواہمش از خامہ زنانِ گزیں | آنکہ نگردد و رقمے کم ازیں
زانکہ خراشیدۂ مردم بود | آہ کسے اکش خلفش گم بود

اس بیان سے یہ بھی ایک نیتجہ نکلتا ہے کہ یہ خاتمہ اختتام مثنوی سے ایک مدّت بعد لکھا گیا ہے۔

وصف نگاری وصف اشیا کی نسبت کہتے ہیں کہ "کبھی کبھی میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا تھا کہ صفات اشیا بیان کر کے اُس کا نام مجمعِ اوصاف رکھوں طرز سخن میں یہ ایک نئی ایجاد ہوگی چنانچہ اس مثنوی کے ضمن میں وہ خیال پورا کیا ہے آیندہ اِس مضمون پر قلم اُٹھانے کا ارادہ نہیں ہے"

بود در اندیشہ ام چند گاہ | ق | کز دلِ دانندۂ حکمت پناہ
چند صفت گویم و آبش دہم | مجمعِ اوصاف خطابش دہم

باز تمامِ صفتِ ہر چہ ہست | شرح دہم معرفتِ ہر چہ ہست
طرزِ سخن را روشِ نو دہم | سکّۂ ایں ملک بخسرو دہم
آنچہ ز سرجوشِ دلِ نقشبند | ق معنیِ نو بود و خیالِ بلند
موے بموے‌ش بہنر بیختم | پختہ و سنجیدہ در در ریختم
زیں پس اگر عمر بود چندگاہ | ق کم ہوس آید بسفید و سیاہ
رنگِ زیادت ندہم خامہ را | سادہ تریں نقش کنم نامہ را
کانچہ ہمی شد بدلم خار خار | یافت دریں گلشنِ رنگیں نگار

صلۂ مثنوی سے استغنا

اس مثنوی کے صلہ کی نسبت فرماتے ہیں کہ "بادشاہ نے صلۂ وافر کا وعدہ کرکے مجکو اس کام پر آمادہ کیا تھا۔ مگر میں نے اُسکی طمع میں یہ مثنوی نہیں لکھی ہے میرا سخن بجاے خود ایک خزانہ ہے اُس کے سامنے گنجِ زر کی کیا حقیقت ہے اگر بادشاہ کچھہ عطا کرے گا تو میں لے لوں گا۔ ندے گا تو مجھ کو کچھہ پرواہ نہیں۔ شاعری کی بدولت مجھہ کو جو صلہ ملتا ہے اُس کو وہ چندکرکے مستحقین میں تقسیم کردیتا ہوں۔"

"اوّل مرتبہ جو بادشاہ نے کرم کیا تھا وہ بھی اس محنت کا معاوضہ نہیں ہوسکتا سب جانتے ہیں کہ اتنے موتی دو تین بدرہ زر کے مقابلے میں کون دیتا ہے۔ اگر سلطان مجھکو فریدوں و جمشید کا سا خزانہ بھی عطا فرماے تو میرے ایک حرف کا صلہ نہو گا میرا اصلی مقصد تو بقاے نام ہے جو کوئی اس مثنوی کو دیکھیگا مجکو یاد کریگا۔

گرچہ شہ از بہرِ چنیں نامۂ | داد مرا گرمی ہنگامۂ
نز پے آں شد قلمِ سحر سنج | کز پئے ایں مار نشینم بہ گنج
من کہ نہادم ز سخن گنجِ پاک | گنجِ زر اندر نظرم چیست؟ خاک
گر دہدم تاجورِ سربلند | دُر نتواں باز بدریا فگند
ور نہ دہد زآنِ خودم رائگاں | رنجہ نگردم چو تہی مائگاں
یک جو ازیں فن چو بداماں نہم | دہ کنم آں را و بصد تن دہم
شیرم و ریخ از پئے یاراں برم | نے چو سگِ خانہ کہ تنہا خورم
ایں ہمہ شربت نہ بداں کردہ ام | کآب ز دریاے کرم خوردہ ام
ہر ہمہ دانند کہ چندیں گہر | کس نفشاند بدو سہ بدرہ زر
ور دہدم گنجِ فریدوں و جم | ہدیۂ یک حرف بود - بلکہ کم

اس بیان سے منکشف ہوتا ہے کہ جس وقت تک یہ خاتمہ لکھا گیا سلطان نے حسب وعدہ اس مثنوی کا صلہ نہیں دیا تھا مگر خسرو نے فردوسی کی طرح ندمّت کا زہر نہیں اُگلا بلکہ صرف اپنا استغنا ظاہر کیا ہے -

دوسری یہ بات معلوم ہوئی کہ خسرو میں صفت ایثار اعلیٰ درجے کی تھی فکر سخن کی محنت دوسروں کے فائدہ کی غرض سے گوارا کیا کرتے تھے -

دزدانِ معنیٰ کی شکایت | پھر کہتے ہیں کہ "وصف نگاری میں جو میں نے تازہ مضامین پیدا کیے وہ میری ہی افکار کا نیتجہ ہیں! اگلے شعرا کی تقلید نہیں ہے

مگر میں تازہ مضامین زبان پر لانے سے اس لئے ڈرتا ہوں کہ لوگ سنتے ہی چوری کر لیتے ہیں اور لطف یہ کہ خود مجھ سے ہی اُس کی داد چاہتے ہیں میں شرماتا ہوں اور ان کی تعریف کر دیتا ہوں مگر وہ چور ہو کر بھی ذرا نہیں شرماتے ۔"

هر صفتے را کہ برانگیختم | شعبدۂ تازہ در و ریختم
مور شدم بر شکرِ خویش و بس | در نزدم دست بحلوائے کس
دزد نیم خانہ برِ دیگرے | خانہ کشادہ ز درِ دیگرے
ہر چہ کہ از دل دُرِ مکنوں کشم | زہرۂ آں نیست کہ بیروں کشم
زانکہ نگہ می کنم از ہر کراں | ایمنیم نیست ز غارت گراں
دزد متاعِ من و با من بجوش | شاں بزباں آوری و من خموش
نقدِ مرا پیشِ من آرند راست | من کنم احسنت کز آنِ شماست
شرم ندارند و بخوانند گرم | با من و من ہیچ نگویم ز شرم
طرفہ کہ شاں دزدِ من از شرم پاک | حاجب کالا من و من شرمناک

معارضین کا ذکر خسرو نے اپنے معارضین کا ذکر نہایت سنجیدگی و تحمّل کے ساتھ کیا ہے :-

آنکہ بنقصانِ خیالِ منند | جملہ گواہانِ کمالِ منند
بر ہنر آید ہمہ را گفت و بس | بے ہنراں را نکند یاد کس
در سخن افتد ہمہ را پیچ پیچ | چوں سخنے نیست چگویند؟ ہیچ

آنکہ ورا ور سخن آوازہ بیش — زخم زناں بروے زاندازہ خویش

ہر گل و خارے کہ رسد زیں خزاں — نے خوش ازاں گردم و نی رنجہ زاں

ہر چہ ستایش کنندم مرد ہوش — گرچہ بود راست نیارم بگوش

زانکہ چو زیں فن بعبر وراو فتم — ترسم ازیں مرتبہ دور او فتم

چرب زبانی نبود سودمند — طفل بود کش بفریبی بہ قند

آنکہ شناسندۂ ایں گوہر ست — گر ہمہ نفریں کندم در خور ست

حسّاد کا ذکر

خسرو کی شہرت اور کلام کی خوبی دیکھ کر جو لوگ جلے مرتے تھے اُن کا ذکر بھی نہایت ٹھنڈے دل اور حکیمانہ انداز سے کیا ہے۔

باز کسے را کہ حسد رہ زند — زخمہ دریں رہ نہ یکے دہ زند

گر مثل صد ہنر آرم ز غیب — ہیچ نگاہے نکند جز بعیب

صد سخنِ راست نگیرد بہ ہیچ — یک رقمِ کژ کند انگشت پیچ

گر بہ ازیں ہست گہر سفتنش — عیب بود عیبِ کساں گفتنش

ور کم ازیں مایہ رسیدش ز عیب — طفلِ رہِ ماست ز طفلاں چہ عیب؟

مدح گوئی سے بیزاری اور محتشمانِ زمانہ کی شکایت

خسرو شعرائے دَورِ معزّی کے اُمرا پر سختی کے ساتھ لے دے کی ہے۔ مگر کسی خاص شخص پر حملہ نہیں کیا بلکہ عام شکایت ہے۔

تاریخ سے بھی ثابت ہے کہ اِس عہد میں اکابر و معارف اور شریف النفس اُمرا

وملوک عزلت گزیں ہو گئے تھے۔ سفلے دون ہمّت اور جاہ طلب بادشاہ کے مقرب اور کاروبار میں دخیل تھے یہ صاف گوئی خسرو کی دلیری اور اخلاقی جرات کی بیّن دلیل ہے۔

گرمی دل نیست چو حاصل مرا | سرد شد از آبِ سخن دل مرا
تا کے دریں شیوہ بہ ننگے شوم | بے غرض آماج خدنگے شوم
نام گدائے کنم اسکندرے | خلعت عیسیٰ فگنم بر خرے
محتشمانند دریں روزگار | مس بزر اندودہ ناقص عیار
کوردل از دولت و کوتہ نظر | دولتِ شاں از دلِ شاں کور تر
گوش گرانے ہمہ ناموس جوے | سفلہ وش و دوں صفت و تنگ خوے
بے کرمے نام فروشی کنند | بے گہرے مرتبہ کوشی کنند
خوردہ بدرویش نیاز پیش | بیش رسانند بد انجا کہ بیش
گر برسانند (مثل) بر گدائے | یک درمے وہ طلبند از خدائے

پھر اسی سلسلہ میں فرماتے ہیں :۔

ایں سخن چند کہ بیخواست ست | شاعری نیست ہمہ راست ست
لیک بخواہش چو مرا نیست راہ | جز بسجدا یا بدر بادشاہ
ہرچہ بگفتم ز کسے باک نیست | زہر نخوردم غم تریاک نیست
نیت آں دارم ازیں پس براز | کز درِ شہ نیز شوم بے نیاز

پشت بخوییم نہ پناہے زکس   چوں بخداوند کنم روے وبس

مثنویاتِ نظامی کی ثنا و صفت

امیر صاحب خواجہ نظامی گنجوی کو صنف مثنوی کا اُستاد کامل مانتے ہیں اُن کی مثنویات کی خوبیوں کے معترف ہیں اور اپنے لئے بہتر طریقہ نظامی کی تقلید خیال کرتے ہیں

در ہوسِ مثنویت در دل ست   حل کنم ایں بر تو کہ بس مشکل ست

در روشے کز تو نیاید مرو   گفتِ بدم مشنو و نیکو شنو

نظمِ نظامی بہ لطافت چو دُر   وز دُرِ او سر بسر آفاق پر

پختہ از و شد چو معانی تمام   خام بود پختنِ سوداے خام

بگذر ازیں خانہ کہ جاے تو نیست   ویں رہِ باریک بہ پاے تو نیست

گفتۂ او را شنو و گوش باش   گفتِ مرا بشنو و خاموش باش

سحر ورانے کہ درو دیدہ اند   خاموشیِ خویش پسندیدہ اند

مثنوی اوراست ثناے بگو   بشنوش از دور و دعاے بگو

در ہوست می نگذارد عناں   می کشدت دل بخیالِ چناں

کوششِ آں کن کہ دریں راہِ تنگ   زاں گلِ تر بوے دہندت نہ رنگ

سوزِ سخن را نہ بہ خامی طلب   پختگیش ہم ز نظامی طلب

سوزِ تکلّف خس و خاکستر ست　　چاشنیِ سوختگاں دیگر ست

غزلِ سعدی کی ثنا و صفت

امیر صاحب صنفِ غزل میں سعدی کے معتقد، مدّاح اور مقلّد ہیں۔

ور غزلت یادِ جوانی دهد　　وز خوشیِ طبع نشانی دهد

تن زن ازاں ہم کہ کساں گفتہ اند　　ہر چہ تو گوئی بہ ازاں گفتہ اند

نوبتِ سعدی کہ مبادا کہن !　　شرم نداری کہ بگوئی سخن

اس خاتمہ کی تصنیف کا زمانہ

اگر مصنف نے کچھ تصریح نہ کی ہو تو عام دستور کے مطابق یہی خیال کیا جائے گا کہ خاتمۂ کتاب اور اصل کتاب کی تسوید کا ایک ہی زمانہ ہے۔ لیکن (تعداد اشعار مثنوی) کے عنوان میں ہم اپنا شبہ ظاہر کر چکے ہیں کہ یہ خاتمہ مثنوی سے ایک عرصہ بعد کا معلوم ہوتا ہے۔

آگے چل کر ذیل کے اشعار صاف ظاہر کرتے ہیں کہ اس وقت خسرو کی عمر چالیس ۴۰ سے گذر کر پچاس ۵۰ تک پہونچ گئی ہے مثنوی لکھی تھی چھتیس ۳۶ سال کی عمر میں۔ تو خاتمہ چودہ برس بعد کا ہوا۔

امیر صاحب خود اپنی طرف سے خطاب کرتے ہیں :-

لیک اگر پندِ من آری بگوش مصلحت آن ست کہ مانی خموش
چل شد و در سجہت آمد نشست پیش ہمیں بیش کہ افتی بہ شست
نوبتِ تو بہ ست گرانی مکن روئے بہ پیری ست جوانی مکن

لیکن اس خاتمہ کا آخر صفحہ (جہاں اس مثنوی کی نسبت چند دعائیں مانگی ہیں اور سلطان کیقباد کے حضور میں اس کی مقبولیت اور شہرت کی توقع ظاہر کی ہے) خاتمہ کی نسبت پھر الجھن پیدا کرتا ہے :-

بار خدایا! منِ غافل بہ راز ق ایں ورقِ سادہ کہ بستم طراز
گرچہ کہ امروز جمالِ من ست عاقبت الامر وبالِ من ست
عفو کن آں را کہ زنہارے اوپسیت توبہ دہ از ہر چہ برائے تو نیست
چوں ز تو شد ایں ہمہ ناچیز چیز ہم تو گنی در دلِ خلقے عزیز
عیب شناساں بہ کمینِ من اند بے ہنراں جملہ بہ کینِ من اند
تو بکرم عیبِ من عیب کوش در نظرِ عیب شناساں بپوش
بو کہ برآرد بہ چنیں نامہ نام بر در شہ خدمتِ من والسلام

یہ اخیر شعر اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ ابھی سلطان کیقباد زندہ ہے۔ تو یہ اسی زمانے کی تحریر ہے جب کہ مثنوی لکھی گئی ہے۔

ان اختلافات سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ خاتمہ کا آخر حصہ مثنوی کے

ساتھ ساتھ لکھا گیا اور پہلا حصّہ بعد میں اضافہ کیا ہوگا جب کہ خسرو علیہ الرحمۃ کی عمر ۵۰ سال کی ہوگئی تھی۔

کیقباد کا انجام کیقباد جب اودھ سے روانہ ہوا تھا تو باپ کی نصیحتیں چند روز یاد رکھیں راگ رنگ کی تعطیل کردی۔ تسبیح و مصلا سنبھالا۔ مگر ارباب نشاط کی فوجِ قاہرہ لشکر کے ہمراہ چلی آتی تھی جس نے ہفتہ عشرہ ہی میں سلطان کو مغلوب کرلیا۔ اور اثنائے سفر ہی میں توبہ ٹوٹ گئی[1] ؎

آفتِ ما بود توبہ شد ترک شرابِ خوارِ من ۔۔۔ یار گر اوست کے بود توبہ و زہدِ یارِ من

دلّی میں سامانِ شوق کی کیا کمی تھی۔ جو مشاغل پہلے تھے وہی اب تھے اس رندی و بادہ خواری نے عین جوانی میں اُس کو پیرِ ناتواں بنا دیا۔ عوارضِ جسمانی لاحق ہوئے۔ آخر کار لقوہ اور فالج نے حس و حرکت سے معذور کردیا۔ کچھ عرصہ تک علاج ہوتا رہا۔

اوائل ۶۸۹ھ میں دمِ واپسیں آپہنچا اور اُس کی عبرت انگیز شمعِ زندگی گل ہوگئی اور سلطنت بھی ہمیشہ کے لئے تُرکوں کے خاندان سے خلجیوں میں منتقل ہوگئی۔

یہ مثنوی کیقباد نے بڑے شوق سے تصنیف کرائی تھی۔ معلوم نہیں اس کی سیر نصیب ہوئی یا نہیں۔ غالباً مرض الموت کی تکلیفات نے اُس کو

---

[1] تاریخ برنی و بدایونی ؟

مثنوی کا صلۂ موعود دینے سے باز رکھا۔ اگر دیا ہوتا تو خسرو علیہ الرحمۃ اُس کا ذکر شکریہ کے ساتھ دیباچہ غرۃ الکمال میں ضرور کرتے جہاں سلطان کیقباد کی وفات کا تذکرہ کیا ہے۔

کلام پر ایک نظر

اب تک ہم نے اس مثنوی کے اصل قصے اور اُس کے متعلقات پر نظر کی ہے۔ ابھی اس مثنوی کی نظم و ترتیب اور محاسن کلام کا مطالعہ کرنا باقی ہے یہ کام اب شروع کرتے ہیں و باللہ التوفیق

خصائصِ مثنوی اس مثنوی کی ترتیب میں چند خصوصیات ایسی ہیں جن سے شعرائے عجم کی مثنویات خالی ہیں۔ لیکن یہ خصوصیات لوازم مثنوی میں شمار نہیں ہو سکتیں۔ بلکہ یہ خسروؒ کی جدت آفرینی ہے کہ اس مثنوی کو دلآویز بنانے کی غرض سے اختیار کی ہے۔

(۱) نظم عنوان (۲) تضمین غزل (۳) وصف اشیا

نظم عنوان مثنوی میں اکثر قصص، تاریخ، اخلاق، تصوف یا کوئی خاص بیان کیا جاتا ہے اور جب مضمون طویل ہوتا ہے تو اُس کی تقسیم فصول و ابواب یا داستانوں میں کیجاتی ہے اور ہر فصل یا داستان کا عنوان نثر میں ہوتا ہے۔ یہ قدیم دستور ہے۔ مگر خسرو نے اس مثنوی میں ہر داستان کا عنوان بھی نظم کیا ہے۔ اگر کل اشعار عنوان جمع کیجئے تو ایک قصیدہ ۷۲ شعر کا مرتب ہو جائے گا جس کی بحر مثنوی کی بحر سے مختلف ہے اور بحر ایسی اختیار کی ہے جس میں مضمون عنوان کی گنجائش بخوبی ہو سکتی ہے چند

اشعار عنوان بطور نمونہ نقل کیے جاتے ہیں ؎

شکر گویم کہ بتوفیقِ خداوندِ جہاں — بر سرِ نامہ ز حمد نوشتم عنواں
نامِ ایں نامہ والا ست قران السعدین — کز بلندیش بسعدین سپہر ست قراں
در تضرع بدرِ حق کہ گنہگاراں را — داد بارانِ گنہ شوے ز عینِ غفراں
نعتِ سلطانِ رسل آنکہ مسیحا بدرش — پردہ داری ست نشستہ ز پیش درواں
وصفِ معراجِ پیمبر کہ بشب روشن شد — سحر اسرائش[1] ز زلفِ سیہ مشک فشاں
۵۔ مدحتِ شاہ کہ نامش بفلک رفت چنانکہ — نقشِ آں داغ شدہ تمغۂ فلک را بر راں
در خطابِ شہِ عالم کہ بسلکِ خدمش — آیم و ایں گہر چند فشانم ز زباں
۷۔ صفتِ حضرتِ دہلی کہ سوادِ اعظم — ہست منشورِ وے از حرسہا اللہ نشاں
صفتِ مسجدِ جامع کہ جہاں ہست درو — شجرۂ طیبہ ہر سوے چو طوبیٰ بجناں
صفتِ شکلِ منارہ کہ ز رفعت سنگش — از پئے خنجرِ خورشید شدہ سنگ فشاں
۱۰۔ صفتِ حوض کہ در قالبِ سنگیں گوئی — ریختہ دستِ فلک زآبِ خضر صورتِ جاں

اس دسویں عنوان کے تحت میں اوّل تو صفتِ شہر کی طرف بازگشت ہے جس کا بیان عنوان ہفتم میں بھی ہو چکا ہے۔ علاوہ بریں کئی اور مضمون بلا عنوان ہیں مثلاً صفت مردم شہر۔ کیقباد کی تخت نشینی۔ ناصر الدین کی لشکر کشی اودھ پر۔ اور یہ بات اور جگہ بھی پائی جاتی ہے کہ صفت نگاری کے بعد اصل قصے کو بلا عنوان

[1] اشارہ ہے اس آیۂ کریمہ کی طرف سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الخ
لفظ اسریٰ جو اس آیت میں آیا ہے فعل ماضی ہے جس کا مصدر اسرا ہے جس کے معنی ہیں شب راہ رفتن۔ راتوں رات چلنا ۱۲

شروع کر دیتے ہیں۔

تضمین غزل خواجہ نظامی سکندر نامے کی داستانوں کے آخر میں دو چار شعر خیالی ساقی کی مخاطبت میں لکھتے اور اُس سے بادہ و پیمانے کی خواہش کرتے ہیں خسرو نے سلطان کیقباد کے اصلی ساقی و مغنّی سے کام لیا ہے اور اُسی کے ساتھ ایک حالیہ غزل بھی تضمین کی ہے۔

مثنوی میں غزل کا اضافہ:۔

دو تین غزلوں کے اشعار تو اصل قصے کے ضمن میں ہم لکھ چکے ہیں چند دیگر غزلوں کے چیدہ اشعار مع ساقی نامہ و مغنی نامہ یہاں نقل کرتے ہیں:۔

۱۔ فصل دے یعنی موسم سرما کی صفت کے بعد ایک غزل اپنے حسب حال کہی ہے جس کے مقطع میں حسنِ طلب بھی ہے:۔

چاکر او گشتہ سکندر بہ رزم　　　ساقیِ او خضر بہنگام بزم
بندہ زیادش بہمہ حال شاد　　　ویں غزل از حالِ منش دا دیاد

غزل

تند ہوا گرم کنوں آتش و خرگاہ کجاست　　　بادۂ روشن و رخسارۂ دل خواہ کجاست؟
آتش اینک دل و مے گریۂ خونیں تنِ من　　　خرگہ گرم و لے ماہ بخرگاہ کجاست؟

کتنا مضمون اس شعر میں چھپایا ہے! یعنی میرا دلِ سوختہ آگ بن گیا ہے اور خون کے آنسو میرے لئے بجائے شراب ہیں اور میرا جسم گرم خیمہ کی مانند ہے مگر افسوس ہے

کہ اس خیمہ کے اندر معشوق ماہرو نہیں ہے۔

دی ہمی رفت و زبس دیدہ کہ غلطید بخاک　　گفت یارب کہ کجا پائے نہم؟ راہ کجاست

(وہ کل جاتا تھا اور بہت سی آنکھیں فرشِ رہ بنی ہوئی تھیں۔ بولا "خدایا! کہاں پاؤں رکھوں؟ ان آنکھوں کے ہجوم میں تو رستہ ہی نہیں ملتا!")

مصرعۂ آخر میں جو تعجب ظاہر کیا ہے وہ نہایت پرلطف ہے ؎

ماہِ من! کور شد ایں دیدہ ز بیداریِ شب　　آخر از زلف نہ پرسی کہ سحرگاہ کجاست؟

(صبح کے انتظار میں رات بھر جاگتے جاگتے ہماری تو آنکھیں پھوٹ گئیں۔ آخر تو اپنی زلف سے کیوں نہیں پوچھتا کہ وقتِ سحر کہاں ہے؟ (یعنی) تیری زلفِ سیاہ نے یہ اندھیر ڈال رکھا ہے وہ سرکے اور تیرا رخِ تاباں کھلے تو صبح نمودار ہو۔)

عزمِ حج دارد خسرو ز پئے توبۂ عشق　　توشہ اینک غمِ دل بارگہِ شاہ کجاست؟

(خسرو کا ارادہ یہ ہے کہ حج کو جائے اور وہاں جا کر عشق سے توبہ کرے۔ لیکن زادِ راہ تو یہی غمِ دل ہے (اس سے کیا گزارہ ہوگا) کوئی یہ تو بتا دے کہ بارگاہِ سلطانی کہاں ہے؟ (وہیں سے کچھ مانگ لونگا))

۲۔ جب کیقباد کے لشکر کی تیاری ہو رہی تھی:۔

جملۂ عالم بوفا جوئیش　　خاطرِ خسرو بہ ثنا گوئیش
ایں غزل از مطربِ موزوں اصول　　یافتہ در گوشِ ہمایوں قبول

غزل

سوارِ چابکِ من باز عزمِ لشکری دارد　　دلِ من بُرد یار۔ امسال با جاں داوری دارد

من اندر خاکِ میدانش لگد کوبِ ستم گشتم ہنوز آں شہسوارِ من سرِ جولاں گری دارد

مسلماناں! نگہدارید بیچارہ دلِ خود را کہ تیر اندازِ من مست ست و کیشِ کافری دارد

توئی دیوانہ وش جاناں کہ داری سایۂ گیسو دلم دیوانہ تر از تو کہ آسیبِ پری دارد

مرا چوں صید خود کردی شفاعت میکند جانم نمی گوید "مکش" لیکن سخن در لاغری دارد

بہ بدنامی برآمد نامِ خسرو گرنپے دیدہ نہ یک تر دامنی دارد کہ صد دامن تری دارد

تردامنی کے معنی ہیں گناہ۔ اسی لفظ کو اُلٹ کر مقدارِ گناہ ظاہر کی ہے اور یہ کمال سخنوری ہے۔

۳۔ موسم خزاں کی صفت کے بعد ؎

چنگ نوازی بہ ہوا سر کشید چنگ نوازندہ نوا بر کشید

گفت بر آہنگ نمط ہائے تنگ ایں غزلِ نغز برآواز چنگ

غزل

برگ ریز آمد و برگِ گلِ گلزار برفت سرخ روئی ز رخِ لالہ و گلنار برفت

(پت جھڑ کا موسم آگیا۔ گل و گلزار کا سامان رخصت ہوا۔ لالہ اور انار کے پھولوں کی سُرخی جاتی رہی)

خونِ دل گرچہ کہ بسیار برفت اندک ماند صبر ہر چند کہ بود اندک و بسیار برفت

(اگرچہ دل کا خون بہت نکل چکا۔ پھر بھی تھوڑا باقی ہے۔ لیکن صبر تھوڑا بہت جو کچھ تھا وہ سب جاتا رہا یعنی بالکل نہیں رہا)

۱؎ کیش، مذہب و تیر دان۔ اس دوسرے معنی سے ایہام کیا ہے ۱۲ ۲؎ نمط ہائے تنگ راگ کے باریک پردے ۱۲

ہرچہ از عقل فزوں شد ہمہ عمرم جو جو　　اندریں غارتِ غم۔ جملہ بیک بار برفت

(عقل کا سرمایہ جو کچھ میں نے عمر بھر میں تھوڑا تھوڑا کر کے جوڑا تھا اس غم کی لوٹ میں دفعۃً سب غارت ہوگیا)

۴۔ صفتِ بہار کے تحت ہیں۔

شاہ دریں فصل بعشرت گری　　باگل و بلبل بطرب گستری

مطربِ بلبل نفس از نغمہ مست　　ویں غزلش بردہ ببستے ل ز دست

غزل

آمد بہار و شد چمن و لالہ زار خوش　　وقتے[1] ست خوش بہار کہ وقت بہار خوش

در باغ با ترانۂ بلبل دریں ہوا　　مستی خوش ست و بادہ خوش ست و خمار خوش

باہم و مطربے و شرابے و محرمے　　جائے بزیر سایۂ شاخِ چنار خوش

اے باد! کا ہلی مکن و سوئے دوست رو　　ما را بکن بآمدنِ آں نگار خوش

ذیل کے قطعہ بند اشعار میں بادِ صبا سے درخواست ہے کہ دو تو میرے دوست کے پاس جا اور اس کو بُلا کر لا"

پہرے دگر مگوے وہیں گو کہ در چمن　　سبزہ خوش ست و آب خوش و جوئبار خوش

گر خوش کند ترا بحدیثے کہ باز گرد　　ہیشش کن و بیار۔ مشو زینہار خوش

(اگر میرا محبوب تجھکو بات بناکر خوش کر دے اور کہے کہ واپس جا تو ہرگز خوش نہ ہونا بلکہ اس کو

---

[1] یہ جملہ دعائیہ ہے یعنی اس کو خوش بالی النصیب ہو (فعل دباد) یہاں سے محذوف ہے مثلاً "اے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی"

اپنے آگے آگے لانا]

ور ببینیش کہ مست بود خفتنش مدہ ‏ ‏ ‏ ‏ ہم ہمچنانش مست بنزدِ من آر خوش
من مستِ خوش حریفی اویم کہ آں حریف ‏ ‏ ‏ ‏ سرخوش[1] خوش ست و مست خوش و ہوشیار خوش
سروِ پیادہ[2] خوش بود اندر چمن ولیک ‏ ‏ ‏ ‏ آں سروِ من پیادہ خوش ست و سوار خوش
از وے خوش ست برشکنی[3] ہا براہِ ناز ‏ ‏ ‏ ‏ وز خسروِ شکستہ فغاں ہاے زار خوش

۵- جب وزاسیران مغل کا قتل ہوا ہی اور بادشاہ نے جشن منایا ہی یہ غزل اُس قصّے کے ذیل میں تضمین کی ہی اور اشعار کا مضمون مقتولین کی زبان سے ادا کیا ہے -

نورِ نشاط از افقِ جام تافت ‏ ‏ ‏ ‏ شہ زمے وے زعیش کام یافت
بادہمہ وقت بشادی و ناز ‏ ‏ ‏ ‏ بادہ کش و خصم کش و بزم ساز
گفت ہمی زہرۂ بربط نوازش ‏ ‏ ‏ ‏ ایں غزلِ تر ز زبانِ منش

غزل

تیغ برگیر تا ز سر برہم ‏ ‏ ‏ ‏ تیر بکشاے کز نظر برہم
آشکارا بکش کہ تا بارے ‏ ‏ ‏ ‏ ہم ز سر ہم ز دردِ سر برہم
وہ کہ شب درمیاں کنم ہردم ‏ ‏ ‏ ‏ از نورو ز سے کہ لے پسر برہم

(اے لڑکے! جب وزیر تیرے ہاتھ سے بچ جاتا ہوں تو یہ کہتا ہوں کہ اب تو شب درمیان ہے

---

[1] سرخوش جس کو تھوڑا نشہ ہو- مست جس کو زرا زیادہ نشہ ہو- سیہ مست جس کو بہت زیادہ نشہ ہو ۱۲
[2] سرو پیادہ چھوٹے قد کا سرو ۱۲ [3] برشکنی - موںھ پھیرنا - روٹھ جانا ۱۲

(یعنی اس وقت تو رہائی ملی) کل کی بات کل دیکھی جائیگی)

غمِ خسرو بگومیت کہ اگر ازرقیبانِ بے ہنر برہم

۶- جب خان جہاں مغلوں کو ہزیمت دے کر لاہور کی طرف سے واپس آیا ہی

اور کیقباد کو فتح کا مژدہ سُنایا ہی اُس موقع پر یہ غزل تضمین کی ہی-

زاوّلِ روزش بطرب تا بشام دور نشد مے زکف و لب زجام

گاہ بہر جرعہ گہر می فشاند گاہ بہر زمزمہ زرمی فشاند

(کبھی شراب کے ایک گھونٹ پر کبھی راگ کے ایک ترانے پر لوگوں کو زروجواہر انعام دیتا تھا)

عمرِ ابد باد بعیش اندرش وین غزل اندر لبِ خنیاگرش

غزل

دوش ناگہ بمنِ دل شدہ آں مہ برسید دل بمقصودِ خود المنۃ للہ برسید

آمد آں روشنیِ چشم و باستقبالش مردم دیدہ دواں تا بسر رہ برسید

آمد آں سادہ زنخ - برمنِ بیہوش زداب برسرِ تشنہ نگہ کن کہ چساں چہ برسید

گریہ بر سوزِ منش آمد و بر سوختگاں ایں چہ بارانِ کرم بود کہ ناگہ برسید

خسروا گر سدا بلہ بہشت ایں چہ عجب عجب آں ہیں کہ بہشتے بتو ابلہ برسید

مقطع کے مصرعہ اولیٰ کا مضمون اس حدیث سے ماخوذ ہی اھل الجنۃ

بلہ یعنی اکثر اہلِ بہشت بھولے بھالے آدمی ہونگے-

مصرع ثانی بادشاہ کی حالت کے مناسب ہی کہ نہ کہیں دشمن پر چڑہائی

کی نہ جنگ میں شریک ہوا۔ خدا نے گھر بیٹھے اُس بے وقوف بادشاہ کو فتح کی مسرت نصیب کی۔

۷۔ کیکاؤس اور کیقباد کی ملاقات کے بیان میں یہ غزل تضمین کی گئی ہے

ہر چہ بہ مجلس غزلِ تر زدند — جملہ بنامِ شہِ کشور زدند

بر درِ او مطربِ فرخندہ فال — دور مبادا از غزل و از غزال[1]

با خوشیٔ دل چو شود بادہ کش — زیں غزلم گوش گرا ہیں خوش

غزل

بباغ سایۂ بید است و آب در سایہ — ازیں سپس من و جاناں و خواب در سایہ

بسایۂ خفتہ بدم دی کہ یار آمد و گفت — چہ خفتہ کہ رسید آفتاب در سایہ

چو پایۂ بندِ تو شد جان در آفتاب مگرد — مسوز جانم و باز آ شتاب در سایہ

بگفتِ خسرو یکتائے زلف تا شنید — حریف و مطرب و چنگ و رباب در سایہ

۸۔ جس دربار میں ناصر الدین اور کیقباد کی ملاقات ہوئی ہے اُس بیان کے آخر میں :-

چنگی او عقل فزائے جہاں — قافلۂ عیش و نشاطِ شہاں

ایں غزل از تارِ ترنم سرائے — در سرِ او یافتہ چوں عقل جائے

---

[1] غزال - جوان رعنا ۱۲

غزل

خرم آں لحظہ کہ مشتاق بیارے برسد — آرزو مندِ نگارے بہ نگارے برسد

لذتِ وصل نداند مگر آں سوختۂ — کہ پس از دوریِ بسیار بیارے برسد

قیمتِ گل نشناسد مگر آں مرغِ اسیر — کہ خزاں دیدہ بود پس بہ بہارے برسد

خسروا! یارِ تو گر می نہ رسد خود میگو — بہرِ تسکینِ دلِ خویش کہ "آرے برسد"

۹۔ ناصر الدین اور کیقباد کی دوسری ملاقات کے ذکر میں:-

بادلِ آئینہ اسکندر رشش — ق — بادۂ خوں رنگ صفا پرورش

داد مرا ایں غزلِ پُرخیال — بر دلِ چوں آئینۂ او جمال

غزل

ز سرِ کرشمہ یک رہ گذرے بسوے من کن — بعنایتے کہ داری نظرے بروے من کن

من از آرزوت میردم دلت ارچہ نیست با من — تبکلف ار توانی شبے آرزوے من کن

منم و دلے و دردے ز غمت چو ناتوانا — بزکوٰۃِ تندرستی گذرے بسوے من کن

۱۰۔ کیقباد نے ایک روز مجلسِ نشاط دھوم دھام سے آراستہ کی ہے:-

شاہِ گراں سر ز مئے خوش اثر — بادہ مباداش گرانی بسر

دست بیک زخمۂ مطرب برود — عود گراں سر بنواے سرود

مجلسِ او زیں غزلم گشت مست — مست و گراں سر شدہ ہر کس کہ ہست

غزل

آفتِ زہد و توبہ شد ترک شرابِ خوارِ من | یار گر اوست کسے بود توبہ و زہد یارِ من؟
چوں تو سوار بگذری دیدہ گہر فشاں کنم | خواہ قبول و خواہ رد نیست بجز ایں نثارِ من؟

۱۱۔ خاتمہ مثنوی کے آخر میں:۔

در نظرِ شاہ مبادا! کہن | ایں غزلم ختم بریں شد سخن

غزل

نامہ تمام گشت بجاناں کہ می برد؟ | پیغامِ کالبد بسوے جاں کہ می برد؟
ایں خطِ پُر ز مہر بدلبر کہ می دہد؟ | ویں دردِ سر بمہر بدرماں کہ می برد؟
مائیم و شرطِ بندگیش با ہزار شوق | ایں بندگی بحضرتِ ایشاں کہ می برد؟
گفتم بباد گفت کہ "دیوانہ گشتۂ" | اندوہِ مور پیشِ سلیماں کہ می برد؟
گفتی "نگاہدار بفرمانِ خویش دل" | "دارم دلے بگوے کہ فرماں کہ می برد؟
دردا کہ دل ز خسروِ بیچارہ می رود | و آگاہ نے ز بُردنِ دل آں کہ می برد

مثنوی میں قصیدہ اور غزل کا پیوند

غالباً مثنوی میں قصیدہ اور غزل کا پیوند لگانا حضرت خسرو نے بھاشا کی شاعری سے اخذ کیا ہے۔ حضرت کو بھاشا کی شاعری میں بھی ایسی ہی دستگاہ تھی جیسی کہ فارسی شاعری میں۔

بھاشا کا شاعر آغازِ داستان میں ایک دوہا یا چوپائی یا چھند لاتا ہے اور ختمِ داستان پر کبھی کبھی سورٹھا موزوں کرتا ہے اور اس رنگارنگی سے اس کا مقصد

تفننِ طبع ہو کہ ایک ہی مضمون پڑھتے پڑھتے جی اُکتا نہ جائے۔

حضرت امیر خسرو نے آغاز داستان کے لئے قصیدہ کا شعر اور خاتمے پر غزل کا التزام کیا ہو۔ ہمارے نزدیک یہ جدّت طرازی نہایت پر لطف و بامزہ ہو مگر اس کی تقلید یک فنے شاعر کا کام نہیں۔ جو شاعر مثنوی، قصیدہ اور غزل ان ہر سہ اصناف میں ید طولیٰ رکھتا ہو وہی خسرو کی تقلید کر سکتا ہو علاوہ بریں حضرت خسرو کو اس مثنوی کا ممدوح بھی خوش قسمتی سے ایسا ہاتھ لگا ہو کہ ساقی و مغنّی و شاہد و بادہ و ساغر کا ذکر محتاجِ تکلف نہیں۔ بلکہ اُس کی بزم عیش کا ایک معمولی ہنگامہ ہو۔ انوری کی طرح خسرو کو یہ شکایت ہرگز نہ تھی کہ

نیست معشوقے سزاوارِ غزل

وصف اشیا اِس مثنوی کی تیسری خصوصیت یہ ہو کہ اصل قصہ کے ضمن میں اشیا کی وصف نگاری موقع بموقع اتنی کی گئی ہو کہ اُن اوصاف کا حجم اصل قصہ سے بھی زیادہ ہو گیا ہو۔ اس کا اندازہ ذیل کی فہرست سے بخوبی ہو سکتا ہو۔

فہرست

۱۔ صفت حضرت دہلی	۴۔ صفتِ حوض
۲۔ " جامع	۵۔ " مردم دہلی
۳۔ " منارہ	۶۔ " آتش

٧۔ صفت شہر نو و قصر نو
٨۔ " فصل خزاں
٩۔ " فصل بہاران
١٠۔ " موسم نوروز
١١ " چتر سیہ
١٢ " " لعل
١٣ " " سپید
١٤ " " سبز
١٥ " " گل
١٦ " دورباش
١٧ " تیغ
١٨ " کمان
١٩ " تیر
٢٠ " رایت لعل
٢١ " موسم گرما
٢٢ " خربزہ
٢٣ " کشتی
٢٤ صفتِ اسپاں
٢٥ " شب
٢٦ " شمع
٢٧ " چراغ
٢٨ " سیر بروج
٢٩ " اختر و طالع
٣٠ " بادہ
٣١ " قرابہ
٣٢ " صراحی
٣٣ " پیالہ
٣٤ " ساقی
٣٥ " چنگ
٣٦ " رباب
٣٧ " ناے
٣٨ " دف
٣٩ " پردہ
پردہ شناسان

۴۰ صفت مائدہ خاص
۴۱ " بیرۂ تنبول
۴۲ " نغمہ گری
زنانِ مطربہ
۴۳ " تاجِ مکلّل
۴۴ " تخت
۴۵ " پیل

۴۶ صفت صبح
کلاہ سیاہ
چتر سپید
۴۷ " چشمۂ خورشید
۴۸ " موسم باراں
۴۹ " قلم
۵۰ " محبرہ (یعنی دوات)
۵۱ " کاغذ

امیر صاحب کو یہ خیال تو پہلے سے مرکوزِ خاطر تھا کہ اشیا کی وصف نگاری کریں اور اس کا نام بھی مجمع اوصاف تجویز کرلیا تھا۔ اب کیقباد کی فرمائش ہوئی تو یہ قصہ نہایت مختصر۔ اس میں اتنا پھیلاؤ ممکن نہ تھا کہ ایک معقول مثنوی مرتب ہو سکے۔ کوئی عام دلچسپی کا سامان بھی اس قصہ میں نہ تھا۔ لہٰذا خسرو نے اس مثنوی کو وصف نگاری کے ذریعہ سے نگارستان بنا دیا کہ شاہ و گدا سب کے لئے موجب انبساطِ خاطر ہو۔

دلّی اور دلّی کی عمارات کا، ہندوستان کے موسموں، پھولوں، پھلوں جانوروں اور اُس زمانے کی شاہی محفلوں کے تکلفات کا ذکر ہمیشہ کے لئے

ایک دلآویز مضمون ہی۔ اس کارنامے پر حضرت خسرو نے جو فخر کیا ہی بجا ہی:۔

آنچہ ز سر جوشش دلِ نقشبند — معنیِ نو بود و خیالِ بلند
موے بمویش بہ ہنر بیختم — پختہ و سنجیدہ در و ریختم
وصف زان گونہ شد از دل برون — کان دگرے را بدل آید کہ چون

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:۔

ہر صفتے را کہ بر انگیختم — شعبدۂ تازہ در و ریختم
مور شدم بر شکرِ خویش و بس — در نہ زدم دست بدامانِ کس
نیست زکس لولوے لالاے من — ژرف ببین در تہِ دریاے من
نکتۂ من گوہرِ کانِ من ست — زانِ کسے نیست از آنِ من ست

وصف نگاری کا نقص البتہ وصف نگاری کی وجہ سے یہ نقص پیدا ہوا کہ اصل قصہ کا سلسلہ ٹوٹ جاتا ہی۔ امیر صاحب نے اس نقص کو محسوس کیا اور خاتمہ میں اس کی معذرت اس طرح فرمائی ہے کہ اصل قصہ میں کچھ جان نہ تھی اس لئے وصف نگاری کی گئی مگر اس کی وجہ سے قصہ کی غرض فوت ہوگئی۔ یہ تکلف اس لئے کیا گیا کہ مثنوی میں ایک ندرت اور خوبی پیدا ہو۔ سو یہ عیب ایسا نہیں جس کو میں نے چھپایا ہو۔ بلکہ جو سب کہیں گے وہی میں خود کہتا ہوں:۔

چوں سخن از لطفِ لسانے نداشت — کالبدش صورتِ جانے نداشت

وصف براں گونہ فرو راندہ ام — کز غرضِ قصہ فرو ماندہ ام
خالِ تکلف زدمش بر جمال — نغز نماید مگر اندر خیال
عیب چناں نیست کہ بنہفتہ ام — کانچہ بگویند ہمہ گفتہ ام
ہست اُمیدم کہ سخن پروراں — چوں نگرند از رہِ بینش دراں
عیب یکے نیست کہ جویند باز — چوں ہمہ عیب ست چگویند باز؟

اب وصف اشیا میں سے ہم "مشتے نمونہ از خروارے" پیش کرتے ہیں:-

صفتِ حضرت دہلی

حضرتِ دہلی کنفِ[1] دین و داد — جنتِ عدن[2] ست کہ آباد باد!
ہست چو ذاتِ ارم[3] اندر صفات — حرسہا اللہ عن الحادثات
از سہ حصارش دو جہاں یک مقام — ور دو جہاں یک نفسش دہ سلام
حصنِ برونیش ز عالم بروں — عالم بیرونش بحصن اندروں
حصنِ درونیش تو گوئی مگر — چرخ بزیر ست و حصارش زبر
قبۂ اسلام شدہ در جہاں — بستۂ او قبۂ[4] ہفت آسماں
ساکنِ او جملہ بزرگانِ ملک — گوشہ بگوشہ ہمہ ارکانِ ملک
تختگہِ تاجورانِ بلند — گشتہ ز اقبالِ شہاں سربلند

---

[1] کنف۔ پناہ ۱۲ [2] نام ایک بہشت کا ۱۲ [3] ایک شہر تھا قوم عاد کا۔ اس شہر کا ذکر قرآن شریف میں آیا ہے اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ الَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ یعنی ارم ستونوں والا ہے جس کی مانند شہروں میں کوئی پیدا نہیں کیا گیا ۱۲ [4] گنبد خیمہ ۱۲

صفت مسجد جامع

مسجدِ جامع کہ زفیضِ آلہ — زمزمۂ خطبۂ او تا بماہ
آمدہ در وے زسپہرِ کبود — فیض زبیک خواندنِ قرآں فرود
غلغلِ تسبیح بگنبد درون — رفتہ زنہ گنبدِ بالا بروں
ہرکہ سعادت بودش رہنمائے — بر درِ او سر نہد آنگاہ پائے

صفت منارہ

شکلِ منارہ چو ستونے زسنگ — از پےِ سقفِ فلکِ شیشہ رنگ
دیدنِ اور اکلہ افگند ماہ — بلکہ فتادش کہِ دیدن کلاہ
از پےِ بر رفتنِ ہفت آسماں — کردہ زمیں تا بفلک نردباں
مسجدِ جامع ز دروں چوں بہشت — حوض ز بیروں شدہ کوہر سرشت

صفت حوض

در کمرِ سنگ میانِ دو کوہ — آب گہر صفوۃ و دریا شکوہ
ساختہ سلطانِ سکندر صفات — در سدِ کوہ۔ آئینہ زآبِ حیات

یعنی سلطان شمس الدین التمش نے یہ حوض مستحکم پہاڑ میں ایسا بنایا تھا گویا آبِ حیات کا آئینہ ہو۔ یہ حوض حوض شمسی کہلاتا تھا:-

شہر گر از وے بنود آب کش — کس نخورد در ہمہ شہر آب خوش
ور نخورد آب وے اندر زمیں — کے بزمیں در نخورد آب چنیں

اس کا پانی زمین میں جذب نہیں ہوتا۔ ایسا پانی زمین میں جذب ہونے کے قابل کب ہے؟ اور یہ امر واقعہ ہے کہ پہاڑ کی وجہ سے اس حوض کا پانی زمین میں جذب نہیں ہوتا بلکہ بہکر جمنا میں جا گرتا ہے۔

نیم فلک ہست بزیر زمیں — چوں تہش نیست زمیں آں ہمیں
حوض نہ گویم کہ حبابے ز نور — نور گزو دیدہ بد باد دور!

اس کے بعد بغیر عنوان قائم کئے شہر کی صفت پھر شروع کر دی ہے۔ اور اسی کے ضمن میں مردم شہر کی صفت ہے۔

صفتِ مردم شہر

مردم او جملہ فرشتہ سرشت — خوش دل و خوش خوے چو اہل بہشت
ہر چہ ز صنعت ہمہ عالم ست — ہست در ایشاں ز زیادت ہم ست
بیشتر از علم و ادب بہرہ مند — اہل سخن خود کہ شمارد کہ چند
ہر طرفے سحر بیانے دو بست — ریزہ چیں گہر شاں خسرو ست
پنج ہزار از ملکِ نامدار — لشکرِ شاں بیشتر از صد ہزار

صفت فصل دے

زالِ جہاں چرخ زدن کرد ساز — دا دلشب رشتہ بغایت دراز
روز چناں تنگ مجال آمدہ — کش بگہہ چاشت زوال آمدہ
بستنِ یخ بود بہر بوستاں — گرچہ نہ بُد برف بہندوستاں

قطرہ کہ شد ز ابر چکاں بر ہوا — مہرۂ بلور شدہ در ہوا
ہر کہ شبے کرد گلیمے فراز — کردہ باندازۂ آں پا دراز
وآنکہ ز اندازہ بروں برد پائے — سردی ایام نمودہ سزائے
گرم شدہ از مددِ جامہ مرد — مردم بے جامہ بجاں گشتہ سرد
وکدکِ دندانِ برہنہ تناں — چوں شغبِ چوبکِ چوبک زناں[۱]

صفت آتش

آتش ازانجا کہ بدل جائے کرد — دود بر آمد زنفس ہائے سرد

یعنی چونکہ آگ نے دل میں جگہ کرلی ہو اس لئے ٹھنڈی سانس سے دھواں نکلتا ہو یہ حسن تعلیل ہو کہ سردی کے سبب سے جو مُنہ سے بھاپ نکلتی ہو اس کا سبب یہ قرار دیا ہو کہ دل میں آگ نے جگہ کرلی۔ اور دل میں جگہ کرنا کنایہ محبت والفت سے ہو۔

گرچہ زبردستِ عناصر نشست[۲] — گشت بسر ما ہمہ را زیردست
پختہ ازو گشت ہمہ دیگِ مرد — دیگ بسے پخت وزے خود نخورد
گاہ بھر خانہ وطن ساختہ — گاہ بسے خانہ برانداختہ
خلق بہ پیش آتش و پنبہ زبیں — خود بمیاں ماندہ چنیں دید کس؟

---

[۱] چوبک ایک ڈنڈا اور ایک تختہ ہوتا تھا جس کو رات کے وقت چوکیداروں کا افسر اس غرض سے بجایا کرتا تھا کہ چوکیدار ہوشیار رہیں۔ سونہ جائیں ۱۲

[۲] یہ قدیم خیال ہو کہ کرۂ نار سب سے بالا ہو۔ اس کے نیچے باد۔ اس کے نیچے خاک۔ پھر آب ۱۲

قصرِ نو و شہرِ نو

یہ وہ قصر اور شہر ہی جو کیقباد نے کیلو گھڑی میں جمنا کے کنارے تعمیر کرایا تھا:-

قصر نہ گویم کہ بہشتے فراخ — روفتہ طوبےٰ درِ او را بشاخ

بامِ سفیدش بفلک سود سر — کرد بخورشید سفیدی اثر

آئینہ گشتہ زگچ صاف خشت — دیدہ دروصورتِ خود رابہشت

ہرچہ کہ در آئینہ بیند جواں — پیر دراں خشت بہ بیند ہماں

(یعنی اینٹوں پر ایسا چونہ گچ کیا گیا تھا کہ بہشت اس میں اپنی صورت دیکھتا تھا اور جو کچھ جوان آئینہ میں دیکھتا ہی بوڑھا آدمی اُن اینٹوں میں دیکھ لیتا ہی)

یہ ایک عام مثل ہی جس کو اس قصر کی اینٹوں سے مخصوص کر دیا ہی۔ مثل یہ ہی "آنچہ پیر در خشتِ خام بیند جوان در آئینہ نہ بیند" اس مثل کا مطلب یہ ہے کہ اہل تجربہ تو جھٹ پٹ بات کی تہ کو پہنچ جاتا ہی اور ناتجربہ کار غور کرنے سے بھی نہیں سمجھتا۔

ہرچہ کہ نقاشش بیک سو کشید — عکس بدیوارِ دگر شد پدید

طرفہ عروسے شدہ آراستہ — آئینہ از آبِ رواں خواستہ

(یہ قصر و شہر نو تو بنی سنوری ہوئی دلہن ہی اور جمنا کا پانی اُس کا آئینہ ہی یعنی جمنا میں اس کا عکس نمودار ہی)

صفت فصل خزاں

فصل خزاں چوں بچمن خانہ ساخت / باد رواں کرّہ بہ گلزار تاخت
جامۂ خود کردہ بنفشہ کبود / گشت چو صوفی برکوع و سجود
سوختہ از آتشِ خود لالہ زار / گشتہ درونش ز خزاں پر غبار
ہر شجرِ باغ ز سر تا بُنہ / ماندہ ز بے برگی خود برہنہ
نرگسِ بے دیدہ رواں کو روش / خارِ عصا بادِ خزاں کور کش
ریختنی کرد درختاں ز سر / گشتہ زمیں پُر ز درمہاے زر
بر زمیں افتادہ بسے نازنیں / لرزہ کناں بر سرِ شاں یاسمیں
گرچہ ز کہہ لالہ نہاں کرد مے / لالۂ نو ساخت شہ از جامِ مے
گرچہ چمن بود پر از برگِ زرد / شاہ زمیں در تہِ دینار کرد
گرچہ کہ بربست ہوا سیمِ آب / شاہ کشاد از کفِ خود سیمِ ناب
از کرمِ شہ کہ عدو سوز بود / فصلِ خزاں موسمِ نوروز بود

صفتِ فصل بہاراں

فصل بہاراں کہ علم بر کشید / ابر سراپردہ بر اختر کشید
سکۂ گل چوں درمِ شہ زدند / سکہ بصد وجہِ موجّہ زدند
جامۂ گل پارہ شدہ بر تنش / غنچہ گرہ بر زدہ بر دامنش
گل ز کرم زر دہد آں را کہ جست / وز پئے خود جامہ نسازد درست

آب کہ آہن شدہ بود از سپہر — آہنِ او آب شد از تابِ مہر
ہر گلِ بالا کہ دہد بوستاں — بیشترے ہست ز ہندوستاں
ویں گلِ ہندی کہ چمن گرد راست — نے بخراساں کہ بعالم نہ خاست
کیورہ ہر برگ چو سیمِ سپید — عود ازو سوختہ چوں مشکِ بید
ماندہ چو در جامہ نسیمش مقیم — جامہ نماند کہ بماند شمیم
یک گلِ بیل و دہِ دیگر دروں — گل ز گل و گل ز گل آمد بروں
مولسری خرد و بزرگ از ہنر — خرد و بزرگ از ہنرش بہرہ ور
بوے وے آں را کہ بمغز آرمید — بوے دگر گل کہ تواند کشید؟
چند نہ در شہر کہ در روم و روس — جمع شود بر سرِ شاہ و عروس
طرفہ گلِ چنپہ بعالم کہ دید؟ — کانِ زمرد کہ زر آمد پدید
گشت ز سر شف گلِ زر روم داد — گل بزمیں گونہ زر وام داد

زرد رنگ ۱۲ — قرض ۱۲

ہجو مغل

جب کہ بادشاہ کے سامنے اسیرانِ مغل پیش کئے گئے ہیں تو اس موقع پر حضرت خسرو نے مغلوں کی ہجو دل کھول کر کی ہے۔ اس کا سبب ظاہر ہے کہ مغلوں نے اسلامی سلطنتوں کو برباد کیا تھا اور مدت ہائے دراز تک ان کے متواتر حملے ہندوستان پر بھی ہوتے رہے اس لئے مسلمانوں کو اس قوم سے سخت نفرت تھی۔

کافرِ تاتار بروں از ہزار ‌ ‌ گرد دگر گونہ بر اشتر سوار

روے چو آتش۔ کلہ از پشمِ میش ‌ ‌ آتشِ سوزاں شدہ با پشمِ خویش

سر تراشیدہ ز بہرِ قلم[1] ‌ ‌ زاں قلم انگیختہ خذلاں[2] رقم

رخنہ شدہ طشتِ مس از خشتِ تنگ ‌ ‌ دیدہ در انداختہ در رخنہ سنگ

زشت تر از رنگ شدہ بوے شاں ‌ ‌ پست تر از پشت شدہ روے شاں

چہرۂ شاں دیدہ[3] نم یافتہ ‌ ‌ جاے بجا کنجلک[4] و خم یافتہ

بینیِ پُر رخنہ چو گورے خراب ‌ ‌ یا چو تنورے کہ ز طوفانِ آب

موے ز بینی شدہ برلب فراز ‌ ‌ سبلتِ[5] شاں گشتہ بغایت دراز

کردہ زنخ شاں ز محاسن[6] کنار ‌ ‌ اہل زنخ را بہ محاسن چہ کار[9]

از سپشِ[7] شاں سینہ سپید و سیاہ ‌ ‌ کاشتہ کنجد[8] بزمینِ تباہ

برتنِ شاں از سپشِ بے شمار ‌ ‌ پشت چو کیمخت شدہ دانہ دار

خوردہ سگ و خوک بدندانِ بد ‌ ‌ ہر ہمہ دندانِ[9] خرد بے خرد

شہ بعجب زاں ہمہ روہاے زشت ‌ ‌ کایزد شاں ز آتشِ دوزخ سرشت

دیو سپید آمدہ ہر یک بروے ‌ ‌ خلق بہ لاحول ز ہر چار سوے

---

[1] کاٹے جانے کے لئے ۱۲ [2] بے بہرگی۔ بے نصیبی ۱۲ [3] کیچ ۱۲ [4] سلوٹ ۱۲ [5] مونچھ ۱۲ [6] بال ۱۲ [7] جوں ۱۲ [8] تل ۱۲ [9] کنایہ ہے احمق سے ۱۲

صفتِ موسمِ گرما

هر دم صبحے کہ وبا دم گرفت | آتشِ خورشید بعالم گرفت
شب شدہ چوں روزِ روزے اندر گداز | روز چو شبہائے زمستاں دراز
خلق کشاں در پئے سایہ رخت | سایہ گریزاں بہ پناہِ درخت
جانبِ سایہ شدہ مردم دواں | سایہ بدنبالۂ مردم رواں
خوں بہ رگِ مرد زبوں آمدہ | خوے شدہ از پوست بروں آمدہ
پائے مسافر بہ رہِ گرم و دور | زآبلہ بر قبّہ چو نانِ تنور
زآتشِ گرما کہ شد از سر جواں | آہوئے صحرا شدہ آہوئے خواں
باد زنہ باد بدستِ ہمہ | وز دمِ او باد بدستِ ہمہ
بر سرِ ہر میوہ ز تابِ تموز[1] | مرغ شدہ پختہ خورد خام سوز

صفتِ خربزہ

خربزہ گوئی کہ بصحرائے کشت | گوئے ربود از ثمراتِ بہشت
از مزہ گرد آمدہ در وے نبات | خام خضر، پختہ چو آبِ حیات

صفتِ کشتی

ساختہ از حکمتِ کارآگہاں | خانۂ گردندہ بگردِ جہاں
نادرۂ حکمِ خدائے حکیم | خانہ رواں خانگیانش مقیم

---

[1] وہ موسم جس میں آفتاب بہت تیز ہوتا ہے ۱۲

ماہِ نوے کاصلِ شے از سال خاست[نام درخت ۱۲]   یک مے ز نگشت بدہ سال راست
ہم چو کماں پُرخم و تیر از میاں   تیر ستادہ ست و کماں کش رواں

پیشتر از مرغ پَرد در کشاد   بیشتر از باد رود روز باد
گرچہ بدریا گزرد بیش و کم   آب نباشد بگرش تا شکم
بگزرد از آب و سوارش بخواب   غرق نگردد چو سوارانِ آب
با سبکی بار تواند کشید   از سبکاں بار کشیدن کہ دید؟

صفتِ اسپاں

تیز تگانے ہمہ تازی نژاد   چوں دمۂ[1] آتش و انبانِ[2] باد
تیز تک و گوش چو پیکاں پدید   بر سرِ یک تیر دو پیکاں کہ دید؟
از ہنر آراستہ پا تا بفرق   گاہِ روش ابر جستن چو برق
کوہ گراں لیک گراں سنگ نے   یک تگِ شاں جز بدو فرسنگ نے

از تگِ شاں کاں رہِ صرصر زدہ   باد بدیوار بسے سر زدہ
آب رواں از پئے صحرا گشت   باد صبا از پئے گلگشتِ دشت
پیکرِ آں راہ نوردانِ پاک   بادِ مجسم شدہ بر روئے خاک
تیزی[3] خنگانِ محیط آزموں[4]   آب بر از فلکِ نیل گوں

---

[1] لوہاروں کی تانبے کی دھونکنی ۱۲ [2] لوہاروں کی چمڑے کی دھونکنی ۱۲ [3] سپید گھوڑا ۱۲
[4] کاوہ لگانے والا ۱۲

صفت بیرۂ تنبول

نادرہ برگے چو گلِ بوستاں	خوب ترین نعمتِ ہندوستاں
طرفہ نباتے کہ چو شد در دہن	خوش چو حیواں بدر آید ز تن
خوردنِ آں بوے دہن کم کند	سستی دنداں ہمہ محکم کند
سیر خورد گرسنہ در دم شود	گرسنہ را گرسنگی کم شود

(شکم سیر شخص پان کھاے تو بھوک لگتا ہی اور بھوکا کھاے تو بھوک کو کم کرتا ہی)

سرخیِ رویش ز سہ خدمت گرش	چونکہ فوفل شدہ رنگ آورش
گرچہ کہ آبش بنوی ہست بیش	کہنہ شود بیش کند آبِ خویش

(اگرچہ نئے پان کی آبداری زیادہ ہوتی ہی مگر پرانے کی آب اور بھی زیادہ ہوتی ہی)

برگ کہ باشد بدرختاں فراخ	زود شود خشک چو افتد ز شاخ
برگِ عجب بیں کہ گسستہ ز بر	از پسِ شش ماہ بود تازہ تر

صفت پیل

پیل چو کوہے کہ بود بے ستون	چار ستوں زیرِ کہِ بے ستون[1]
پیچشِ خرطوم بسانِ کمند	اژدرے افتادہ ز کوہِ بلند
در زمیں آنجا کہ سرا فراختہ	مار ز سر غار ز پا ساختہ
کشتی عاج ست تو گوئی رواں	گشتہ دو گوشش ز دو سو بادباں

---

[1] نام ہی ایک خاص پہاڑ کا ۱۲

رفے چو در حملہ نہد گاہ کیں — زاد میاں حاملہ گرد و زمیں
چوں جرسش در روش آواز داد — گنبدِ گردندہ صدا باز داد
بانگِ بلندش زدہ بار عد کوس — ابرِ بلندش بقدم داد بوس

ق

ہست سہ چیز آنکہ چو آید پیش — بیش کشند دل چو بینند بیش
بوزنہ و طفلِ سخنگوے و پیل — دیدہ ام ایں را بتجارب دلیل

(یعنی تین چیزیں ایسی ہیں کہ ان کو جتنا زیادہ دیکھو اتنی ہی دلچسپی زیادہ ہوتی ہے۔ بندر، باتیں کرتا ہوا بچہ اور ہاتھی۔ مجکو یہ بات تجربہ سے ٹھیک ثابت ہوئی ہے)

مقاماتِ مثنوی شعرا کا دستور ہے کہ مثنوی کے بعض مقامات پر زورِ طبع صرف کرتے اور اپنے فن کا کمال دکھاتے ہیں مثلاً

حمد، نعت، معراج، مناجات، ثنائے ممدوح، رزم، بزم، سراپا، وصال، فراق، چنانچہ خود مصنف نے بعض مقامات کی نسبت فخریہ کہا ہے۔

ساختہ ام ایں ہمہ لعل و گہر — از خوے پیشانی و خونِ جگر
ہر خطِ توحید بریں لوحِ راز — ہیچو بلالے ست ببانگِ نماز
ہر رقمِ نعت رموزش عجیب — چوں شبِ معراج پر انوارِ غیب
ہر غزلے دستۂ عشاق کش — پیش کہ بکشد ز دروں پردہ پیش
اوجِ معانی نہ بمقدارِ طبع — بلکہ گزشتہ ز سماواتِ سبع

اس مثنوی میں حمد، نعت، معراج کے مضامین نہ محض شاعرانہ بلکہ عارفانہ و محققانہ ہیں جس کی توقع ایسے ہی شاعر سے ہو سکتی ہے جو اصحابِ حقیقت و اربابِ معرفت سے ہو۔

اب ہم بعض مقامات کے اشعار جستہ جستہ پیش کرتے ہیں۔

حمد

واجبِ اوّل بوجودِ قِدَم   نے بوجودیکہ بود از عدم

(خدائے تعالیٰ کی ذات واجب اوّل ہے جس کی ہستی قدیمی ہے نہ ایسی ہستی کہ عدم کے بعد پیدا ہوئی ہو جیسی مخلوقات کی)

نور فزائے بصرِ دور بیں   دیدہ کشائے دلِ عبرت گزیں

(جو نگاہ دور بین ہے اس کو خدا نے ہی روشنی دی ہے اور جو دل کہ آثارِ قدرت کو دیکھ کر نصیحت حاصل کرتا ہے اس کی آنکھ خدا نے ہی کھول دی ہے)

رخشِ علل در رہش انگندہ سم   علت و معلول در و ہر دو گم

(معرفت الٰہی کی راہ میں علتوں کا گھوڑا لنگڑا ہے کیونکہ اس راہ میں علت و معلول دونوں گم ہیں یعنی حکما جو علت و معلول کے طریقہ سے استدلال کرتے اور ذات حق کو علت العلل قرار دیتے ہیں ان کا یہ طریقۂ عرفان ذات حق کے لئے محض ناکافی اور ہیچ و پوچ ہے)

کس نبرد راہ بہ تحقیقِ او   ور ببرد الّا کہ بتوفیقِ او

(حقیقتِ ذاتِ الٰہی کی طرف کوئی راہ نہیں پاتا اور اگر کوئی پاتا ہے تو محض اسی کی مدد سے)

ہستی ما نزدِ خرد اندکے ست　　　　واں ہمہ با نیستی ما یکے ست

(ہماری ہستی عقل کے نزدیک بہت ہی تھوڑی ہے اور وہ بھی ہماری نیستی کے برابر ہے)

یعنی ہماری ہستی عارضی ہے حقیقی نہیں اور وہ بھی چند روزہ۔ اس لئے نیستی کی برابر ہے۔

من کہ ہمہ ہستیِ من نیستی ست　　　　ہستیِ بے نیست ندانم کہ چیست؟

(میری ہستی سراسر نیستی ہے۔ ایسی ہستی کہ عدم سے پاک ہو میں نہیں جانتا کہ کیسی ہوتی ہے؟)

یعنی ہر مخلوق ایک عدمی تعین ہے، جو صفات و اسماے الٰہیہ کا مظہر ہے۔ اس لئے بظاہر موجود نظر آتا ہے۔ لیکن وجودِ حقیقی جو لوثِ عدم سے منزّہ ہے وہ ایک عارضی موجود کے ادراک و فہم میں نہیں سما سکتا۔

نیست شناسندۂ ہستی مگر　　　　آنکہ ورا نیست ز ہستی گزر

(ہستی مطلق کو کوئی نہیں پہچان سکتا۔ اگر پہچان سکتا ہے تو صرف وہی جس کی ہستی اصلی و حقیقی ہو)

مطلب یہ ہے کہ حق تعالےٰ اپنا شناسا آپ ہے۔

ثابتِ مطلق بصفاتِ احد　　　　زندۂ باقی بہ بقاے ابد

(ذاتِ خدا ثابت ہے بغیر کسی قید کے احدیت کی صفت کے ساتھ۔ یعنی باوجود کثرت یگانہ ہے اس کی حیات و بقا ابدی ہے)

بود در اوّل کس از و پیش نے　　　　ماند در آخر کس از و بیش نے

(وہی اوّل تھا۔ اُس سے پہلے کوئی نہ تھا۔ وہی آخر میں رہا۔ اس کے سوا کوئی نہیں)

کرد خرد وحدتِ اورا سجود ثانیِ او ممتنع اندر وجود

(عقل نے اس کی یگانگی کو سجدے کئے۔ کیونکہ اُس جیسے دوسرے کی ہستی ناممکن ہے)

حکماے صوفیہ نے حضرات وجود تین قرار دیے ہیں:-

(۱) واجب الوجود

(۲) ممکن الوجود

(۳) ممتنع الوجود

(۱) واجب الوجود جس کی ہستی ضروری ہے۔ وہ وجود حق ہے۔

(۲) ممکن الوجود جس کی نہ تو ہستی ضروری ہے نہ نیستی۔ یعنی ہونا نہونا یکساں ہے اور وہ مخلوقات ہے۔

(۳) ممتنع الوجود جس کی ہستی محال ہے یعنی جس کا نہونا ضروری ہے۔ وہ ثانی ذات حق ہے۔

شرک نہ در مملکتش دست سای خود نتواں بود بشرکت خدای

(اُس کی حکومت میں شریک نے ہاتھ نہیں لگایا۔ کیونکہ شرکت کے ساتھ خدا تو ہو ہی نہیں سکتا)

آنکہ نہ گنجد بہ خیال و صُوَر چون؟ وچرا؟ کے کند آنجا گزر؟

(جو خیال و تصور ہی میں نہ سما سکے وہاں چون وچرا کا گزر ہی نہیں۔ یعنی اُس کی نسبت یہ سوال ہی نہیں ہوسکتا کہ وہ کیوں ہے؟ کیسا ہے؟ کس لئے ہے؟

پاک ز آلودگیِ آب وخاک پاک تر از ہرچہ بگویند پاک

(وہ آب و خاک کی آلودگی سے پاک ہے۔ یعنی وہ جسمانی نہیں ہے بلکہ جس طرح کا پاک اُس کو کہتے ہیں وہ اس سے بھی پاک تر ہے)

دیدنِ اوہست زمردم دروغ　　　تاہم ازو دیدہ نیابد فروغ

(لوگوں کی طرف سے اُس کے دیدار کا دعویٰ جھوٹ ہے جب تک اُسی کی طرف سے آنکھ کو روشنی نہ حاصل ہو)

یعنی ان آنکھوں سے اُس کو کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ بلکہ اُسی کے نور سے اُس کو دیکھ سکتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے رَئیتُ رَبِّی بِرَبِّی۔

دورِ زمیں را بزماں بازبست　　　دام وددوازوے باماں بازرست

(گردش زمین کو زمانہ سے وابستہ کر دیا ہے یعنی کبھی دن ہے کبھی رات کبھی فصل بہار ہے کبھی موسم خزاں اور ان تغیرات کی وجہ سے جملہ حیوانات کو امن و آسایش حاصل ہے)

اس شعر کے مضمون سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت خسرو کے حکمائے معاصر اور ان سے بھی متقدم حکما گردش زمین کے مسئلہ سے واقف تھے گو یہ مسئلہ عام طور پر مسلم نہ تھا۔

ملا نور الحق ابن شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس شعر کی شرح میں لکھتے ہیں:۔

"بعضے حکما گویند حرکت یومیہ از حرکت زمین ست یعنی فلک و کواکب برجاے خود ایستادہ اند و زمین حرکتِ دوریہ از مغرب بمشرق می کند و آنچہ بروست آنرا بخود ہمراہ میگرداند وازوے کواکب گاہ غارب گاہ طالع نمایند۔ آں چناں کہ سوار کشتی را کہ

کہ چوں کشتی حرکت کند چناں در متخیلہ اش در آید کہ ساحل متحرک ست و در نفس الامر حرکت از کشتی ست۔ بریں مذہب زماں وابستہ بدورِ زمیں شد۔"

مناجات | یہ مضمون بھی پر اثر اور عارفانہ ہے:۔

سوے خودم کش کہ الٰہی شوم | خازنِ گنجینۂ شاہی شوم
آں عمل آور زمن اندر وجود | کاں بتو ام راہ تواند نمود
آنچہ دلم راز تو دوری دہ است | دور ترک دار کہ دوری بد ست
بر منِ رسوا شدہ عیب کوش | عیبِ تو پوشی کہ توئی عیب پوش
من کہ بحکمِ تو دریں کارگاہ | از عدم ایں سو زدہ ام بارگاہ
جز تو شناسندۂ ایں راز کیست؟ | کامدن و رفتنِ من بہرِ چیست؟
بہ کہ چو آوردی و بازم بری | ہم بسوے خویش فرازم بری
سرِّ مرا چوں ہمہ[۱] دانندۂ | باز رہانم کہ رہانندۂ
گرچہ تنِ من زپے سوز زاست | رحمتِ تو از پے ایں ذرا ست
از عملِ خود چو نشینم خجل | ذیلِ کرم پوش بریں تنگدل

نعت

پیش روِ کوکبۂ[۱] انبیا | کوکبش از منزلتِ کبریا
از حدِ ناسوت[۲] بروں تاختہ | برخطِ لاہوت[۳] وطن ساختہ

---

[۱] انبوہ لشکر ۱۲ [۲] عالمِ اجسام۔ ملکوت، عالم ارواح۔ جبروت، عالم صفات الٰہیہ ۱۲
[۳] مقام ذات ۱۲

نورِ بخشش چو علم بر کشید　　شام عدم را سحر آمد پدید

(یعنی سب سے اوّل نورِ محمدی ظاہر ہوا اور اُس نور سے معدومات پر فیضان وجود ہوا)

ہستی او تا بعدم خانہ بود　　نقشِ وجود از ہمہ بیگانہ بود

از کرمش غرقہ آبِ فنا　　یافتہ در بحرِ بقا آشنا

بے خط و قرطاس ز علمِ ازل　　مشکلِ لوح و قلمش گشتہ حل

(یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا علم حروف و کاغذ کے ذریعے سے نہیں بلکہ ازلی تھا۔ اسی سبب سے آپ کو لوح و قلم کی مشکلات سب حل ہو گئیں)

چوں قلم اندازۂ علمش نداشت　　علم بدل کرد و قلم را گزاشت

نعت کے ضمن میں قرآن مبین کے حق ہونے کی ایک مورخانہ دلیل بیان کی ہے کہ رسول کریم صلعم کے زمانہ مبارک سے اس وقت تک سات صدیاں ہونے آئیں مگر فرمان خداوندی ہمارے پاس اُس سے زیادہ تازہ ہے جیسا کہ بوقت نزول تھا۔ اگر یہ دین متین (نعوذ باللہ) لغو ہوتا تو جیسے رسول اکرم صلعم اس جہان سے رحلت فرما گئے ایسے ہی کلام مجید کی عظمت بھی برقرار نہ رہتی کیونکہ جو آیات الٰہی نہیں ہوتیں اُن کا رواج ہمیشہ نہیں رہ سکتا۔

چنانچہ فرماتے ہیں :-

مدتِ ہفصد شد از و تا بجا　　تازہ ترست ایں خطِ والا بجا

گر زگزافے بُدے ایں رہ بپا　　او شد و ایں نیز نماندے بجائے

صلعم ۱۲

ہرچہ نہ آثارِ خدائی دہد — کے بہمہ وقت روائی دہد

نیست شہے کو ز جہاں بست بار — دولت او صلعم تا بہ ابد پایے دار

معراج

رفتہ و باز آمدہ در یک زماں — رفتن و باز آمدنش تواماں

دوسرا مصرعہ پہلے کی تفسیر ہے! ور لفظ تواماں اس مصرع کی روح ہے جو سامع کے دماغ میں مضمون کا پورا پورا نقش بٹھاتا ہے۔

معراج سے مراجعت کا مضمون خواجہ نظامیؒ نے بھی مثنوی مخزن الاسرار میں بیان کیا ہے:۔

"واں سفرِ عشق بنیاز آمدہ — در نفسے رفتہ و باز آمدہ"

مگر خسرو کے شعر میں لفظ تواماں نے بیحد لطافت پیدا کر دی ہے۔

چشمِ یقینش چو برحمت فتاد — اُمتِ بیچارہ نرفتش زیاد

آب کہ خود خورد ازاں زمزمہ — قطرہ چکانید بکامِ ہمہ

قطرۂ او چشمۂ والا شدہ — چشمہ چہ گویند کہ دریا شدہ

نیم شب آں پیکِ الٰہی ز دور — آمد و آورد براقے ز نور

داد نویدش کہ ازیں قعرِ چاہ — خیز و بدریائے ابد جوئے راہ

برق صفت جست بہ پشتِ براق — کردہ بمیثاق شتاب از وثاق

جست بروں چو ہرش از کن فکاں — یافت مکانے بحدِ لامکاں

از زبر و زیر بروں برد ذات — زیر و زبر ہیچ نماند از جہات

منزلے یافت منازل نورد　　کیف وکم از رہ بروں بردگرد
پردۂ خویشی زمیاں خاستہ　　مرتبۂ بے خودی آراستہ
چوں زمیاں رفتہ حجابِ خیال　　بے حجبش جلوہ نمود آں جمال
جامِ عنایت زصفا نوش کرد　　وزخودیِ خویش فراموش کرد

مدحت شاہ | اگرچہ ممدوح کا رویہ نا ممدوح تھا مگر شاعر کو شیوۂ شاعری کے لحاظ سے یہ رسم بھی ادا کرنی تھی :-

سلکِ سخن راکہ دُرافشاں کنم　　پیش کشِ حضرتِ سلطاں کنم
اے سخن! از رشتہ بروں آر دُر　　وز دُرِ خود کن ہمہ آفاق پُر
زانکہ چو بوسم درِ دولت پناہ　　تحفہ ازیں بہ نبود پیشِ شاہ
شاہ سکندر روش و دارانشاں　　آئینۂ روے سکندر نشاں

اس مدح میں ایک شعر خسرو کے قلم سے بے لاگ اور مورخانہ نکلا ہی جو کیقباد کی سہ سالہ سلطنت کا خلاصہ ظاہر کرتا ہی :-

تا تو گرفتی ہمہ عالم بنام　　تیغ فرو خفت میانِ نیام

یہ بات بالکل سچ ہی کہ اس کی داد و دہش اور عیش و عیاشی کا شہرہ تو دُور دُور ہوا۔ مگر نہ کوئی جنگ ہوئی نہ کوئی ملک فتح ہوا۔

بزم معزی | سلطان ناصرالدین کی شبینہ ضیافت جس کا ذکر ہم خانگی ملاقاتو کے تحت میں کر چکے ہیں اور جس کے بیان میں خسروِ شعرا نے ہر ایک ادنے

اعلیٰ شے کی صفت نگاری کی ہے، اُس میں سے کچھ اشعار ضیافتِ طبعِ ناظرین کے لئے یہاں نقل کئے جاتے ہیں:-

صفتِ شب

شب چو بپا یہ رسید سرِ سپہر — گشت مکلّل تتقِ ماہ و مہر
یافت فلک پردۂ گوہر نگار — رشتۂ شب از پئے آں پود و تار
طاقِ سما کرد چراغ آشکار — طاق یکے بود و چراغش ہزار
جوہریِ شام بسوداگری — کردہ گہر پیشکشِ مشتری
چرخ یکے حلقۂ انگشترین — بر سرِ یک حلقہ ہزاراں نگین
خوشۂ چرخ از علفِ خانہ خیز — بہرِ خروسانِ سحر دانہ ریز
کرمکِ شب تاب ز بہرِ جہاں — ہمچو شرار از سرِ آتش جہاں

صفتِ شمع

شمع بہر بزمگہے سرفراز — خاصہ ببزمِ شہ عالم نواز
شمع نہ بل اخترِ عالم فروز — در دلِ شب شعشعہ پیوندِ روز
ساختہ از دود مدادے ز سر — دادہ بپروانہ سوادے ز سر

صفتِ چراغ

گشت بہ ایواں خانہ بخانہ چراغ — آتشِ او در دلِ شب کردہ داغ
پنبہ دہانے بزبانے دراز — باہمہ کس گرم سرِ سوز و ساز

پیش رو و راه ز نورِ بصر　　　گم شده را در دلِ شب راهبر

صفت باده

می که عرق از تنِ مردان کشند　　　گوهرِ هر مرد ازو شد پدید
پیشِ چنان گوهرِ یاقوت‌رنگ　　　کوه زده بر سرِ یاقوت سنگ
نامِ حرام ارچه برو شد وبال　　　هرچه نمک خورد مدان جز حلال
طرفه حرامے که بهر دستگاه　　　حقِ نمک دارد ازین سان نگاه
لاجرم او داشت نمک را عزیز　　　حرمتِ او داشت همه خلق نیز

صفتِ قرابه

سینهٔ قرابه برآورده شور　　　وز حسِ خود چشم بدان کرده کور
خونِ دلش گرچه بساغر خوری　　　هم نه کشد سر ز تواضع گری

صفتِ پیاله

گشت لبالب ز مے جان‌سرشت　　　کرده حدیث از لبِ جوے بهشت
باده تو گوئی که درو از صفا　　　هست معلق بمیانِ هوا

صفت ساقی

ساقیِ صوفی‌کش و مردم‌فریب　　　برده بیک غمزه ز عالم شکیب
نرگسِ نازندهٔ او نیم باز　　　نیمے ازو خواب و دگر نیمه باز
از کفِ او دود و ما دم خوش‌نشست　　　ور بمثل جور بود هم خوش‌نشست

چوں بدہد بادہ وگوید کہ "نوش" مست بروزِ دگر آید بہوش

صفتِ چنگ

چنگ سر افگندہ سر افراختہ موے بمویش زہنر ساختہ

صفت رباب

کاسِ رباب از شعبِ دلنواز بردہ دلِ مردم وجاں دادہ باز

صفت نے

نائے دہاں بستہ و بسیار گوے نائے بگوش بفسوں مارگوے
باز کند لب چو زباں آورے لیک زبانش بلبِ دیگرے

صفتِ دف

زہرہ زدورش بسرود آمدہ چنبرش از چرخ فرود آمدہ
بستہ جلاجل بکمر جا بجائے چوں کمرِ چرخ جلاجل نمائے
ہر سخنِ نغز کہ با دوست کرد آں ہمہ در پردہ و در پوست کرد

صفتِ مائدۂ خاص

گرم تریں کارگزارانِ خواں مائدہ کردند ز مطبخ رواں
خوانچہ آراستہ بیشِ ہزار ہر ہمہ الوانِ نعم کردہ بار
صد قدح از شیرۂ آب نبات در مزہ ہمشیرۂ آبِ حیات
نانِ تنک صاف بداں گونہ بود کز تنکی رو بدگر سو نمود

نانِ تنوری زطرب قبہ بست   زاں کہ بخوانِ شہِ عالم نشست

صفتِ زنانِ مطربہ

شد زنِ مطرب بنوا پروری   انجمنے پُر زُہرہ و مشتری
پردہ برانداختہ از آفتاب   کردہ بیک غمزہ جہانے خراب
روے چو خورشید برافروختہ   جانِ کساں زآتشِ خود سوختہ
یافتہ از نغمہ گلو شاں خراش   صوتِ خراشیدہ شاں جاں خراش
زابروے خم پشت کماں ساختہ   تیرِ مژہ نیم کشش انداختہ

زنانِ مطربہ کی ابرو مثل کمان تھی اور مژہ مثل تیر۔ یہ تشبیہات مبتذل ہیں مگر تیرِ مژہ کا جو وصف بیان کیا ہی کہ "نیم کش انداختہ" اس میں ایک ادا ے خاص کی تصویر کشی کی ہی جس سے مضمون شعر نہایت بلند ہو گیا۔

جشن نوروز معزی دلّی میں کیقباد نے جشن نوروزی کیا ہی۔ خسرو نے اُس کا تمام سامان اِس بیان میں سجایا ہی۔ گھوڑوں اور ہاتھیوں کی قطاریں ساز و یراق سے آراستہ کھڑی ہیں۔ دربار کی آرائش تین قسم کے گل و بوٹوں سے کی گئی ہی:۔

(۱) زرّیں   (۲) مومیں   (۳) اصلی یعنی گلدستوں کا

دیواریں اطلس سے سجائی گئی ہیں۔ زربفت کا فرش ہی۔ بادشاہ تخت پر جلوہ فرما ہی۔ فوجی سردار صف بہ صف حاضر ہیں۔ نذریں پیش ہو رہی ہیں۔ محاسب

اُن کا حساب لکھ رہا ہے۔ حاجب پُکار پُکار کر تفصیل بیان کرتا ہے۔ رات کو بزم مے نوشی کی دھوم دھام ہے۔ اور بادشاہ کی طرف سے خلعت و انعام۔

از دو طرف رایتِ لعل و سیاہ — سایہ رسانید زماہی بہ ماہ

یک دو ہزار اسپِ مرصّع ستام[1] — از دُم خود بستہ صبا را مدام

(ایک دو ہزار گھوڑے جن کا زیور جڑاؤ تھا۔ ایسے تیز کہ باد صبا کو اپنی دم سے باندھ رکھا تھا)

میمنہ[2] جلہا سیہ انداختہ — آتشے از دودِ سلب[3] ساختہ

(داہیں طرف گھوڑوں پر سیاہ جھولیں پڑی ہیں۔ گویا گھوڑے آگ ہیں اور اُن کا سیاہ لباس دھوئیں کا)

میسرہ[4] از پوششِ جلہائے لعل — جلوہ کناں باد زگل ہائے لعل

(بائیں طرف کے گھوڑوں کی جھولیں سرخ تھیں گویا گھوڑے ہوا تھے اور جھولیں لال پھول)

وز پسِ اسپان صفِ پیلانِ مست — ابر و ہوا کردہ بصحرا نشست

قلعۂ آہن تہِ بر گستواں — قلعہ بجا ماندہ ستونش رواں

(ہاتھی ایسا معلوم ہوتا تھا گویا لوہے کے قلعے پر پاکھر پڑی ہے۔ قلعہ قائم ہے اور ستون یعنی ہاتھی کے پاؤں چلتے ہیں)

باغِ زر آراستہ شد جائے بار — کردہ بر و ابر جواہر نثار

---

[1] ستام۔ گھوڑے کا زیور ۱۲ [2] میمنہ۔ داہیں طرف ۱۲ [3] سلب۔ لباس ۱۲
[4] میسرہ۔ بائیں طرف ۱۲ [5] مراد گھوڑوں سے ۱۲

از دُر و یاقوت درختاں فراخ | مرغ ز زر ساختہ بالائے شاخ
شاخ تو گوئی کہ بخواہد چکید | مرغ تو گوئی کہ بخواہد پرید

(یعنی وہ مصنوعی شاخ ایسی بنائی گئی تھی کہ گویا اُس میں سے پھل ابھی ٹپک پڑے گا اور چڑیا ایسی ہی کہ گویا اُڑا چاہتی ہی)

ساختہ از موم بسے نخلِ چست | کاں بجز از موم نباید درست
باغِ سوم چوں گزری نیں دو باغ | یافتہ از لالہ و ریحاں فراغ
بستہ بسے دستہ گل دلفریب | کوششِ صد دستہ نمودہ بزیب

(بہتیرے دل فریب گلدستے تیار کئے تھے جن کی زیبائش میں سو ہاتھوں کی کوشش صرف ہوئی تھی]

یافتہ سبزہ زچمن ہا درود[1] | بہرِ درود آمدہ آں جا فرود
قصرِ ہمایوں ززمیں تا سماک[2] | زیورِ زر بستہ چو فردوسِ پاک
اطلسِ زربفت بدیوارِ سنگ | دادہ بہر سنگ زیاقوت رنگ
کردہ مسلسل زگہر بوریا | کانِ زرش خواندہ فلک بے ریا[3]
خاک ازاں مفرشِ زربافتہ[4] | خلعتِ نوروز زشہ یافتہ
جشن چو آراستہ شد یک سرہ | از طرفِ میمنہ و میسرہ

---

[1] کاٹنا گھاس وغیرہ کا۔ دوسرے مصرعے میں بمعنی دعا۔ آفریں تحسین ۱۲ [2] نام ہے ایک ستارہ کا ۱۲ [3] بے شک وشبہ ۱۲ [4] فرش ۱۲

شاہِ جہاں نشست بزریں سریر
چشمِ جہاں دوختہ از قدِ چو تیر

آبِ دُر از تاج و قبا و کمر
تا بکمر تا بہ گلو تا بہ سر

چونکہ بادشاہ کے تاج، قبا اور پٹکے میں موتی ٹکے ہوئے تھے تو پٹکے کی چمک کمر تک اور قبا کی گلے تک اور تاج کی سر تک تھی - اس شعر میں ایک تو لف و نشر ہی بترتیب معکوس اور دوسرے ایہام کیا ہی لفظ آب کے حقیقی معنی سے - اگرچہ اس شعر کی بنیاد ایہام پر ہی مگر بندش الفاظ اور حسن معنی کے لحاظ سے پُرلطف شعر ہی -

تن چو دراں خلعتِ دشن صفت
خونِ یواقیت بگردن گرفت

(بادشاہ نے جب یہ خلعت زیب تن کیا تو یاقوتوں کا خون اُس کی گردن پر تھا - یعنی یاقوت اس رشک سے خون ہو گئے کہ خلعتِ شاہی میں ہم کو جگہ نہ ملی یا یہ کہ یاقوت جو گریبان میں ٹکے ہوئے تھے وہ بادشاہ کی گردن کی سُرخی دیکھکر شرمندہ ہو گئے)

جنبشِ سہم الحشم از ہر کراں
سہم زناں بر حشمِ اختراں

(فوجی سردار جو اِدھر اُدھر چل پھر رہے تھے ایسے چست و چالاک تھے کہ گویا ستاروں کی فوج پر بھی تیر مارتے تھے)

شحنۂ [1] بار آمد و صف راست کرد
ترکِ فلک ہیبت از و خواست کرد

پیش کشیدند گراں تا گراں
خدمتیِ [2] ہر ہمہ خدمت گراں

---

[1] منتظم دربار ۱۲ [2] نذر ۱۲

(اس سرے سے اُس سرے تک جملہ ملازمانِ شاہی نے نذریں پیش کیں)

گشت پُر از نافہ چینی زمیں — باد شد از نافِ زمیں نافہ چیں
ہر دو صف از صف شکناں گشت راست — تیغ وراں دست چپ و دست راست
حاجبِ فصّال[1] چو قمری و سار[2] — نغز نوا گشتہ بفصلِ بہار
شب چو برآئینِ بہاراں زمیں — گرد ہوا پُر ز گل و یاسمیں
شاہ بخلوتگہِ دولت شتافت — خلوت از و دولتِ جاوید یافت
گرد رواں برکفِ چوں لالہ زار — بادۂ گل رنگ بہ بوئے بہار
شاہ بہر جرعہ کہ بر خاک ریخت — در جگرِ خاک دُرِ پاک ریخت

متفرق مقامات اب ہم چند مختلف مقامات کے اشعار بھی جن میں خاص خاص خوبیاں پائی جاتی ہیں پیش کرتے ہیں۔

جوش و اثر

مناجات میں فرماتے ہیں ؎

اے گنہ آمرز و شفاعت پذیر — پُر گنہاں را بکرم دستگیر!
گرچہ تنِ من ز پے[3] سوز راست — رحمتِ تو از پے ایں روز راست
من کہ نہ نیکی ہمہ بد کردہ ام — نیک و بدِ خود بتو آوردہ ام

---

[1] تفصیل بیان کرنے والا چوبدار ۱۲ [2] مینا ۱۲ [3] "پے" کے بعد "را" بمعنی برائے زائد اور یہ متقدمین کا محاورہ ہے ۱۲

عذر ز عاصی بود اندر گناہ   طرفہ کہ من عاصی و او عذر خواہ

نعت میں فرماتے ہیں ؎

تا بسریر عرب آں جم نشست   رعب عرب بر ہمہ عالم نشست

خطبۂ لولاک بپر داختہ   منبرِ نہ پایہ ازاں ساختہ

ہستیِ او تا بہ عدم خانہ جود   نقشِ وجود از ہمہ بیگانہ بود

چوں ز وجودش عدم آوازہ یافت   تختۂ ہستی رقمِ تازہ یافت

بیان معراج میں فرماتے ہیں ؎

جامِ عنایت بصفا نوش کرد   وز خودیِ خویش فراموش کرد

بسکہ بروں برد وصالش ز پست   فرق ندانست ز خود تا بدوست

راہ کہ پر گم شد ازاں جبرئیل   وہم ملائک نشد آنجا دلیل

عزم ازاں قبلہ گہِ دل کشید   بیشتر از خویش بمنزل کشید

رفتہ و باز آمدہ در یک زماں   رفتن و باز آمدنش تواماں

یہ اُس لشکر کا بیان ہی جو سلطان ناصرالدین کے ساتھ بنگالے سی

آیا تھا ؎

لشکرِ مشرق زادہ تا بہ بنگ   چیرہ دل و خیرہ کش و تیز جنگ

ترکِ خدنگ افگن و سنداں گزار[1]   ہر ہمہ شیر افگن و اژدر شکار

---

[1] جو شخص اپنا تیر سنداں سے پار کر دے سنداں لوہاروں کا وہ اوزار جس پر لوہا کوٹتے ہیں ۱۲

تاجکِ[1] گردن کش و لشکر شکن | بیشترے نیزہ ور و تیغ زن
راوتِ[2] ژوپین[3] زنِ خارا شگاف | پشت بہ پشت از پئے روئے مصاف
خشت زنانے کہ گہِ آزموں | خشت نشانند بہ سنگ اندروں

پایک بازی گرِ موزوں خرام | دادہ ببازی سرِ خود بہرِ نام
پیکِ گراں سنگ سبک ایستاد | تند چو ابرے کہ رود روزِ باد
بحرِ رواں لشکرِ دریا نورد | موج زناں آب زمردانِ مرد

کیقباد کے لشکر کا بیان ہے جو دلّی سے روانہ ہوتا ہے

نورِ علمہا کہ بہ کیواں گرفت | آتشے گوئی بہ نیستاں گرفت

پرچمِ بیرق کہ بگردوں رسید | در رخِ مہ گرد محاسن پدید
دمدمہ کاسہ بآوازِ خوش | کوس زدہ با فلکِ کاسہ وش
نیزہ کہ بر چرخ سر افراختہ | بیرِ فلک خانہ زنے ساختہ
ہیکلِ پیلاں بزمیں خم فگند | زلزلہ در عرصۂ عالم فگند
زاں ہمہ دنداں کہ بلا سنج بود | رقعۂ زمیں عرصۂ شطرنج بود
جنبشِ اسپ از سمِ خارا شگاف | لرزہ در افگند زمیں را بناف
ہر یکے زاں کوہ تنانِ چو پیل | رقص ہمی کرد ببانگِ صہیل

---

[1] اولاد عرب جو عجم میں پیدا ہوئی ۱۲ [2] سردار۔ راجپوت ۱۲ [3] نیزہ کوچک ۱۲ [4] ہندوستان کی ایک قوم ۱۲ [5] آواز نقارہ ۱۲ [6] مراد از اسپاں ۱۲ [7] بالفتح آواز اسپ ۱۲

گردِ سواراں کہ بخورشید جست | قطرۂ بر چشمۂ خورشید بست
بلکہ ازاں گرد سر افراختہ | چشمۂ خورشید شد انباشتہ
موئے نگافاں بکماں بستہ زہ | زہ زدہ ابروئے کماں را گرہ
تیغِ برہنہ کہ بپوشید دشت | برہنہ راہیں کہ چہ پوشیدہ گشت
تیغ نہ۔بل کآتشِ فولاد خیز | بر دلِ سنگینِ عدو گشتہ تیز

کیقباد کا لشکر کوچ کرتا ہے

صبح چو برزد علمِ آفتاب | لشکرِ سیارہ فرو شد بآب
کوسِ عزیمت زدِ شہریار | لرزہ درآورد بروئیں حصار
دمدمہ را کرد دمامہ[۲] بلند | دم بدمِ نائے دما دم فگند

کیقباد کی زبان سے فخریہ پیام ناصر الدین کے نام

من کہ زدروازۂ اقلیم ہند | لشکرے آراستہ ام تا بہ سند
سدِّ سکندر زدہ ام از سپاہ | فتنۂ یاجوجِ مغل را پناہ
رو تو۔چو خورشید زمشرق برآئے | من ہمہ اسکندرِ مغرب کشائے
شو تو۔سوئے کامرو[۱] انگیز رخش | من کنم اقصائے عراقین بخش
خیز تو۔از قلعۂ چیں جوئے گنج | من زدرِ روم شوم سیم سنج

---

[۱] بالفتح پل ۱۲ [۲] نقارہ ۱۲

عبرہ ازاں معبر دریا توجوے | من دہم از تیغ بہ بحریں شوے
ازتو زہند وستدن پیل وبال | وزقبلِ من مغل قیل وقال
تاج زمن ـ سرز تو افراختن | عاج زتو ـ تخت زمن ساختن
تاتو بمشرق بوی و من بغرب | حربہ خورد ہرکہ درآید بہ حرب

سلطان ناصرالدین کشتی میں سوار ہوکر دریاے سرجو کے پار اترتا ہے

آب شد از بحر رواں تختہ پوش | کردہ زہر تختہ معلّم خروش

(یعنی کشتیوں کی کثرت سے دریا ڈھک گیا اور ہر تختۂ کشتی پر ایک معلم یعنی کپتان ملاحوں کو چلّا چلّا کر کشتی رانی کا حکم دینے لگا)

نعرۂ ملاح کہ می شد باوج | برتنِ خود لرزہ ہمی کرد موج
آب زاں غلغلہ زاندازہ بیش | گردنمی گشت بگرداب خویش

جس وقت کشتی منجدھار سے گزرتی ہے تو ملاح سب مل کر یکبارگی زور لگاتے اور نعرے مارتے ہیں اس وقت کی کیفیت بیان کرتے ہیں کہ۔

" ملاحوں کے شوروغل کو سن کر موج بھی کانپ رہی تھی اور دریا بھنور کے گرد گھومنے سے رک گیا تھا"

کشتی پوئندہ کہ چوں تیر بود | بود بجاے کہ زمیں گیر بود

(تیز رو کشتی تیر کی طرح چلی اور فوراً کنارے پر جا لگی)

سوز و گداز

زسر کرشمہ یکرہ گزرے بسوے من کن | بغنایتے کہ داری نظرے بروے من کن
منم و دو دے زغمت چو ناتوانا | بزکوٰۃ تندرستی گزرے بسوے من کن

ایجاز

گرچہ پدر بر سر تختش کشید | نشست و فرو د آمد و پیشش دوید

سلطان ناصر الدین نے زبردستی پکڑ کر کیقباد کو تخت پر بٹھا دیا تھا۔ دوسرے مصرعہ میں کس اختصار کے ساتھ تمام کیفیت کی تصویر کھینچ دی ہی کہ

کیقباد بتعمیل حکم تخت پر جا بیٹھا۔ مگر فوراً اُترا اور دوڑ کر باپ کے پاس چلا آیا۔

تشبیہ و تمثیل اس مثنوی کے اشعار میں تشبیہ و تمثیل اکثر نادر و عنبر بکر رہی اور بعض جگہ معمولی تشبیہ کو کسی نکتہ کے اضافہ سے لطیف و دل پسند بنا دیا ہی۔ لہذا چند اشعار متضمن تشبیہ و تمثیل نذر ناظرین کئے جاتے ہیں۔

لشکر اسلام کہ آنجا رسید | بود زمیں تشنہ کہ دریا رسید

(اسلام کا لشکر وہاں پہنچا گویا پیاسی زمین کے پاس دریا پہنچا۔ یعنی وہاں امن و خوشحالی پیدا ہوگئی)

اس شعر میں لشکر اسلام کے پہنچنے کو ایسے دریا سے تمثیل دی ہی کہ پیاسی زمین پر جا پہنچے۔ اور اس کو سیراب و شاداب کر دے۔

خنجر شہ قطرۂ آب بے شمار | قطرہ کہ بنشاند زمیں را غبار

(بادشاہ کے خنجر کو قطرۂ آب سمجھو۔ مگر ایسا قطرہ جس نے روے زمین سے گرد و غبار کو دبا دیا یعنی

فتنہ و فساد کو دور کر دیا)

خنجر کو قطرہ کے ساتھ تشبیہ دینا ایک معمولی تشبیہ ہے۔ مگر دوسرے مصرع میں جو صفت قطرہ کی اضافہ کی ہے اس نے اس تشبیہ میں ایک نازک لطف پیدا کر دیا ہے۔

بود یک جا بے صفِ تیغ و تیر   ہمچو نیستاں بلبِ آب گیر

(تلواروں اور تیروں کی صف پاس پاس تھی۔ گویا تالاب کے کنارے نیستاں کھڑا تھا)

یہاں صفِ تیغ کو آبگیر سے تشبیہ ہے بوجہ آب و تاب کے۔ اور صفِ تیر کو نیستاں سے۔

شد زمیں از نعل منقش و نگار   چوں شکم ماہی و اندام مار

(گھوڑوں کے نعل سے زمین پر ایسے نقش و نگار ہو گئے تھے کہ وہ شکم ماہی اور اندام مار کی مانند معلوم ہوتی تھی۔ یعنی زمین پر نعلوں کے نشان کثرت سے تھے۔ جیسے کہ شکم ماہی اور اندام مار پہ ہوتے ہیں)

تیز تگ و گوش چو پیکاں پدید   بر سرِ یک تیر دو پیکاں کہ دید؟

(گھوڑا تیز دوڑنے والا ہے اور اس کی کنوتیاں ایسی معلوم ہوتی ہیں گویا ایک تیر کے سرے پر دو پیکان ہیں)

یہاں گھوڑے کو تیر سے اور اس کے کانوں کو پیکان سے تشبیہ دی ہے۔ اور دوسرے مصرع میں تعجب مفید مدح ہے۔

دائرہ خیمہ سبزی قطار   ابر فرود آمدہ در مرغزار

ہر بادل میں خیموں کا کیمپ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سبزہ زار میں بادل اتر پڑے ہیں)

یہاں خیموں کو بادلوں سے تشبیہ دی ہے

پیلِ گراں سنگ سبک التیاؔ ؎ تند چو ابرے کہ رود روزِ باد

(ہاتھی ہے تو بڑا وزنی مگر جھٹ پٹ کھڑا ہوجاتا ہے۔ تیز رو ایسا جیسے آندھی کے دن ابر)

یہاں ہاتھی کو ایسے بادل سے تشبیہ دی ہے جو آندھی کے دن ہوا پر دوڑتا ہے۔ وجہ شبہ تیز روی ہے۔

طرفہ عروسی شدہ آراستہ آئینہ از آبِ رواں خواستہ

قصر کیلوکھڑی کی صفت میں بیان کرتے ہیں کہ:- (یہ قصر حسن و زیبایش میں ایک عروس ہے جس نے جمنا کے آب رواں کو اپنا آئینہ بنایا ہے تاکہ اُس میں اپنا جمال دیکھے)

اس شعر میں قصر کو عروس سے اور آبِ رواں کو آئینہ سے تشبیہ دی ہے۔

ہمچو دو آئینہ مقابل زتاب آب دراں عکس نما۔ رو در آب

(یہ قصر اور آب جمن دو مصفا آئینے ہیں ایک دوسرے کے مقابل۔ پانی کا عکس تو قصر کی دیواروں میں نظر آتا ہے اور قصر پانی کے اندر) اس شعر میں قصر اور آب جمن دونوں کو آئینہ سے تشبیہ دی ہے مگر ایسے آئینہ سے کہ ایک کا عکس دوسرے کے اندر نمودار ہے۔

نرگس بے دیدہ رواں کو روش خار عصا۔ بادِ خزاں کور کش

(یہ موسم خزاں کا بیان ہے کہ نرگس کے دیدے پٹ ہوگئے۔ اندھوں کی طرح چلتی ہے۔ کانٹا اس آندھی کی لاٹھی ہے اور باد خزاں اسکو کھینچکر لئے جارہی ہے) اس شعر میں نرگس کو اندھی سے کانٹے

؎ استاد ذوق نے ایک قصیدے میں اسی تمثیل کو اُلٹ دیا ہے ؎

ہوا پہ دوڑتا ہے اس طرح سے ابر سیاہ کہ جیسے جائے کوئی پیل مست بے زنجیر

کو لاٹھی سے اور بادِ خزاں کو آندھی کی رہ نما سے تشبیہ دی ہے۔ وجہ شبہ ہر ایک کی ظاہر ہے۔

نم بکفِ دستِ چنار از روش — زیبقِ لرزاں بکفِ مرتعش

(چنار کے پتّوں پر تری اس طرح حرکت کرتی ہے جیسے رعشہ والے کی ہتیلی پر پارہ کانپتا ہے)

یہاں چنار کے پتّوں پر نمی کے ہلنے کو ایسے زیبق سے تشبیہ دی ہے جو کفِ مرتعش پہ لرزاں ہو۔

جامۂ گل پارہ شدہ بر تنش — غنچہ گرہ بر زدہ بر دامنش

(پھول چونکہ کھل چکا ہے تو اُس کے تن پر جو کپڑا تھا پھٹ گیا۔ مگر کلی ایسی معلوم ہوتی ہے گویا پھول کے پھٹے دامن میں گرہ لگی ہوئی ہے) یہاں پھول کی پتّیوں کو جامۂ پارہ شدہ سے تشبیہ دی ہے اور غنچے کو ایسی گرہ سے جو پھٹے ہوئے دامن پر لگی ہوئی ہے۔ پہلی تشبیہ تو مبتذل ہے مگر دوسری میں تازگی و ندرت ہے۔

قطرہ کہ شد زابر چکاں بر ہوا — مہرۂ بلور شدہ در ہوا

(شدتِ سرما کا بیان ہے کہ جو قطرہ بادل سے ٹپکتا ہے وہ سردی سے جمکر مہرۂ بلور بن جاتا ہے)

یہاں قطرۂ آب کو بلوری مہرہ سے تشبیہ دی ہے۔

بادہ چو خورشید پگہ تا بہ شام — کردہ طلوعے و غروبے بجام

(شراب صبح سے شام تک پیالے میں آفتاب کی طرح طلوع و غروب کرتی ہے۔ یہاں شراب کو آفتاب سے اور شراب کے پیالے میں بھر جانے اور نکالے جانے کو طلوع و غروب سے تشبیہ دی ہے)

شہ بتہ چتر سیہ می چمید　　　اوّلِ شب صبحِ دوم می دمید

(بادشاہ چتر کے سایہ میں خراماں خراماں چلتا تھا۔ گویا رات کے شروع ہوتے ہی صبح صادق نمودار ہو گئی تھی)

اس شعر میں چتر سیاہ کو اوّل شب اور بادشاہ کو صبح صادق سے تشبیہ دی ہے۔ وجہ شبہ تشبیہ اوّل تاریکی اور دوم میں نور ہے۔

دکدکِ[1] دندانِ برہنہ تناں　　　چوں شغب چوبکِ[2] بک زناں

(جو لوگ برہنہ تن تھے جاڑے کے مارے اُن کے دانت بج رہے تھے۔ دانتوں کے بجنے کی آواز ایسی تھی گویا چوکیدار چوبک بجا رہے ہیں)

سبزہ نو رستہ تو گوئی مگر　　　بچۂ طوطی ست کہ شد سبز پر

(سبزہ جو تازہ اُگا ہوا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ طوطے کے بچے نے ابھی کلیاں نکالی ہیں)

رودزن[3] از سینہ بروں بردہ صبر　　　آب چکاں[4] دست چو باراں ز ابر

(مطرب نے ایسا بجایا کہ لوگوں کے دل بیقرار کر دیئے۔ اُس کا ہاتھ نہایت لطیف ہے گویا بادل سے مینھ برس رہا ہے)

در کماں دست بر دچوں ہنر بر　　　قوسِ قزح داں کہ برآمد ز ابر

کمان کو قوس قزح سے تشبیہ دی ہے۔

پشت وے از بارِ گہر خم زدہ　　　چوں بسحر گلشنِ شبنم زدہ

(بادشاہ کے چتر کی صفت ہے کہ موتیوں کے بوجھ سے ایسا جھک گیا تھا جیسے صبح کے وقت گلشن شبنم کے بوجھ سے)

---

[1] شدت سرما سے دانتوں کے بجنے کی آواز ۱۲ [2] چوبک۔ ڈنڈا۔ زمانہ قدیم میں افسر چوکیداران ایک ڈنڈا اور ایک تختہ رکھتا تھا۔ ڈنڈے سے اس تختے کو بجایا کرتا تھا کہ چوکیدار اپنے اپنے کام پر ہوشیار رہیں ۱۲ [3] رودزن۔ مطرب ۱۲ [4] آب چکاں۔ نہایت ہلکا اور لطیف ۱۲

تودۂ لعلے کہ بہر گوشہ بود　　　روئے زمیں پُر ز جگر گوشہ بود

(لعل جو نثار کئے گئے تھے ہر طرف پڑے تھے گویا سطح زمین زنگار رنگ لعلوں سے پُر تھی یا وہ لعل زمین کے جگر کے ٹکڑے تھے۔ کیونکہ لعل زمین کے اندر سے نکلتا ہے)

آمد آں سادہ زنخ بر منِ بیہوش زد آب　　　بر سرِ تشنہ نگہ کن کہ چہاں چہ بر سید

یہاں زنخ کو چاہ سے تشبیہ دی ہے اور یہ نہایت مبتذل تشبیہ ہے مگر دوسرے مصرعے کے مضمون نے کہ "چاہ بر سرِ تشنہ رسید" اس تشبیہ میں ایک دلآویزی پیدا کر دی ہے۔

موئے میاں در کمرِ زر شدہ　　　رشتۂ یاقوت و گہر در شدہ

بسایہ بودم خفتہ کہ یار آمد و گفت　　　چہ خفتۂ؟ کہ رسید آفتاب در سایہ

پنجہ کشادہ گل لعل از پلہ　　　غرق بخوں ناخنِ شیرِ پلہ[1]

زابروئے خم پشت کماں ساختہ　　　تیرِ مژہ نیم کشش انداختہ

اودہ میں ایک شب سلطان ناصرالدین کیقباد کی خیمہ گاہ میں آیا ہے۔ اور دونوں بادشاہ ایک ہی تخت پر جلوہ فرما ہوئے ہیں۔ اس موقع کے بیان میں

---

[1] پلہ یا پلاس - درخت ڈھاک ۱۲　　ع بزم معزی کے آخر میں اس شعر پر نوٹ دیا گیا ہے ۱۲

خسرو شعرا نے بہت سی تمثیلیں نکالی ہیں جس سے طبیعت کی جولانی اور تخیل کی وسعت ظاہر ہوتی ہے ؎

ہر دو بیک تن چو دو پیکر شدند — بر فلکِ تخت چو مہ بر شدند
گشت بہ برجے دو قمر جاے گیر — گشت قرین بدو سلطاں سریر
ملک بہ یک تخت دو دارا نمود — دہر بیک آب دو دریا نمود
روے زمیں فرِ دو جمشید یافت — چشمِ جہاں نورِ دو خورشید یافت
خاتمِ جم را دو نگیں دست داد — افسرِ کسرے بہ دو فرق اوفتاد
دبدبہ کوسِ دو شکر زدند — نوبتِ اقبالِ دو سنجر زدند
گلشنِ دولت بدو گل تازہ گشت — صوتِ دو بلبل بیک آوازہ گشت
مصقلہ چرخ دو خنجر زدود — آئینہ ملک دو صورت نمود
سایہ یکے کرد دو فرِ ہماے — پایہ یکے ساخت دو لشکر کشاے
شاخ بہم سود دو سرو جواں — موج بہم داد دو آبِ رواں
گشت یکے باغِ وفا را دو جوے — گشت یکے منبعِ صفا را دو روے
گشتِ زمیں آبِ دو باراں چشید — مغزِ جہاں بوے دو بستاں کشید

چرخ یکے شد بہ دو ماہ تمام
بزم یکے شد بہ دو دورِ مدام

کشتِ زمیں آبِ دو باراں چشید　　مغزِ جہاں بوے دو بستاں کشید
چرخ یکے شد بہ دو ماہِ تمام　　بزم یکے شد بہ دو دَورِ مدام

صوفیانہ خیالات صفتِ ساقی کے عنوان میں امیر صاحب نے ظاہرا بزمِ شاہی کے ساقی کی صفت نگاری کی ہے۔ مگر موقع ایسا دلچسپ تھا کہ یہاں مجاز کے پردے میں حقیقت کی جھلک دکھائی ہے اور بعض اشعار ایسے پر لطف ہیں کہ ادنےٰ تامل سے اصلی ساقی (مرشد) کی یاد دلاتے ہیں۔

ساقیٔ صوفی کُش و مردم فریب　　بُردہ بیک غمزہ ز عالم شکیب

ساقی یعنی مرشد کامل صوفی کا قاتل ہے عوام الناس کو دہوکے میں ڈال رکھا ہے کہ اُس کے کمال سے ناواقف ہیں اُس کی ایک ادا نے ایک عالم کے دلوں کو بے صبر و بیتاب کر رکھا ہے

گرچہ کہ چشمش شدہ با خواب جفت　　لیک گہے فتنۂ چشمش نہ خفت

بظاہر اُس کی آنکھہ سوتی معلوم ہوتی ہے مگر اُس کی نگاہ باطن کی تاثیر کبھی معطّل نہیں ہوتی ہمیشہ طالبان حق کے دلوں کا شکار کرتی رہتی ہے

عکسِ چناں نرگس مست و خراب　　ہر ہمہ را سُرمہ دہد در شراب

اُسکی بیخودانہ نظر کی تاثیر جذبۂ محبت کو اور بھی تیز کر دیتی ہے (یا اہل محبت کو خاموش بنا دیتی ہے)

ہر کہ بیک جرعۂ او سر نہد　　بے ہشیش بیسندو بر تر دہد

جو شخص ادنی فیضان مرشد کو تسلیم و رضا سے قبول کرتا ہے تو مرشد اُس کی بیخودی کا اندازہ کر کے اُس کے حال پر اور زیادہ توجہ کرتا ہے

مے دہد وخوں خورد واز دل تمام　　جرعۂ باقی نگذارد بجام

مرشد فیضان پہونچاتا اور مرید کے دل کو خواہشوں کے لوث سے پاک وصاف کرتا ہے یہاں تک کہ اپنا فیضان پورا کر دیتا ہے

ورنہ شود مست حریف از شراب　　رو بنماید کہ بیفتد خراب

اگر طالب پر فیضان مرشد سے بیخودی طاری نہوئی تو مرشد اس کو اپنے انوار کا مشاہدہ کراتا ہے اس مشاہدے سے وہ بیخود ہو جاتا ہے

مست درو بیند واو سوے می　　او شدہ مست از می و مستاں زوی

پھر یہ حالت ہوتی ہے کہ طالب بیخود جو کچھ دیکھتا ہے مرشد کی ذات میں دیکھتا ہے اور مرشد فیضان غیب کا منتظر رہتا ہے غرض مرشد فیضان غیب سے مست وبیخود رہتا ہی اور طالب انوار مرشد کے مشاہدہ سے۔

بسکہ ہمہ جور بود دور او　　ہر کہ بود خون خورد از جور او

ایسے مرشد کا دور سراسر جور ہے یعنی کثرت فیضان لیکن ایسے فیضان کا تحمل کس سے ہوسکتا ہے ناچار طالب بظاہر خراب حال ہو جاتا ہے

از کف او دور دمادم خوش ست　　در مثل جور[1] بود ہم خوش ست

ایسے مرشد کا فیضان بتدریج ہو تو زہے نصیب اور اگر یکایک ہو تو بھی اچھا

چوں بدہد بادہ و گوید کہ نوش　　مست بروز دگر آید بہوش

جب مرشد کامل فیضان پہونچاتا اور طالب کو نوید عطا سناتا ہے تو طالب پر ایسی بیخودی

---

[1] جور۔ ستم۔ جام لبالب پلا کر پینے والے کو لٹا دینا یعنی مست وبیخود کر دینا ۱۲

طاری ہوتی ہے کہ قیامت ہی کے دن ہوش میں آئیگا

حکمت و اخلاق

انسکرہ زانگشت بہیں دستگاہ　　از ہنرِ خویش زبردستِ شاہ

نسکرہ کو اپنے ہنر کی وجہ سے بادشاہ کے ہاتھ پر ایک بہتر جگہہ ملی

چوں ہنرِ مرغ فراواں شود　　مرغ زبردستِ سلیماں شود

وائے برآں آدمی بے خبر　　کو کم ازاں مرغ بود در ہنر

دیگر

گشت چو قاصد بتنِ مرد خوں　　بہ کہ بہ نشتر کنداز تن بروں

دیگر

دجلہ چو آمیختہ گردد بہ نیل　　ہست جدا کردنِ آں مستحیل

دیگر

تا بچمن سرو بود سایہ دار　　کس نخزد زیر گیا سایہ دار

دیگر

چشمۂ چاہ ارچہ کہ بالا شود　　چشمہ محال ست کہ دریا شود

دیگر

ملک بمیراث نیابد کسے　　تا نزند تیغ دو دستی بسے

دیگر

تیغ که سهراب بر رستم کشید — هیچ شنیدی که ز گیتی چه دید؟

دیگر

خواست یکی خواسته لیکن نیافت — آنکه نمی خواست برو خود شتافت
رفت یکی در طلب لعل سنگ — ریزهٔ سنگیش نیامد بچنگ
وان دگری را که غمِ آن نبود — لعل چنان یافت که در کان نبود
کوششِ بیهوده ز غایت برون — کوبشِ آب است به هاون درون

دیگر

این همه بیداری ما خفتن است — کآمدنِ ما ز پیِ رفتن است
گر بود است خوش خور و بدخو مباش — ور نبود رنجه مشو گو مباش
تنگ مباش از پیِ عیشِ فراخ — کان بری از باغ که خیزد ز شاخ
هر چه رسد بیش خور و کم مخور — ور نرسد هم برسد غم مخور
هر چه بجوئی ز دنیا بی مرنج — زانکه بخواهش نتوان یافت گنج

دیگر

آنکه شکیبش بقناعت درست — قرصِ خور از قرصِ زرش بهتر است
کان بغذا لذّتِ کامش دهد — وین بطمع خسّتِ نامش دهد

خطاب به نفس

ترک طمع گیر ز خود شرم دار — تا نشوی چون خجلان شرمسار

گرسنہ زانی کہ دریں تنگنائے ناں ز ملک می طلبی ز خدائے

غرّہ بہ نزدیکی سلطاں مشو بلبلِ باغی، مگسِ خواں مشو

ہست فپے از خرمنِ ہستی خسے تا تو چہ باشی کہ کمی زو بسے

بادشاہ عالم موجودات میں ایسا ہے جیسے خرمن میں ایک تنکا۔ پھر تو جو اس سے بھی کم تر ہے کیا چیز ہے !!!

چند کشی پیشِ ملک دست پیش تات زکوٰتے دہد از ملکِ خویش

تشنہ بمیر آب ز دوناں مخواہ خوں خور و از خواجہ نشاں ناں مخواہ

چوں ببّریدی طمع از ناکساں صرف مکن گوہرِ خود با خساں

گل بچراگاہِ ستوراں مبر آئینہ در مجلسِ کوراں مبر

تخیّل تخیل شاعری کی روح ہے اس مثنوی میں جا بجا ایسے موقع پائے جاتے ہیں جہاں حضرت خسرو نے تخیّل کا طلسم باندھا ہے مثلاً

جوہری شام بسوداگری کردہ گہر پیشکشِ مشتری

شاعر کا خیال ہے کہ وقت شام ایک جوہری ہے جس نے سوداگری کی غرض سے خریدار کے سامنے جواہرات پیش کئے ہیں یعنی شام کو ستارے نکلے ہیں۔

چرخ یکے حلقۂ انگشتریں بر سر یک حلقہ ہزاراں نگیں

دیگر

بسکہ صراحی جلبی گشتہ صاف بادہ درو دیدہ شد اندر طواف

گوئی کز او صافِ صفاش از بروں   بادہ بروں ست و صراحی دروں

جلبی صراحی ایسی صاف ہی کہ اُس میں شراب گردش کرتی نظر آتی ہے اُس کی شفافی
سے معلوم ہوتا ہے کہ شراب باہر ہے اور صراحی اُس کے اندر

دیگر

در شکمِ او کفِ صافی گہر   از ہوس بادہ شدہ شیشہ گر

صراحی کے پیٹ میں پاک و صاف جھاگ اُٹھتے ہیں تو اُن جھاگوں کو شراب کی ایسی
ہوس ہے کہ وہ شراب بھرنے کے لئے اور نئے نئے شیشے بنا رہے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ:۔
صراحی میں شراب ہے۔ شراب میں جھاگ ہیں۔ اور جھاگوں پر بلبلے اُٹھ رہے ہیں۔

دیگر

عکسِ رسن ہا کہ فرو شد بآب   بستہ بہ پہلوے نہنگاں طناب

جب کشتی کی رسیوں کا سایہ پانی میں پہونچا تو اُس سایہ نے ناکوں کو طناب میں
جکڑ لیا تا کہ ہل نہ سکیں۔

طفلِ کہن سال و لعابش رواں   دایۂ او چرخ ولے مہرباں

آفتاب ایک کمسن بچہ ہے جس کے منہ سے رال ٹپک رہی ہے جو اپنی دایہ یعنی آسمان
کی گود میں ہے گو آسمان گو ستمگار ہے لیکن اس بچہ کے لئے دایۂ مہربان ہے۔

دیگر

باہمہ چوں سایہ شدہ ہم نشست   یک تن و ہر جا کہ بجوئی ہست
آفتاب ۱۲

دیگر

آہوے پوئیندہ ببالا و زیر   خانۂ خود ساختہ در کامِ شیر
آفتاب ۱۲

دیگر

گرم شود بر ہمہ بے ہیچ کیں   پس زحیا در رود اندر زمیں
آفتاب ۱۲

دیگر

کشتی عاج ست تو گوئی رواں   گشتہ دو گوشش بدو سو بادباں
گوش کہ با چشم ہمی کرد لاغ   مروحہ بود بہ پیشش چراغ
طرفہ کہ آں مروحہ زآسیب باد   ہیچ گزندے بچراغش نداد

دیگر

خاک یکے بیضۂ طوطی شمار   بیضہ یکے بچۂ او صد ہزار

یعنی کرہ زمین طوطی کا انڈا ہے اس ایک انڈے سے لاکھوں بچے نکلے۔

سبزۂ نورستہ تو گوئی مگر   بچۂ طوطی ست کہ شد سبز پر

نیا اُگا ہوا سبزہ گویا اُس طوطی کا بچہ ہے جس نے نئی کلیاں نکالی ہیں۔

اسالیب بیان کی تازگی

فصلوں اور موسموں کا تغیر صبح و شام اور رات دن کا ہونا ہر جگہہ ایک نئے پیرایئے میں بیان کیا ہے۔

آفتاب قوس میں

بیان کرنا یہ ہے کہ آفتاب برج قوس میں آگیا برسات ہو چکی سردی

کا موسم ہے اس مطلب کو یوں ادا کیا ہے۔

آسمان کے بادشاہ نے جس وقت کمان ہاتھ میں لی تو ماہ تیر نے دوڑ کر ملک کی حکومت موسمِ سرما کے سپرد کر دی۔

شاہِ فلک چوں بکماں دست برد   تیر مہ اقلیم بسرما سپرد

شاہ فلک = کنایہ ہے آفتاب سے ۔ تیر = برسات کے ایک مہینے کا نام ہے۔ کمان = برج قوس۔ لفظ تیر کمان سے مناسبت رکھتا ہے۔

یہ مضمون کہ اس موسم میں دن چھوٹا اور رات بڑی ہونے لگی یوں ادا کیا ہے کہ

جہان ایک بڑھیا ہے جس نے چرخہ کاتنا شروع کیا ہے اور رات کو نہایت لمبا دھاگا کات کر دیا ہے۔

زالِ جہاں چرخ زدن کرد ساز   داد شبِ رشتہ بغایت دراز

زال جہاں = کنایہ ہے دنیا جہان سے جسے بڑھیا مانا ہے۔

چرخ زدن = چرخہ کاتنا۔ رشتہ = ڈورا، دھاگا۔

فصل خزاں

مطلب یہ ہے کہ خزاں کا موسم آگیا۔ ہوا تیز چلنے لگی۔ پھولوں کی بہار ختم ہوگئی۔ اِس مطلب کو اِس طرح ادا کیا ہے۔

جب فصل خزاں نے چمن میں گھر بنا لیا تو بادِ رواں گلزار میں اپنا گھوڑا کُدانے لگی

گلِ ریحاں جو پھولوں کا بادشاہ کہلاتا ہے اُس کو نکال دیا۔ اب چمن کے اندر اُس کی حکومت باقی نہیں رہی۔

فصلِ خزاں چوں بچمن خانہ ساخت　　بادِ رواں گردہ بگلزار تاخت
شاہِ سپرغم (گلِ ریحاں ۱۲) زولایت براند　　کس بچمن ہیچ ولایت (حکومت ۱۲) نماند

فصلِ بہار

مقصود یہ ہے کہ موسم برسات آپہونچا اور ابر نمودار ہونے لگا پھول کھلنے لگے۔ اس مضمون کو یوں ادا کیا ہے کہ

جب بہار کا جھنڈا بلند ہوا تو ابر نے اپنا خیمہ ستاروں پر جا لگایا پھولوں کا سکّہ تیار ہونے لگا جیسے ہمارے بادشاہ کے دام بنتے ہیں اور اس سکّہ کی تیاری معقول طور سے کی گئی۔

فصلِ بہاراں چو علم درکشید　　ابر سراپردہ بر اختر کشید
سکۂ گل چوں درمِ شستہ زدند　　سکّہ بصد وجہ بموجب زدند

آفتاب برجِ ثور میں

مطلب یہ ہے کہ جب آفتاب برجِ ثور میں آیا تو کھیتوں میں غلّہ پک گیا اِس مضمون کو یوں بیان کیا ہے۔

چون زحمل رفت بہ ثور آفتاب — پخت ہمہ دانۂ پرویںؔ[1] ز تاب

آفتاب برج جوزا میں

جب آفتاب برج جوزا میں آیا تو لو چلنے لگی اور گرمی کی شدت ہو گئی۔ اس مضمون کو اس طرح بیان کرتے ہیں

خانۂ خورشید بجوزا گرفت — رفت در آن خانہ درون جا گرفت

باد ز جوزا[2] شدہ و آتش ز مہر — سوخت جہانے ز زمین تا سپہر

آفتاب برج سرطان میں

جب آفتاب برج سرطان میں آیا تو برسات شروع ہو گئی۔ اس مطلب کو یوں ادا کیا ہے

کرد چو رہ در سرطان آفتاب — چشمۂ خورشید فرو شد بآب

ابر سراپردہ ببالا کشید — سبزہ صفت خویش بصحرا کشید

بیان کرنا یہ ہے کہ جنگل میں نیا سبزہ اُگا ہے جا بجا پانی بھرا ہوا ہے اس مضمون کو اس طرح ادا کیا ہے کہ

سبزہ بصحرا شدہ چون نوخطان — ملکِ جہان گشتہ بکامِ بطان

---

[1] پرویں ایک خوشہ ہے ستاروں کا برج ثور میں جس کو ثریا بھی کہتے ہیں ۱۲

[2] جوزا برجِ بادی ہے ۱۲

صبح

رات کو سورج چھپ تو گیا تھا مگر پورا چاند تھا صبح ہوئی تو سورج نکلا یہ مضمون اس طرح سے باندھا ہے کہ

چوں دلِ شب حاملۂ مہر گشت — بر شبِ حامل مہِ کامل گذشت
حالِ یکماہہ نہ بل یکشبہ — تاجورے زاد دراں کوکبہ

آفتاب ۱۲

دیگر

صبح ہوئی اور تارے چھپ گئے۔ اس مضمون کو یوں بیان فرماتے ہیں۔

صبح چو برزد علمِ آفتاب — لشکرِ سیّارہ فرو شد بآب

دیگر

رات گذری صبح ہونے آئی

کرد چو شب نوبتِ خود را تمام — صبح دُہل برد ببالاے بام

آفتاب ۱۲

دیگر

صبح برآوردہ چو چترِ سپید — بست سیاہی بہ سپیدی امید

دیگر

کوسِ سحرگہ فلک آوازہ گشت — دبدبہ روز ز سر تازہ گشت

بلند آوازہ ۱۲

دیگر

تیغ کشید اخترِ عالم فروز　　لشکرِ شب کرد ہزیمت ز روز

دیگر

زنگیِ شب کرد سپیدہ بروے　　خندہ زناں شد فلک از چار سوے

دیگر

مشعلۂ صبح کہ شد نور دار　　ساخت یکے شعلہ ز چندیں شرار
ستارے ۱۲

دیگر

از تفِ آں شعلہ کہ در تاب شد　　سیمِ کواکب ہمہ سیماب شد

آفتاب کی روشنی و گرمی کے اثر سے تارے سیماب بن کر اڑ گئے یعنی چھپ گئے۔

دیگر

صبح ز بس دم کہ دما دم گرفت　　آتشِ خورشید بعالم گرفت

دیگر

روزِ دگر کرد چو نافِ جہاں　　مشکِ شب از آہوی مشرق نہاں

دیگر

گشت چو دریاے سپہر آبگوں　　داد رواں چشمۂ خور را بروں

دیگر

شد گرہِ چرخ چو گنبد نماے　　نعل مہ افگند بگنبد زپاے

دیگر

روزِ دگر صبح چو ضحاک شد　　مارِ سیہ در شکمِ خاک شد
خندہ زن ۱۲

صنایع بدایع

صنایع بدایع عروسِ کلام کا زیور ہیں۔ اس مثنوی کے اکثر اشعار اِس زیور سے آراستہ نظر آتے ہیں۔

چند اشعار متضمن صنایع یہاں نقل کیے جاتے ہیں:-

صنعت طباق یا تضاد

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہے کہ ایسے دو لفظ یک جا ذکر کریں جن کے معانی فی الجملہ ایک دوسرے سے مخالف یا ضد ہوں:-

خونِ دل گرچہ کہ بسیار برفت اندک ماند صبر ہر چند کہ بود اندک بسیار برفت

اندک و بسیار متضاد ہیں۔

دیگر

پایکِ بازندہ برون از قیاس بُرد دل و خالی دلِ شاں از ہراس

دیگر

مستیِ او مایۂ ہشیار یش خفتہ ہمہ خلق زبیداریش

دیگر

کردن بزرگی بحقِ کمتراں داد سبک جامہ بقیمت گراں

دیگر

این ہمہ بیداریِ ما خفتن ست کامدنِ ما ز پئے رفتن ست

بیداری و خفتن میں اور آمدن و رفتن میں تضاد ہے۔

از پئے نامے کہ مبادش اُمید | نامہ سیہ کردی و دیدہ سپید

دیدہ سپید کردن سے مُراد یہاں نابینائی ہے۔ مگر حقیقی معنے کے لحاظ سے سیاہ و سپید میں تضاد ہے۔

دیگر

گرمی دل نیست چو حاصل مرا | سرد شد از آب سخن دل مرا

نو کنم انداز رسم کہن | پس روی پیش روان سخن

نو۔ کہن۔ پس رو۔ پیش رو۔ میں تضاد ہے۔

ملک جہاں پختہ بمن شد تمام | کے دہم از دست سبوای خام؟

پختہ ضد خام۔

دیگر

بستہ تست این دلم باد گرانش مبند | کاش! کہ با دیگران دل نکشاید مرا

یہاں بست و کشا میں تضاد ہے۔

دیگر

تیز چو شد خنجر آں گرم خو | پشت نہ دیدہ کس از ہیچ رو

یہاں رو کے معنے وجہ و طور کے ہیں۔ مگر اصلی معنے کے لحاظ سے پشت و رو میں تضاد ہے۔

دیگر

نشستہ سبزہ زیں سو در چپ گل | ستادہ سروزاں سو جانب راست

دیگر

گرم شدہ از مدد جامہ مرد | مردم بے جامہ بجاں گشتہ سرد

دیگر

گوش کن این گفت دگر گفت کس | بشنو و مشنو سخن این ست و بس

ارصاد

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہے کہ شعر میں ایسا لفظ لائیں جس سے یہ معلوم ہو کہ مصرعِ ثانی کے آخر میں فلاں لفظ ہو گا۔ اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ شعر کے قافیہ کا حرفِ روی[1] معلوم ہو۔

شقّہٗ دیبا بر زیبا شدہ   سیمبراں صورتِ دیبا شدہ

پہلے مصرعہ میں لفظ "دیبا" اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دوسرے مصرعہ کا قافیہ یہی لفظ ہو گا۔ کیونکہ پہلا قافیہ "زیبا" معلوم ہے۔

سرو پیادہ۔ خوش بود اندر چمن و لیک   آں سروِ من پیادہ خوش ست و سوار خوش

اس غزل کے قافیے ہم کو معلوم ہیں کہ "زار" "بہار" وغیرہ ہیں پس لفظ "پیادہ" اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس شعر کا قافیہ "سوار" ہو گا۔

موے بو گیسوے او مشکِ خشک   فرق نہ بود سرِ موئے ز مشک

دیگر

آئینہ صورتش از سینہ رفت   صورتِ او رائک ز آئینہ رفت

دیگر

باغ خراب از قدمِ بومِ شوم   جُغدِ قدم شوم شدہ بار بوم

---

[1] حرفِ روی وہ ہے جس پر قافیہ کی بنیاد ہوتی ہے ۱۲

عکس وتبدیل

اُسے کہتے ہیں کہ کلام میں کسی چیز کو دوسری پر مقدّم کریں۔ پھر مقدّم کو مؤخّر بنائیں اور مؤخّر کو مقدّم۔

خوابِ من از دیدۂ من آب برد　　　آبِ من این دیدۂ بی خواب بُرد

مصرعۂ اولیٰ میں خواب مقدّم ہے آب پر۔ مصرعۂ ثانی میں اُس کا عکس ہے۔

چرخ نداند در و دیوار کس　　　تکیہ بدیوار و درش کردہ بس

دیگر

مردمِ یک خانہ و صد خُرّمی　　　خانۂ یک مردم و صد مردمی

دیگر

چترِ شہ آن ست کہ شد چرخِ ماہ　　　چرخِ مہ این ست کہ شد چترِ شاہ

چترِ شاہ اور چرخِ ماہ کی ترتیب دوسرے مصرعہ میں بدل دی ہے۔ علاوہ اس کے یہاں صنعت رَدُّ العجز علی الصّدر بھی ہے۔ یعنی جو لفظ مصرعہ اوّل کے شروع میں تھا وہی مصرعۂ ثانی کے آخر میں آیا ہے۔

ور قلم از سحر زباں برکشم　　　سحر زباں را بقلم درکشم

دیگر

آمد بہار و شد چمن و لالہ زار خوش　　　وقتے ست خوش بہار کہ وقتِ بہار خوش

دیگر

آب فرو ماند چو کوہ از شہاب   کوہ در آمد بتزلزل چو آب

دیگر

چشمِ پدر بہرِ جگر گوشہ تر   گوشۂ ہر چشم شدہ پُر جگر

حُسنِ تعلیل

اِس صنعت کا طریق یہ ہی کہ کسی وصف کے لیے کسی شے کو علّت قرار دیں مگر وہ شے حقیقت میں اُس وصف کی علت نہو۔ گویا یہ صنعت ایک تخیّل ہی جس سے طبیعت محظوظ ہوتی ہی۔

چنانچہ گھوڑوں کی تیز روی کی صفت کرتے ہیں:۔

از تکِ شاں کاں رہِ صرصر زدہ   باد بدیوار ببے سر زدہ

گھوڑوں کی دوڑ سے جس نے آندھی کو بھی مات کر دیا ہی ہوا نے اکثر دیوار سے سر پٹکا ہی۔ یہ امر تو ثابت ہی کہ ہوا دیوار سے ٹکراتی ہی مگر شاعر خیال کرتا ہی کہ ہوا کا دیوار سے سر پھوڑنا اس رشک و حسد سے ہی کہ وہ ان گھوڑوں کی تیز روی کا مقابلہ نکر سکی

شدّتِ سرما اور آتش کی صفت میں فرماتے ہیں۔

آتش ازانجا کہ بدل جاے کرد   دُود بر آمد ز نفس ہاے سرد

یہ بات تو ظاہر ہی کہ موسمِ سرما میں سانس کے ساتھ بھاپ نکلتی ہی جو دھوئیں سے مشابہ ہی۔ مگر شاعر خیال کرتا ہی کہ یہ دھواں اس سبب سے نکلتا ہی کہ آج کل دلوں میں آگ نے جگہ کر لی ہی۔

گرمی کی شدت کے بیان میں کہتے ہیں کہ:-

جانبِ سایہ شدہ مردم رواں   سایہ بدنبالۂ مردم دواں

آدمی سایہ کی طرف کو جاتے ہیں اور سایہ آدمیوں کے پیچھے دوڑتا ہے۔

یہ تو ثابت ہے کہ آدمی کا سایہ اُس کے ساتھ ساتھ دوڑا کرتا ہے مگر شاعر کا خیال ہے کہ سایہ کا دوڑنا اِس وجہ سے ہے کہ وہ بھی آدمیوں کی طرح دھوپ سے بچنا چاہتا ہے۔

ابر و باراں کے بیان میں فرماتے ہیں:-

پردہ نشیں گشت فلک سو بسو   باہمہ زالی شد پوشیدہ رو

یہ امر ثابت ہے کہ ابر میں آسمان چھپ جاتا ہے۔ مگر شاعر کا خیال ہے کہ آسمان نے شرم کے سبب سے مُنھ چھپا لیا ہے۔ مگر تعجب یہ ہے کہ باوجود پیر زال ہونے کے اتنا پردہ کرتا ہے۔

گُل ز کرم زر دہد آں را کہ جُست   وز پئے خود جامہ نسازد درست

گُل کے زیرہ کو زرِ گُل کہتے ہیں۔ شاعر خیال کرتا ہے کہ یہ زر بخشی گُل کی طرف سے از راہِ کرم ہے۔ مگر خود پھٹے کپڑے پہنتا ہے۔ اور پھٹے کپڑے پہننا کنایہ ہے اُس کے کھلنے سے۔

از رُخِ شہ رنگ چو دریوزہ کرد   پشت بہ قبۂ فیروزہ کرد

طرح چترِ شاہ میں کہتے ہیں کہ اُس نے رنگ بادشاہ کے رُخ سے بھیک مانگ کر لیا ہے

لہٰذا اُس کو ایسا استغنا حاصل ہو گیا ہے کہ آسمانوں کی طرف پشت کر رکھی ہے۔

یہ امر ثابت ہے کہ چتر کی پشت آسمان کی طرف ہوتی ہے اور پشت کسی کی طرف ہونا بے پروائی کی علامت ہے۔ مگر شاعر خیال کرتا ہے کہ یہ بے پروائی اس وجہ سے ہے کہ اُس نے بادشاہ سے فیض حاصل کر لیا ہے۔

پیشِ دراز شرم سپہرِ کبود　　　　نیمۂ کال بزمیں شد فرود

دیگر

پشتِ بنفشہ بہ سمن زارہا　　　　کوز شد از چیدنِ دینارہا

ادماج

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہے کہ ایک کلام سے دو معنی حاصل ہوتے ہوں اور دوسرے کی کچھ تصریح نہ کی ہو۔

لالہ چو از کوہ برفت آں شکوہ　　　　کبک ببرید دل از تیغِ کوہ

موسمِ خزاں میں لالہ کی بہار پہاڑ پر ختم ہو چکی ہے اس لیے کبک نے بھی پہاڑ کی چوٹی سے دل اُچاٹ کر لیا ہے۔

دوسرے مصرعہ کا یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہے کہ لالہ کے فراق میں کبک نے تیغ کوہ سے خودکشی کر لی ہے۔

نشستنِ او با ہمہ دانندگاں　　　　رفتنِ او جانبِ خوانندگاں

دوات کی تعریف کرتے ہیں کہ وہ داناؤں کے پاس بیٹھتی ہے اور لکھے پڑھے لوگوں

کے پاس جاتی ہی۔ یا یہ کہ جو اُس کو جانتے ہیں اُن کے پاس بیٹھتی ہی اور جو بُلاتی ہیں
اُن کی طرف چلی جاتی ہی۔ علےٰ ہذا

شاخ بہر بار گہے گرد راہ جائے گہہ باز شدہ بارگاہ

رُجوع

صنعتِ رجوع یہ ہی کہ کلام اوّل کو باطل کر کے دوسرے کلام کی طرف کسی
فائدہ کی غرض سے مصروف ہوں۔

سلطان کیقباد کی مدح میں فرماتے ہیں۔

افسرِ خورشید بشاہی توئی نے غلطم ظلِ الٰہی توئی

یہاں رجوع کا مقصد مدح میں ترقی ہی۔

ایہام

صنعت ایہام کا طریق یہ ہی کہ کلام میں ایسا لفظ ذکر کریں جس کے دو معنے
ہوں ایک قریب اور ایک بعید۔

معنی قریب وہ ہی جو اُس مقام کے مناسب ہو اور معنی بعید وہ ہی جو اُس مقام
سے مناسبت نہ رکھتا ہو مگر کہنے والے کا مقصود معنی بعید ہو۔ مثلاً

ع۔ آئینہ و شانہ برابر شدہ

یہاں لفظ شانہ کے معنی ہیں (۱) کنگھا اور یہی معنی قریب ہیں اور آئینہ کی مناسبت
سے اوّل اِسی معنی کا وہم ہوتا ہی (۲) دوسرے معنی استخوانِ بازو ہیں جو

اس موقع پر تامّل سے سمجھ میں آتے ہیں۔ اس لیے یہ معنی بعید ہیں۔ مگر مرادِ قائل یہی معنی بعید ہیں۔ تو اس کو ایہام کہینگے۔ ایہام کے معنے ہیں "وہم میں ڈالنا"

ایہام کی تعریف اس طرح بھی کی گئی ہے کہ "کلام میں ایسا لفظ لائیں جس کے دو معنے ہوں اور اُس محل پر دونوں معنوں کا اطلاق صحیح ہو"

یہ دوسری صورت ایہام کی پہلی صورت سے زیادہ پُرلطف اور پسندیدہ ہے

اب ہم اس مثنوی کے چند اشعار متضمن ایہام یہاں نقل کرتے ہیں:-

رومِ بگیرد بگہِ کارزار تیغِ وے۔ از زنگ نگیرد زعار

لفظ زنگ کے دو معنے ہیں۔ نامِ مُلک اور لوہے کا میل۔ اس موقع پر دونو معنے درست ہیں۔ یعنی ممدوح کی تلوار جنگ کے وقت ملکِ رُوم کو تو فتح کرتی ہے اور عار کے سبب سے ملکِ زنگ کو کہ ایک حقیر ملک ہے نہیں لیتی۔

دوسرے معنے بھی صحیح ہیں۔ یعنی عار کے سبب سے وہ تلوار زنگ کو قبول نہیں کرتی۔ بلکہ ہمیشہ صاف شفّاف رہتی ہے۔

در کششِ تیر چو شد سخت کوش زہ۔ زکمانِ خود شد آید بگوش

لفظ زہ کے دو معنے ہیں (۱) چلّۂ کمان (۲) کلمۂ تحسین و آفریں یہاں دونو معنے درست ہیں۔ یعنی

(۱) جب اُس نے تیر کو زور سے کھینچا تو کمان کی زہ کان کے پاس آ گئی۔

دوسرے یہ کہ:-

(۲) جب اُس نے تیر کو زور سے کھینچا تو اُس کو اپنی کمان سے واہ! واہ!

کی آواز سنائی دی۔

ناوک و پیکانش بیغائے جنگ　　　این ز خطا دور شد و آن ز زنگ

یغما ایک شہر ہے ترکستان میں۔ اور خطا و زنگ ملک ہیں۔ یہ معنے قریب

ہیں۔ مگر مراد قائل دوسرے معنے ہیں۔ یعنی

یغما۔ لوٹ۔ خطا۔ قصور۔ زنگ۔ لوہے کا میل۔

ایہام کے علاوہ اس شعر میں صنعتِ لف و نشر بھی ہے۔ یعنی ناوک بے خطا

ہے اور پیکان بے زنگ۔

گرد رہش کان بہ بصر شد دلیل　　　سرمۂ ہر چشم شدہ چند میل

مصرعۂ دوم میں سرمہ اور چشم کی مناسبت سے لفظ میل کے معنے

قریب (سلائی) ہیں۔ مگر یہاں مراد دوسرے معنے ہیں یعنی مقدار مسافت)

صورتِ آن تختِ گہہ بے بہا　　　عین چو ابرو شدہ بر چشمہا

لفظ عین کے کئی معنے ہیں (۱) آنکھ (جو ابرو کے مناسب ہے) (۲) اصل

و ذات (۳) چشمہ۔ یہاں دوسرے معنے مُراد ہیں۔

بادشاہ کی کشتی جو تخت گاہِ بے بہا تھی بعینہٖ ایسی معلوم ہوتی تھی جیسے آنکھوں

پر ابرو۔ یا چشمہا جمع چشمہ۔ یعنی کشتی چشموں کے اوپر مثل ابرو معلوم ہوتی تھی۔

یہ دوسرا ایہام ہے:۔

پیل طلب کرد شہ پیل زور　　　تا آورد آں بے نمکاں را بہ شور

لفظ شور کے معنے ہیں (۱) کھاری جو نمک سے مناسبت رکھتا ہے (۲) غل

یہاں دوسرے معنے مراد ہیں۔ بے نمکاں بدصورت آدمی۔

مطلب یہ ہے کہ بادشاہ نے ہاتھی منگایا تاکہ اُن بدصورت لوگوں پر حملہ آور

ہو اور وہ ڈر کر شور و غل مچائیں۔

ہمچو کماں پر خم و تیر از میاں　　　تیر ستادہ ست و کمانش رواں

یہاں تیر کے معنے ہیں کشتی کا مستول۔ اور تیر آلہ معروف بھی ہے جو کمان

سے مناسبت رکھتا ہے۔ یعنی کشتی مثل کمان تھی۔ اور مستول بیچ میں گویا تیر کھڑا تھا

اور کمان چل رہی تھی۔

مسلماناں نگہدارید بیچارہ دلِ خود را　　　کہ تیر اندازِ من مست و کیشِ کافری دارد

لفظ کیش کے دو معنے ہیں (۱) تیردان۔ ترکش (۲) مذہب۔ یہاں معنے

دوم مراد ہیں جو بعید ہیں۔

طفل شگوفہ برہ افتادہ مرد　　　شاخ بدید و بعنادل سپرد

لفظ عنادل کے دو معنے ہو سکتے ہیں۔ ایک تو جمع عندلیب دوم عنا

بمعنے رنج اور دل بمعنے معروف۔ اور یہاں دونوں معنے صحیح ہیں۔ یعنی شاخ

نے جب شگوفہ کو مردہ دیکھا تو عندلیبوں کے سپرد کر دیا۔

دوسرے معنی یہ کہ شاخ کا دل مبتلائے رنج و عنا ہوگیا۔ اس شعر میں تصنّع اور تکلّف ظاہر ہے۔

از رُخِ خود پیشِ تو خاقانِ چین　　صورتِ چین کردہ برُوے زمیں

دیگر

سایۂ او بر سرِ ہندو فتاد　　ہند شد از وے ہمہ اعظم سواد

اِس میں شک نہیں کہ اس صنعت کا التزام مذاقِ سلیم کو ناگوار ہوتا ہے حضرت خسرو رح کو جو اس صنعت کی طرف زیادہ میلان ہے شاید اس کا سبب ہندی شاعری کی تقلید ہو۔

استخدام

یہ صنعت اس طور پر ہے کہ ایک لفظ کے دو معنوں میں سے ایک معنی مراد ہوں اور ضمیر لاکر جو اسی لفظ کی طرف راجع ہو دوسرے معنی کا ارادہ کریں۔

سوئے سوادِ آو دہ آمد چو باد　　گرد حک از خنجرِ تیز آں سواد

لفظ سواد کے دو معنے ہیں گرد و نواحِ شہر اور سیاہی و تحریر۔

پہلے مصرعہ میں پہلے معنی مُراد ہیں۔ اور دوسرے مصرعہ میں اُسی لفظ سواد کی طرف اشارہ کرکے سیاہی کے معنے لیے ہیں۔ اور اس پر لفظ حک دلالت کرتا ہے۔

لفّ و نشر

وہ صنعت ہی کہ اوّل چند چیزوں کو مفصّلاً یا مجملاً ذکر کریں۔ پھر اُس کے منسوبات یا متعلّقات کو بلا تعیین بیان کریں اس اعتماد پر کہ سامع ہر منسوب کا تعلق منسوب الیہ کے ساتھ سمجھتا ہی۔

حصّہٴ اوّل کو لف اور دوم کو نشر کہتے ہیں:۔

آبِ دُر از تاج و قبا و کمر — تا بکمر۔ تا بہ گلو۔ تا بسر

اس شعر میں نشر کی ترتیب لف کی ترتیب سے معکوس ہی۔ یعنی آبِ دُر پٹکہ کی وجہ سے کمر تک اور قبا کی وجہ سے گلے تک اور تاج کی وجہ سے سر تک تھا۔

جمع، تفریق، تقسیم

چند چیزوں کو ایک حکم میں شامل کرنا صنعت جمع کہلاتا ہی۔

دو چیزوں میں فرق ظاہر کرنا۔ اس کا نام تفریق ہی۔

جب چند چیزیں یا ایک ہی چیز جس کے چند اجزا ہوں ذکر کریں۔ پھر ہر ایک چیز کی طرف کوئی بات منسوب کریں بطور تعیین تو اس صنعت کو تقسیم کہتے ہیں۔

تیغ خوش و تیغ زباں ناخوش ست — تیغ چو آب ست و زباں آتش ست

اوّل تیغ ہونے میں تیغ اور زبان دونوں کو جمع کیا ہی پھر دونوں کا فرق ظاہر کیا ہی کہ ایک اچھی ہی اور ایک بُری۔ بعد ازاں ہر ایک کی طرف ایک وصف منسوب کیا ہی بطور تعیین۔ یعنی تیغ مثلِ آب ہی اور زبان مثلِ آتش۔

نافہ و خلقت کہ زد از مشک دم | ہر دو بہم زادہ شد از یک شکم
لیک جز ایں فرق نہ باید گزید | کز طرفِ مشک شد آہو پدید

یہاں نافہ اور خلقِ ممدوح کو مثالِ مشک ہونے میں جمع کیا ہے۔ پھر دونوں میں فرق بیان کیا ہے کہ نافے کے مشک کو آہو سے نسبت ہے اور آہو بمعنی عیب ہے۔

بگفت خسرو بکشائے زلف تا شنید | حریف و مطرب و چنگ و رباب سا در نہ

یہاں حریف و مطرب و چنگ و رباب کو ایک حکم میں جمع کر دیا ہے۔

تجرید

کسی ذی صفت چیز سے کوئی چیز اُسی صفت کی حاصل کرنا۔ یا اپنے آپ کو شخصِ غیر سمجھکر باتیں کرنا۔

خسروِ من! بگذر از یں گفتگوے | نیکی خویش و بد مردم مگوے
چشمِ تو از عیبِ تو دیدن تہی ست | از دگرے پرس کہ عیبِ تو چیست؟
چشم بخود باز مکن چوں خساں | بیں سوئے خود لیک بچشمِ کساں

مُبالغہ

مُبالغہ یہ ہے کہ کسی وصف کو اُس حد تک پہنچا دیں کہ اُس حد تک اُس کا پہنچنا بعید ہو یا محال۔

اُس کی تین قسمیں ہیں:۔

۱۔ تبلیغ یعنی وہ بات جو عقل و عادت کے موافق ممکن ہو۔

۲- اغراق یعنی باعتبار عقل ممکن ہو اور باعتبار عادت محال ہو۔

۳- غُلُوّ یعنی باعتبار عقل و عادت محال ہو۔

از سُمِ اسپش کہ زمیں کرد چاک خاک پُر از مہ شد و مہ پُر ز خاک

یعنی خاک پُر از ماہ ہو گئی بسبب نقشِ نعل کے اور ماہ پُر از خاک ہو گیا کثرتِ گرد و غبار سے۔

دیدنِ او را کلہ افگند ماہ بلکہ فتادش گہہِ دیدن کلاہ

منارہ کی بلندی میں مبالغہ کیا ہے کہ اُس کے دیکھنے کے لیئے چاند نے اپنی ٹوپی اُتار لی۔ پھر کہتے ہیں کہ بات یہ نہیں ہے بلکہ دیکھتے وقت خود اس کی ٹوپی گر پڑی

خواست کہ پیشش ز سپہرِ بریں ماہ فرود آید و بوسد زمیں

دیگر

سوئے فلک رفت ز میدانش گرد ہم بفلک ماہ زمیں بوس کرد

دیگر

اوجِ معانی نہ بمقدارِ طبع بلکہ گزشتہ ز سمواتِ سبع

دیگر

عُمق درو کار بجائے کشید کز تہِ او گشت زمیں ناپدید

دیگر

رفت زمیں را چو حجاب از میاں گشت پدید از تہِ آب آسماں

دیگر

نیم فلک ہست بزیرِ زمیں　　چوں تہش نیست زمیں آں ببیں

دیگر

بس کہ زمیں رفت زہم ز اہش　　گاوِ زمیں شد خورشِ ماہش

ان اشعار میں حوض کی گہرائی کی نسبت مبالغہ کیا ہے۔

بر درِ تو ہر کہ نہ بندد کمر　　غرق شود تا کمر اندر گہر

دیگر

نیزہ و رانے بنان و مصاف　　در تب تا راز سرِ کیں موشگاف

دیگر

آئینہ گشتہ زِ گچ صاف خشت　　دیدہ در و صورتِ خود در بہشت

مذہب الکلامی

وہ صنعت ہے کہ کلام دلیل و بُرہان پر مشتمل ہو یعنی اس سے بطور دلیل

نتیجۂ مطلوبہ حاصل ہو جائے۔

شرک نہ در مملکتش دست سای　　خود نتواں بود بشرکت خدای

اس شعر میں صورت دلیل یہ ہے:۔

جس کی سلطنت میں کوئی ساجھی شریک ہو تو وہ ناقص ہے اور ناقص خدا

نہیں ہو سکتا۔

پس خدا وہ ہے جس کی سلطنت میں کوئی شریک نہیں۔

تجنیس

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہے کہ الفاظ تلفظ میں مشابہ ہوں اور معنی میں متغائر

باش بکام کہ بکامِ توام — زندہ بو نا زندہ بنامِ توام

دیگر

گل کہ سپرہاش فراہم شدہ — پیشِ سپرِ غم سپرِ غم شدہ

دیگر

فلکِ فلک مرتبہ خویش حسبت — رجعتِ خود کرد بمنزل درست

دیگر

حکمت و حکمش کہ ندارد زوال — ہم ز خلل خالی و ہم از خیال

پہلے مصرعہ میں تجنیس ہے اور دوسرے مصرعہ کے الفاظ میں شبہِ اشتقاق۔

بر درِ تو آمدہ ام شرمسار — از شرِ من در گذر و درگذار

دیگر

این خطِ پُر ز مہرِ دلبر کہ می دہد؟ — وین دردِ سر بمہر بدیہاں کہ می برد؟

دیگر

اشترِ پوینده پولاد پائے — کوہ نما از تنِ کوہاں نمائے

دیگر

حضرتِ دہلی کنفِ عدل و داد — جنّتِ عدن ست کہ آباد باد

دیگر

ابر شدہ کوہِ بلند از شکوہ — برق شدہ بر سرِ او تیغِ کوہ

دیگر

آبِ معانی ز دلم زاد زود — آتشِ طبعم بقلم داد دود

قلب

تجنیس ہی کی قسم میں قلب داخل ہے جس کی دو صورتیں ہیں (۱) کلمہ کے حروف بترتیب اُلٹ دیئے گئے ہوں۔ یہ قلبِ کل کہلاتا ہے (۲) اگر حروف بے ترتیب اُلٹ دیئے گئے ہوں تو یہ قلبِ بعض کہلاتا ہے:-

تا بسریرِ عرب آں جم نشست — رُعبِ عَرب بر ہمہ عالم نشست

دیگر

فتنہ چشم آمدہ زاں سو مدام — تیغِ زباں خفتہ میانِ نیام

اِن اشعار میں کلمات رُعب، عَرب، میان، نیام میں قلبِ بعض ہے۔

اشتقاق و شبہِ اشتقاق

یہ صنعت بھی ایک طرح کی تجنیس ہے۔ دو لفظ ایک مادّہ سے مشتق ہوں تو اُس کا نام اشتقاق ہے۔ یا دو لفظ مشابہ ہوں اور مادّہ دونوں کا جُدا ہو تو اُس کو شبہ اشتقاق کہتے ہیں۔

دیدہ کہ نادیدۂ دیدارِ تست　　　دیدہ ٔ نادیدہ گرفتارِ تست

دَیدہ ۔ نادیدہ ، دیدار یہ الفاظ ایک ہی مادہ سے مشتق ہیں۔

دیگر

کُن مکُن اوراست زتو تا کُہن　　　انچہ کند کیست کہ گوید مکن ؟

کُن ، مکُن ، کنُد مشتقات ہیں "کردن" سے۔

دیگر

نامۂ گُل را بہ نما خامہ کرد　　　نامیہ را حرف کشِ نامہ کرد

لفظ نامہ کو نما اور نامیہ سے اشتقاق میں کچھ تعلق نہیں مگر مادہ کے لحاظ سے یہ الفاظ ملتے جلتے ہیں۔ اس لیے ایسی صورت کو شبہ اشتقاق کہتے ہیں۔

دیگر

کون و مکاں ورخطِ امکانِ او　　　کائن و من کاں۔ گہرِ کانِ او

اِس شعر میں پانچ لفظ ایک مادہ سے ہیں۔ اور لفظ کان کہ فارسی ہی ان سے ملتا جلتا ہی۔ یہ شبہِ اشتقاق ہی۔

دیگر

سکۂ خود زیں فنِ اندیشہ زلے　　　تا نہ نشانم۔ نہ نشینم زپائے

دیگر

حاجبِ فصل آمد و تفصیل داد　　　کرد مفصّل ہمہ در فصل یاد

دیگر

از دو طرف تخت مطرّف شود　　　　وز دو شرف بخت مشرف شود

یہاں علاوہ اشتقاق کے صنعتِ ترصیع بھی ہے:-

چوں اثرِ شوق زغایت گزشت　　　　گفتۂ دانش زکفایت گزشت

سیاق الاعداد

یہ ہے کہ اعداد کو بترتیب یا بلاترتیب کلام میں ذکر کریں:-

پنج طرف چتر چو مہرِ سپہر　　　　شش جہت آراستہ از پنج مہر

دیگر

چار گہر گرد جہاں را پدید　　　　در گرہِ شش جہت اندر کشید

دیگر

ساختہ نُہ حجرہ بہ از ہشت باغ　　　　ہشت بہشتا ز نُہِ او بافراغ

مراعات النظیر

اِس صنعت کا انداز یہ ہے کہ کلام میں ایسی چیزیں جمع کریں جو باہم نسبت رکھتی ہوں (سوائے نسبت تقابل و تضاد کے)

وقتِ چنیں میوہ پُز و گرم تاب　　　　وز مدِ ابر جہاں غرقِ آب

ابر دُر افشاں بسرِ دریا نوال　　　　ابر کش خود دراند بدار الجلال

اِن اشعار میں ابر، آب، دُر، دریا الفاظ متناسب ہیں۔ اور ابر و ابرکش میں

صنعتِ تجنیس بھی ہے۔

صفتِ قلم میں بیان فرماتے ہیں:۔

آہوئے مشکین و سرش باد شاخ　　　　وز دُم او مشک بصحرا فراخ

یہاں بطور استعارہ قلم کو آہو کہا ہے۔ اور آہو کی مناسبت سے سر، شاخ، مشک صحرا کا ذکر کیا ہے۔

یہ بھی صفتِ قلم ہے:۔

در طلبِ صوف تراشیدہ سر　　　　گرچہ ہمہ جعد کنندش زبر

اس شعر میں صوف، تراشیدہ سر، جعد، الفاظ متناسب ہیں۔

راکع و ساجد شدہ در ہر مقام　　　　در دلِ شب کردہ بیکجا قیام

ہیچ نبودہ بقیامش قعود　　　　طرفہ کہ در عینِ قیامش سجود

راکع، ساجد، قیام، سجود الفاظ متناسب ہیں جو فقہ کی اصطلاحات ہیں۔

حاجبی از موج برآب دگر　　　　بر تنِ دریا صفتانش گزر

حاجبی ایک قسم کا مہین کپڑا ہوتا ہے۔ اس کی صفت بیان کرتے ہیں کہ لہروں سے اس کپڑے میں بڑی رونق ہے۔ اور دریا صفت یعنی اربابِ کرم اس کو پہنتے ہیں بس:۔

موج، دریا، آب الفاظِ متناسب ہیں۔

چشم چو بر گلشنِ بختش فتاد　　　　گشت پیادہ چو گُل از پشتِ باد

روے چو گُل بود بہ پشتِ زمیں   گشت زمیں پر سمن و یاسمیں

گلشنِ بخت سے مراد کیقباد۔ مطلب یہ ہے کہ کیکاؤس نے جب کیقباد کو دیکھا تو گھوڑے سے اُتر پڑا اور پیادہ پا ہو گیا۔ اس کا پھول سا مُنہ پشتِ زمین پر جا رہا (از راہ تعظیم) گویا زمین سمن و یاسمین سے پُر ہو گئی۔ روے و پشت میں تضاد ہے۔

ساقیِ خورشیدوشِ ماہ چہر   دَور ہمی کرد چو مہر بر سپہر

اس شعر میں خورشید، ماہ، سپہر، دَور الفاظ متناسب ہیں۔

سینۂ خسرو زِ تست آئینۂ زنگ خورد   مصقلۂ وصل کو؟ تا بزداید مرا

آئینہ، زنگ، مصقلہ الفاظِ متناسب ہیں۔

حوض کہ دَورش ز تسلسل نشست   دَورِ مے از دَورِ تسلسل بجست

فصلِ مے اور شدت سرما کے بیان میں کہتے ہیں کہ:

اس قدر پالا جم گیا تھا کہ حوض کے دَور کا تسلسل ختم ہو گیا۔ لیکن ماہ مے کے دَور کا تسلسل قایم رہا۔

دَور و تسلسل اصطلاح حکمت اور الفاظ متناسب ہیں۔

دور کے معنے یہ ہیں کہ ایک شے موقوف ہو دوسری پر اور دوسری موقوف ہو اُسی پہلی پر جیسے مرغی کا وجود انڈے پر انڈے کا وجود مرغی پر موقوف ہے۔ تسلسل سے یہ مراد ہے کہ غیر متناہی اشیا کا وجود ایک ہی وقت میں ایک دوسرے پر موقوف ہو۔ اور یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہے۔ ختم نہ ہوتا ہو۔

خرّم و خنداں چو گل از بارگاہ   سوئے گلستانِ دگر جست راہ

خرّم، خنداں، گل، گلستاں الفاظ متناسب ہیں۔

رَدُّ العجز علی الصّدر

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہے کہ پہلے مصرعہ میں جو لفظ آیا ہو دوسرے مصرعہ میں اسی کو لوٹائیں۔

عودِ قماری کہ ہمی داد دُود   غالیہ می ساخت گل از دُودِ عود

اس شعر میں لفظ عود اور دود کو مصرعہ ثانی میں لوٹایا ہے۔

تا کہ بعزلت نہ نشانند خیز   پیشتر از مرگ بعزلت گریز

دیگر

باد کہ اندر سرِ ہُد ہُد فتاد   تاجِ سلیماں ز سرش بُرد باد

اے سرِ چترِ تو ز اختر بلند   چترِ تو از ماہ بیک سر بلند

گرچہ تبد برگ و نوائے بشاخ   برگ و نوا بود بمجلس فراخ

می کنم از تیغِ خود آں دم دریغ   چوں کنم از خونِ خود آلودہ تیغ

ترصیع

وہ صنعت ہے کہ دونوں مصرعوں کے الفاظ وزن اور قافیہ میں متحد ہوں اور وزن میں موافق ہوں۔ ہم قافیہ نہوں تو اس کو مماثلہ کہتے ہیں۔

بادہ نوشیں بصفا جو است کرد   وعدہ دد شیں بوفا راست کرد

دیگر

نورِ ہدایت بچراغم رساں　　　بوئے عنایت بدماغم رساں

دیگر

از حدِ ناسوت بروں تاختہ　　　بر خطِ لاہوت وطن ساختہ

دیگر

ہر دہنے یک گل و صد آبجوے　　　ہر چمنے صد گل و صد آبروے

دیگر

بر فلکش سایہ طرف بر طرف　　　تا فلکش پایہ شرف بر شرف

دیگر

از دو طرف تخت مطرّف شُو　　　وز دو شرف بخت مشرف شُو

دیگر

غمزدگاں را بطرب دلکشاے　　　گمشدگاں را بکرم رہنماے

دیگر

حقۂ تن را بفنا در کشاے　　　جوہرِ جاں را بہ بقا رہنماے

دیگر

طفلِ گیا را ز ہوا ریخت شیر　　　مغزِ جہاں را ز صبا زد عبیر

دیگر

گم شدہ ام۔ راہ نمایم تو باش　　　بے بصرم۔ نور فزایم تو باش

دیگر

بے کرمے نام فروشی کنند　　　بے گہرے مرتبہ کوشی کنند

دیگر

برق ہر سوے شتابے دگر　　　دشت ز ہر جیبے بآبے دگر

دیگر

تیغ برگیر تا ز سر برھم　　　تیر بکشاے کز نظر برھم

دیگر

مہر چہ جوئی ز وفاے کہ نیست　　　روے چہ بینی بصفاے کہ نیست

دیگر

منزلِ سعدین شود برجِ تخت　　　مجمعِ بحرین شود روے بخت

دیگر

ہر طرفش رہ بشتابے دگر　　　ہر قدمش سیر بہ آبے دگر

ذو قافیتین

اُس شعر کو کہتے ہیں جس میں دو قافیے ہوں یہ بھی ایک صنعت ہے

تن ز غنیمت بہزیمت سپرد　　　بردنِ جاں را بہ غنیمت شمرد

دیگر

چرخ زبیدا دعناں تافتہ مملکت از ظلم اماں یافتہ

دیگر

چنگِ نوازں بہوا سر کشید چنگ نوا زندہ نوا بر کشید

ہوا، نوا، سر، بر ہر مصرعہ میں دو دو قافیے ہیں۔

دیگر

خوشۂ چرخ از علفِ خانۂ خضر بہر عروسانِ سحر دانہ ریز

دیگر

جملۂ عالم بوفا جوئیش خاطرِ خسرو بہ ثنا گوئیش

دیگر

آتش ازاں جا کہ بدل جا بگرد دود بر آمد زنفس ہای سرد

دیگر

آبِ معانی ز دو لم زاد زود زآتشِ طبعم بقلم داد دود

تلمیح

یہ ہی کہ کلام میں کسی قصہ یا واقعہ کی طرف اشارہ ہو جو مشہور ہو یا کتابوں میں مذکور ہو۔

شرطِ کرم ہیں کہ ہنگامِ جنگ گوہر خود ریخت بیادا شِ سنگ

اس شعر میں جناب رسالتمآب صلعم کے دندانِ مبارک کے شہید ہونے کی طرف

اشارہ ہو۔

رفت وبرا ورنگِ سکندر شکست   ورصفِ پیلاں سدِ یاجوج لبست

یہاں اشارہ ہو اُس واقعہ کی طرف کہ سکندر نے قوم یاجوج و ماجوج کا حملہ روکنے کو سدِ روئیں بنائی تھی۔

تنسیق الصّفات

یہ ہو کہ ایک موصوف کے کئی اوصاف پے درپے ذکر کریں۔

بادا ہمہ وقت بشادی وناز   بادہ کش وخصم کش و بزم ساز

لشکرِ مشرق زادوھا بہ بنگ   چیرہ دل وخیرہ کش و تیز چنگ

خیرہ، چیرہ میں تجنیس خطی بھی ہو۔

چند ہزارش ز سوارانِ کار   تیغ زن وکینہ کش و نامدار

نظمِ مسجّع

وہ ہو کہ قصیدہ یا غزل کی ہر بیت میں سوائے مطلع کے تین تین قافیے ہوں اور چوتھا قافیہ قصیدہ یا غزل کی زمین کا ہو:

چنانچہ اس مثنوی میں ایک مسجّع غزل موجود ہو۔

اے زندگانی بخشِ من ! لعلِ شکر گفتارِ تو   درآرزوئے مردہ ام از حسرتِ دیدارِ تو

گر شہد باشد بر زباں۔ یا آبِ حیوان در دہاں   گفتار میگویم کہ آں نبود بگر گفتارِ تو

زیں پس بخوباں ننگرم۔ در کوئی ایشاں نگذرم   گر ہیچ یکرہ جاں برم ! از غمزۂ خونخوارِ تو

در کوے تو بہر درے افتادہ می بینم سرے — این نیست کارِ دیگرے جز کارِ تست و کارِ تو

خواہی نمک زن ریش را خواہی بکش درویش را — ہر چونکہ خواہی خویش را بر بستہ ام دربارِ تو

چون غم بگفتار آورم یا گریہ در کار آورم — یا رُو بدیوار آورم بارے ہمان دیوارِ تو

خواہی کہ بر ہر خندۂ پیشش افگنی افگندۂ

اینک چو خسرو بندۂ نو بردۂ بازارِ تو

قافیہ معیوب دو ایک جگہ اس مثنوی میں شائگاں قافیے بھی آگئے ہیں اگرچہ اس قسم کے قافیے کو اہلِ سخن نے جائز رکھا ہی مگر اس کو معیوب سمجھا ہی۔

باد زنہ دستِ بدستِ ہمہ — وز دمِ او باد بدستِ ہمہ

ایک اور شعر میں ایسے قافیے ہیں جن کو شائگاں بھی نہیں کہہ سکتے۔

بادِ خزاں آمد ازاں جا کہ بود — خشک شدہ شاخ ہم آں جا کہ بود

ممکن ہی کہ اس شعر کی کتابت میں کچھ غلطی ہوئی ہو۔

تنافُر دو ایک اشعار میں تنافر بھی پایا جاتا ہی۔ تنافر اُسے کہتے ہیں کہ ہر ایک لفظ بجاے خود تو فصیح ہو مگر اُن کے اجتماع سے تلفّظ میں گرانی پیدا ہو جائے اور وہ زبان پر آسانی سے رواں نہ ہو سکیں جیسا کہ حضرتِ نظامیؒ کے اس شعر کا دوسرا مصرعہ مشہور ہی:-

زسمِّ ستوراں دراں پہن دشت — زمیں شش شد و آسماں گشت ہشت

اس مثنوی کے یہ دونوں شعر بھی اسی طرح کے ہیں۔

ہست زیکسو بتو میراثِ شاہ　　　　من زسہ شاہم بتو میراث خواہ

مصرعہ ثانی میں ز۔ س۔ ش کے اجتماع سے کسی قدر ثقالت پیدا ہو گئی ہے:-

زشت تر از زنگ شدہ بوئے شاں　　　　پست تر از پشت شدہ روئے شاں

دوسرا مصرعہ زبان پر آسانی سے جاری نہیں ہوتا۔

پاے ستوراں بزمیں در شدہ　　　　گاوِ زمیں را سُمِ شاں سر شدہ

دوسرے مصرعہ میں ایک گونہ ثقالت پیدا ہو گئی ہے (اس۔ش کے اجتماع سے)

ضلع جگت کا اعتراض

مولانا شبلی مرحوم نے شعر العجم میں حضرت خسرو کی لفظی رعایتوں کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے کہ "کہیں کہیں وہ ضلع جگت کی حد کو پہنچ گئی ہیں" لیکن اس مثنوی میں تو صرف ایک شعر ہے جس کو ضلع جگت کہہ سکتے ہیں:-

طفلِ شگوفہ برہ افتادہ مُرد　　　　شاخ بدید و بعنا دل سپرد

قبولِ عام

جس طرح خواجہ نظامیؒ کی مثنویات خمسہ میں سے سکندر نامہ کو زیادہ شہرت اور قبولیت نصیب ہوئی اسی طرح خسرو کی تمام مثنویات میں قران السعدین کو قبول عام کا فخر حاصل ہوا۔

اب سے نصف صدی پہلے تک جب کہ فارسی زبان کی درس و تدریس کا عام رواج تھا سکندر نامہ اور قران السعدین یہ دونوں مثنویاں ہمارے مکاتب میں داخلِ درس تھیں۔ اسی لیے بڑے بڑے قابل لوگوں نے ان کتابوں پر حواشی لکھے اور ان کی شرحیں مرتّب کیں۔ رفتہ رفتہ وہ رواج کساد سے تبدیل ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ اب ان کتابوں کے پڑھنے پڑھانے والے نادراتِ روزگار میں شمار ہونے لگے۔

قران السعدین کے اسباب قبولیت سے اول وہ چند خصائص ہیں جن کا ذکر ہو چکا ہے۔ اور ان خصائص نے اس مثنوی کو محض مثنوی نہیں رکھا بلکہ نظم کے اصنافِ ثلٰثہ کا ایک بامزہ مرکب بنا دیا ہے جس میں ہر مذاق کا سامانِ ضیافت موجود ہے۔ قصیدہ کی جگہ قصیدہ غزل کی جگہ غزل اور مثنوی کی جگہ مثنوی۔ پھر مثنوی میں محض قصہ گوئی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ہر موسم اور اس کے لوازم کی تفصیل ہے۔ ہندوستان کے پھولوں اور پھلوں کا ذکر ہے دلّی اور اُس کی عمارتوں کا بیان ہے۔ یہ مضامین اہلِ ہند کے لیے قدرتاً موجبِ انبساطِ خاطر ہیں۔

اصل قصہ بھی ہندوستان کا ایک تاریخی واقعہ ہے اور حضرت خسروؒ نے اکثر چشم دید حالات کو نہایت وضاحت سے نظم کیا ہے۔ اس لیے تاریخی حیثیت سے بھی وہ حالات قدر و وقعت کے قابل ہیں چنانچہ بعد کے مورخین نے کیقباد کی سلطنت کے ذکر میں اس مثنوی کے اشعار سے اکثر واقعات کا استناد کیا ہے۔

اِن تمام خوبیوں کے علاوہ تشبیہ و تمثیل کی نُدرت، اسالیبِ بیان کی تازگی، نئے نئے الفاظ کی کثرت اور سب سے بالاتر خسروؒ کا حُسنِ بیان ہے جس نے اس مثنوی کو قبولِ عام کا خلعت پہنایا تھا۔

خاتمہ

(از خاکسار مقدمہ نگار)

مثنویِ چند جز این مثنوی — ہست نگارِ قلمِ خسروی
خرم و خنداں چو گلِ بوستاں — تحفۂ نغز ست پئے دوستاں
ہاں بنگر ایں نامہ کہ دانیش نام — یافت ازاں جملہ فراتر مقام
چشمِ ہنربیں شدہ حیرانِ او — ریختہ نیرنگ ز الوانِ او
دیدۂ بینندہ گہرِ دید نقش — سیر نگر دیدہ ز گل چید نقش
ہر چہ فزوں دید۔ فزوں شد ہوس — کرد ثنا ہا خردِ نکتہ رس
بیتِ قصیدہ چو مغنی درگذشت — ہر غزلے ہمچو غزالِ بہشت
موج زناں نظم چو آبِ رواں — از نفسِ طوطیِ عذب البیاں
دادِ نوا سنجیِ آں نغز گو — تا بدہد بلبلِ شیراز کو؟
طوطیِ ہند ار بنوا آمدے — بلبل از ایراں بہ ثنا آمدے
من کہ ندانم روشِ پارسی — بے خبرِ ہندیم ار دارسی
من زکجا نقدِ سخن از کجا؟ — کاسہ تہی دستِ عمل از کیمیا!
گر ز کجی سازِ خطا می زنم — بانگِ کرم زن کہ کجا می زنم
در قلم افتادہ دریں باب راست — راستیش حضرتِ نواب راست
خانِ فضائل حشم اسحق خاں[1] — آئینۂ حسرتیِ[2] نکتہ داں
پر خذرم از سرِ سودا او سود — دایم و لم خاطرِ والاش بود

[1] حاجی نواب محمد اسحق خاں صاحب رئیس جہانگیر آباد ضلع بلند شہر آنریری سکرٹری ایم اے او کالج علی گڑھ ۱۲

[2] حاجی نواب محمد مصطفیٰ خاں خلد مکاں المتخلص بہ شیفتہ و حسرتی رئیس جہانگیر آباد و دہلی ۱۲

تاختهام هرزه براهِ دراز / بر اثرِ حکم، نه از روے آز
نوبتِ پیری و منم طفلِ راه / عاجزم و عاجزیم عذر خواه
خوش مثلے گفته و دُر سفته اند / "پیری و صد عیب چنیں گفته اند"
نیز سپاسے بجنابِ بشیر[۱] / خُلق وے آمیخته شکّر به شیر
یاوریِ او که بسے کار کرد / از کتب خواسته انبار کرد
خامه زنِ من که حسن چشتی[۲] ست / رهروِ آنیم و خطش کشتی ست
هر ورقے نقشِ نو انگیختن / لعل و دُر از نوکِ قلم ریختن
گزلکِ او بر رُخِ کاغذ رواں / لیک نه بینی ز ستردن نشاں
عارضِ کاغذ که سمن زار بود / گشته کنوں سرخ و سیاه و کبود
لاجرم آں کاغذِ زار و حزیں / شد همه تن پیرهنِ کاغذیں
از خمِ شاں خامه که دُر دی کش ست / یادِ بزرگاں بدو روے خوش ست
شعرِ تو اے خسروِ شیریں بیاں / زندهٔ جاوید، تو هم زنده ماں
خضرِ تو ئی و سخن آبِ حیات / نوشِ تو بادا سخن از عینِ فرات
شعرِ تو پروردهٔ دردست و سوز / شعلهٔ او سرد نگشته هنوز
گرچه گذشته است ازش صد و فزوں / لیک نه کم شد تفِ سوزِ دروں
تا دمِ گرمِ تو فغاں بر کشید / آتشِ سوزنده زباں درکشید

شاد بماں خسروِ جنّت نشیں
باد بجانِ تو ز حق آفریں

---

۱ شیخ بشیر الدین صاحب رئیس لال کرتی و آنریری مجسٹریٹ میرٹھ ۱۲ ۲ ایس ایم حسن چشتی اندر کوٹ شاپیراں میرٹھ مسی ۱۲

مثنوی

قِران السّعدین

خسروؒ

ساختہ گشت از روشِ خامہ
از پسِ شش ماہ چنیں نامہ
در رمضاں شد بسعادت تمام
یافت قِراں نامۂ سعدین نام
آں چہ بتاریخ ز ہجرت گزشت
بود سنہ ششصد و ہشتاد و ہشت
(از مثنوی قران السّعدین)

فہرست مضامین

متن

قران السعدین

مثنوی ہذا کے عنوانوں کی دو قابل لحاظ خصوصیتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ بھی منظوم ہیں دوسرے یہ کہ اوّل سے آخر تک اِس طرح مرتب و مسلسل ہیں کہ ان کو بہ یک نظر پڑھنے سے کتاب کے مضامین کا ماقلّ و دلّ خلاصہ عمدہ طور پر مفہوم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ خود مصنف علیہ الرحمۃ نے ان اشعار میں اس کی جانب کنایہ فرمایا ہے ؎

طرزِ سخن را روشِ نو دہم — سکّۂ ایں ملک بجنبر و دہم
نو کنم اندازۂ رسمِ کہن — پس روی پیش روانِ سخن
در نگرم تا چہ دُر افشاندہ ام — تا بچہ ترتیب سخن راندہ ام
کامم ازیں نامہ عنواں کشاے — نامِ بلندست کہ ماند بجاے (صفحہ ۲۳۸-۲۳۹)

اس لئے مناسب سمجھا گیا کہ فہرست مضامین میں ان عنوانوں کو یکجا کر دیا جائے اور عنوانیں جو متن کے اندر بیچ بیچ میں آتی جاتی ہیں اُن کا سلسلہ جدا قائم کر دیا گیا ہے اور بطور حوالہ کے صرف مطلع کا پہلا مصرعہ درج کیا گیا ہے۔

اسی ضمن میں چند الفاظ مثنوی کے اشعار کی تعداد کے متعلق کہنا چاہتا ہوں۔ کیوں کہ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم (غالباً مقدمہ کے ختم کرتے ہی انتقال فرما جانے کی وجہ سے) متن کی جانب توجہ نہ فرما سکے تھے اور مقدمہ کے اندر انہوں نے صرف یہ تحریر فرمایا ہے کہ حضرت

امیرؒ نے مثنوی کے اشعار کی تعداد ۳۹۴۴ بتائی ہے سے

درز جمل باز کشائی شمار

نہ صد و چار و چہل و سہ ہزار (صفحہ ۲۳ متن و ۵۹ مقدمہ)

مگر موجودہ نسخہ میں یہ تعداد صرف ۳۶۹۰ ہے، یعنی ۲۵۴ ابیات کم ہیں۔ ۷۷ عنوانات کے ۸۰ اور ۲۱ غزلوں کے ۱۹۰ اشعار (اصل ۳۹۴۴ یا موجودہ ۳۶۹ کے علاوہ) ہیں

محمد مقتدی خاں شروانی

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	شکر گویم کہ بتوفیق خداوند جہاں — بر سر نامہ ز توحید نوشتم عنواں نام ایں نامہ والاست قران السعدین — کز بلندیش بسعدین سپہر ست قراں	۱
۲	در تضرع بہ در حق کہ گنہگاراں را — داد باران گنہ شوئے زعین غفراں	۷
۳	نعت سلطان رسل آنکہ مسیحا بدرش — پردہ دارے ست نشستہ ز پس شادرواں	۱۱
۴	وصف معراج پیمبر کہ بشب روشن شد — سر اسری ش ز زلف سیہ مشک فشاں	۱۶
۵	مدحت شاہ کہ نامش بفلک رفتہ چنانکہ — نقش آں داغ شدہ خنگ فلک را براں	۲۱
۶	در خطاب شہ عالم چو بسالک خدمش — ایم و ایں گوہر چند فشانم ز زباں	۲۵
۷	صفت حضرت دہلی کہ سواد اعظم — ہست منشور وی از حرسہا اللہ نشاں	۲۸
۸	صفت مسجد جامع کہ چنان ست درو — شجرۂ طیبہ ہر سوے چو طوبی بجناں	۳۰
۹	صفت شکل منارہ کہ ز رفعت شکلش — از پے تیغ خورشید شدہ سنگ فشاں	۳۰
۱۰	صفت حوض کہ در قالب سنگیں گوئی — ریختہ دست ملک آب خضر صورت باں	۳۲
۱۱	صفت فصل دے و سردی مہر شہ شرق — و آمدن تیغ کشیدہ ز پے ضبط جہاں	۳۷
۱۲	صفت آتش و آں گرم رویہاش بہ — کہ شب و روز بود شمع دل و میوہ جاں	۳۹

غزلیات

نوٹ ۔ مندرجہ بالا طریق پر مضامینِ متن کی فہرست مرتب ہو چکنے کے بعد حضرت امیرؒ کے دیوان بقیۂ نقیہ کے ایک نہایت قدیم نسخہ کا حال معلوم ہوا جس کے مضامین کی فہرست بھی منظوم عنوانوں کے یک جا جمع کر دینے کے ذریعہ سے مرتب کی گئی ہے۔ اور اغلب ہے کہ یہ ترتیب خود مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی دی ہوئی ہے۔ علاوہ بریں اس مثنوی کے اندر حسن اتفاق سے ایسی قابلانہ اور پر از معلومات تمہید و تنقید کا جمع ہو جانا بھی ایک نہایت عجیب اور نادر قران السعدین ہے۔ ایک سے زیادہ امور میں توارد در حقیقت ایک ایسا لطیفہ ہے جس کی توجیہ صرف خسروؒ کے روحانی فیض کے حوالہ سے ہو سکتی ہے۔ برد اللہ مضجعہ

محمد مقتدیٰ خاں شروانی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شکر گویم که بتوفیقِ خداوندِ جهان   بر سرِ نامه ز توحید نوشتم عنوان

نامِ این نامهٔ والا است قِران السعدین   کز بلندیش بسعدین سپهر است قِران

حمدِ خداوند سرایم نخست   تا شود این نامه بنامش درست

واجبِ[1] اوّل بوجودِ قدم   نے بوجودے که بود از عدم

بیشتر از وهمِ خرد پروران   بیشتر از فهمِ فراست گران

نور فزائے بصرِ[2] دوربین   دیده گشائے دلِ عبرت گزین

فکرتِ صاحب خردان خاکِ او   معترفِ عجز در ادراکِ او

دل متحیر که چه داند ورا   روح درین گم که چه خواند ورا

زهره ندارد خردِ سست[3] خیز   تا کند اندیشه درین راه تیز

---

[1] یعنی خداوند تعالی واجب الوجود است ای ذات وی مقتضی وجود اوست و اول است ای وجود وی پیش از همه چیز است پس واجب اول صفت بعد صفت است مر خداوند را و اول را صفت واجب داشتن از برائے احتراز ممکنے که واجب بالغیر است ۱۲ [2] یعنی بصری که نظر بر عواقب امور و غوامض حکم و مصالح ایزدی می اندازد نور العین و شناسائی او را می افزاید ۱۲ [3] از ان رو سست خیز گفته که جولان وے اوّل در اثر است و بدریافت آثار درمانده ۱۲

آدمی این جا بسخن راه جوست　　　لیک سخن کے رسد آنجا که اوست
هر کس ازو آمده در گفت و گوے　　　معرفتش از همه پوشیده روے
رخشِ علل در رهش افگنده سم[1]　　　علت و معلول درو هر دو گم
کس نبرد راه بتحقیقِ او　　　در برد الّا که بتوفیقِ او
من که همه هستیِ من نیستی ست　　　هستیِ بے نیست ندانم که چیست
هستیِ ما نزدِ خرد اندکے ست　　　وان همه با نیستیِ ما یکے ست
نیست شناسندهٔ هستی مگر　　　آنکه ورا نیست ز هستی گذر
نیستی از هستی او شست دست　　　هست و بود و نیست شود هر چه هست (موجود ۱۲ ـ آینده ۱۲)
ثابتِ[2] مطلق بصفاتِ احد　　　زندهٔ باقی ببقائے ابد
بود در اول کس ازو پیش نه　　　ماند در آخر کس ازو بیش نه
حادثه را با ازلش کار نے　　　نقشِ فنا با ابدش یار نے
حکمت و حکمش که ندارد زوال　　　هم ز خلل خالی و هم از خیال
کرد خرد وحدتِ او را سجود　　　ثانیِ او ممتنع اندر وجود

---

[1] سم افگندن کنایت از عجز و درماندن ست حاصل معنی این که چون دلیل در راه معرفت حق بجائے نرسید بے مدلولے که بوسے ثابت شود و معلولے که از وے حاصل آید نیز گم و لاشے خواهد بود پس هم علت گم گشت و هم معلول ۱۲

[2] ثابت لے موجود دایم مطلق اسے منزّه از جمیع قیود ـ مراد با حدیت صفات آنکه هر یک از صفات حق فی نفسها واحد ست تکثر و تعدد بکثرهٔ متعلقات ست مثلاً علم یکے ست و کثرت او باعتبار کثرت معلومات ست و قدرة یکے تعدد او باعتبار تعدد مقدور ست این چنین سایر صفات ۱۲

غیرتِ[1] غیر از قدرش دور بہ   پاک زامکانِ تغیّر چو غیر

شرک نہ بر مملکتش دست سائے   خود نتوان بود بشرکت خدائے

فطرتِ ہستی نہ باسباب ساخت   بے سبب غیر علم بر فراخت

نقشِ صور کرد۔ بآلت نہ کرد   بر فلک و طبع حوالت نکرد

چون وچرا نقش طرازِ تن است   آئینہ صورت از و روشن است

آن کہ نگنجد بخیال و صور   چون وچرا کے کند آن جا گذر

پاک ز آلودگی آب و خاک   پاک تر از ہر چہ بگویند پاک

نے کس از و زادہ نہ او زکس   زادن و نازادنِ ما زوست بس

دیدنِ خود گفت بما در نہفت[2]   شادہمان کس کہ بدید و نگفت

دیدنِ او ہست ز مردم دروغ   تا ہم از و دیدہ بیابد فروغ

چشم جہت بینش چہ بیند بنور[3]   تا نکند خود جہت از دیدہ دور

بستہ مکان را بجہات و صفات   ہم ز مکان فارغ و ہم از جہات

بے ہمہ جا و ز ہمہ جا درون   در ہمہ جا و ز ہمہ جا برون

راستیِ او بدرستی کہ خواست   راست درست آنچہ کند جملہ راست

---

[1] یعنی مرتبہ حق جل شانہ عالی تر است از آنکہ غیر او برو غیرت برد و دعوی مساوات او کند چہ غیرت در اقران و در صفت ممکن الحصول باشد منزہ است از امکان تغیر ۱۲

[2] این بیت ترجمہ آیہ لا تدرکہ الابصار و ہو یدرک الابصار است یعنی بینائی ہا او را نمے یابند و او بینائی ہا را مے یابد یعنی ما را حکم داد کہ من بر ملا منظر تو ام آمد لیکن پوشیدہ از چشم ظاہر ۱۲

[3] ضمیر شین راجع بمردم است و درین مصراع تلمیح است بحدیث کہ چون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از معراج باز آمد صحابہ پرسیدند کہ یا رسول اللہ تو خدا را دیدی بجواب گفت خدائے تعالی نور است چہ طور دیدہ شود ۱۲

راستِ روی بردهٔ زِ بے حاصلاں — دادهٔ درستی بشکسته دلاں
غمزدگاں را بطرب دل کشائے — گم شدگاں را بکرم رہنمائے
مونسِ ہر دل که فراغیش نیست — محرمِ ہر شب که چراغیش نیست
ہر چه نه او - در خطِ امکانِ[1] اوست — ہر چه جز او بندهٔ فرمانِ اوست
روزیِ ہر کس برساند بسے — منّتِ روزی نه نہد بر کسے
داد لب[2] روزیِ تن را کلید — جُسته و ناجسته بخواہد رسید
کن مکن او راست زتو تا کہن — ہر چه کند کیست که گوید مکن
عالمِ بر حق نه به تعلیمِ کس — ہر همه زو یافته تعلیم و بس
ہر چه کند در کُل و در جزو اثر — کُلّی و جزئیش بود زاں خبر
ہر چه جائے که نہد پائے راست — او لیتب تا ربدا اند کجاست
آنچه به ہستی زنقش حرف جوست — خامه گزار قلمِ صنع اوست
صانعِ بے عیب زعلّت بری — نور فزائے قمر و مشتری
غالیه سائے شبِ مشکیں پرند — پرده بر اندازِ سپہرِ بلند
نور دهِ انجمِ خورشید تاب — سبز کنِ خاک بتاثیرِ آب

---

[1] ماسوائے حق داخلِ امکان اوست لے از جملہ ممکنات مخلوقۂ اوست یا آنکه از قدرت اوست یعنی ایجاد و عدم آں نزد او برابرست امکاں بمعنی قدرت بسیار آمده ۱۲ [2] یعنی لب را کلیدِ تن گردانید که از وے در روزیِ او کشاده شود بدانکه روزی که مفهوم رزق ست مخصوص بخوردن و آشامیدن نیست بلکه ہر چه شخص که در معیشت و تمدن محتاج آنست روزی اوست و میتواں از کلید سخن مراد داشت زیرا که سخن سبب تحصیل اسباب معاش ست ۱۲

حقّهٔ تن را بقفا درکشاے | جوهر جان را ببقا رهنماے
زآب عنایت[۱] گهر انگیخته | در صدف کن فیکون ریخته
قطرهٔ احسانش بفیض عمیم | حمل صدف بسته ز درّ یتیم
حجله کش جلوهٔ بکران باغ | خاص کن عطر قصبهٔ دماغ
نقش طرازے که بصنع بدیع | راند قلم بر صفحات ربیع
نامهٔ[۲] گل را بنما خامه کرد | نامیه را حرف کش نامه کرد
سنبل تر بر رخ گلشن کشید | سنبله را دانه بخرمن کشید
طفل گیا را ز هوا ریخت شیر | مغز جهان را ز صبا زد عبیر
ناف[۳] شگوفه ز بخور نسیم | کرد بعنبر نفسی مستقیم
جلد سمن را که ورق کرد باز | مهر خودش داد بعنوان راز
چشم سحاب از نم دریا کشاد | چشمهٔ آب از دل خارا کشاد
چار گهر کرد جهان را پدید | در کرهٔ شش جهت اندر کشید
دور زمین را بزمان باز بست | دام و دد از روے بامان بازرست

---

[۱] تواند که از گهر جوهر اوّل که روح محمدی ست مراد باشد و ریختن در صدف کن فیکون عبارت از ایجاد اوست و تواند که از گوهر انسان مراد باشد و از صدف کن فیکون فلک یا عالم ۱۲

[۲] اضافت نامهٔ گل بیانیه هست و نما و نمو یکے ست بمعنی بالیدگی نامیه قوتے که صفت نمو دارد تقریر معنی آنکه الله تعالی از برائے نوشتن نامهٔ گل اے بجهت آوردن گل نما را بجائے قلم و نامیه را بمنزله کاتب نامهٔ گل ساخت ۱۲

[۳] بخور خوشبوئے معنبر نفسی مرکبست و با نفسی یحتمل که فارسی باشد بمعنی نیکتر یعنی یک عنبر آلود و نفس مستقیم ای درست و دیرپا و یحتمل که یاء مصدری باشد یعنی مصدر باشد اے عنبر آلود نفس بودن و فاعل والله تعالی ست و مفعولش ناف شگوفه یعنی ناف شگوفه معنبر نفس ساخت یا آنکه معنبر نفسے بودن بوجه استقامت داد و در بعض نسخه بعنبر نفسے ست لیکن ناف شگوفه بعنبر نفسے اے عنبر نفس بودن ثابت نکرد ۱۲

سلسلهٔ آب زن بر زره — طوق زمین کرد گره بر گره
باد محیط کرهٔ آب ساخت — نار به پیرامن آن بر فراخت
کحل شب از دیدهٔ انجم نمود — نور دل از سینهٔ مردم نمود
طالع مردم ز شمار نخست — کرد بتقویم عنایت درست
ز آب چنان کرد مصوّر خیال — کان بتصور ننماید جمال
نقش چنان بست بهر تن که هست — کش بدل خود نتوان نقش بست
قصر جسد را به همین داوری — ز آب و گلے کرد عمارت گری
دفتر دل را خط شاهی نوشت — جائزهٔ سرّ الٰهی نوشت
جان که بهر جسم روانیش داد — پرتوے از نور خدائیش داد
گوش بآواز سخن تا نه کرد — وز سخن آفاق پرآوازه کرد
ما که نبودیم - بجود آمدیم — از عدم از وے بوجود آمدیم
کیں در اگر او نگشادے بما — دولت ایں خانه که دادے بما
نور بصر داد که بینا شدیم — چشم گشا شد که شناسا شدیم
معرفتش گر نشدے رہنمائے — نے ز خود آگه بدے نے از خدائے
گر همه ز اندیشه جگر خوں کنم — شکر چنیں مرحمتے چوں کنم
طاعت مانے کرمش بے قیاس — وائے بران کس که نگوید سپاس
اے صفتت بنده نوازندگی — از تو خدائی و ز ما بندگی

گرچه نباید ز منِ خاکسار | زانچه شوم بر درِ تو رستگار
هم بتوام هست امیدِ تمام | کز درِ تو رد نشوم والسّلام

در تضرّع به درِ حق که گنهگاران را
داد بارانِ گنه شوے ز عینِ غفران

اے بجلالت قدم آراسته | شُبهه[1] شبهت ز میان خاسته
ذاتِ تو پیداست ولے نے چو من | من ز تو پیدا و تو از خویشتن
نیست شناسائے کمالِ تو کس | هستیِ خود هم تو شناسی و بس
دانشِ هر کس که بسویت گذشت | یک دو قدم رفت و عنان تاب گشت
فکر درین پرده به راز ایستاد | بانگ زدش حیرت باز ایستاد
عقل درین خطّه امانے نیافت | خطِّ امان جست و نشانے نیافت
دل بتو داده است نشانی مرا | در تو رسم گر برسانی مرا
سوئے خودم کش که الٰهی شوم | خازنِ گنجینهٔ شاهی شوم
آن عمل آور ز منِ اندر وجود | کان بتوام راه توانَد نمود
وانچه دلم را ز تو دوری ده است | دور ترک دار که دوری بس است
نورِ بصر ده که شناسائیم | تا نبود جز به تو بینائیم

---

[1] شُبهه اوّل بمعنی شک و شِبه بالکسر بمعنی نظیر یعنی این شبه از میان برخاست که کسے نظیر تو باشد ترجمه آیهٔ لیس کمثله شیئ ۱۲

قوتِ دل بخش ز دینِ خودم — سینه قوی کن بیقینِ خودم
تا چو ز عونِ تو قوی دل شوم — بو که توانم که بمنزل شوم
درد ندارد دلِ بے حاصلم — چاشنیِ درد نہ اندر دلم
حسنِ عمل نیست که پیش آورم — عذر برسوائیِ خویش آورم
بر منِ رسوا شدہ عیب کوش — عیب تو پوشی که توئی عیب پوش
گر ہمه نیک ست عمل یا بدم — دیدہ برافروز بعیبِ خودم
چوں کژیِ دل کنم خود پرست — آئینه راستیم دہ بدست
در رہ سوئے راستی آید سرم — راست چناں دار کزاں نگذرم
ہر رہ خیرے که بگیرم پیش — راہبرم بخش بہ توفیقِ خویش
وانچه نبیدرہ برد انجامِ کار — از من و از خاطرِ من دور دار
معرفتم دہ که شناسا شوم — بخردیم بخش که دانا شوم
نورِ ہدایت بچراغم رساں — بوئے عنایت بدماغم رساں
اے ز کرم بر دلِ ما در کشاے — گم شدگاں را سوئے خود رہنمائے
بر درِ تو بسته ام امیدِ بار — بار کشا بر منِ امیدوار
باز کن از روضهٔ رحمت درے — بو که بیابم ز سعادت برے
از درِ خویشم بدرِ کس مراں — تو دہ چه کشاید ز درِ دیگراں
من که بحکمِ تو دریں کارگاہ — از عدم ایں سو زدہ ام بارگاہ

جز تو شناسندۂ این راز کیست　　کامدن و رفتن ما بہر چیست
بہ کہ چو آوردی و بازم بری　　ہم بسوئے خویش فرازم بری
جز بره خویش مدارم مدار　　ور بتو امید ندارم مدار
پرده بر انداز کہ چون لاشوم　　پرده کشائے در الا شوم
گم شده ام راه نمایم تو باش　　بے بصرم نور فزایم تو باش
دامن تر آب ندارم بجوئے　　دامنم از عین عنایت بشوئے
ساختۂ سوختنم چون خیال　　آب ز سر چشمۂ غیبم رساں
گرچہ تن من ز پے سوز راست　　رحمت تو از پے این روز راست
اے گنہ آمرز شفاعت پذیر　　پر گنہاں را بکرم دستگیر
من کہ نہ نیکی ہمہ بد کرده ام　　نیک و بد خود بتو آورده ام
نیک بدم نیک نشد ہیچ بد　　از من بد ساز نکش نیک خود
در بد و نیکم بتو امید وار　　نیکی بپذیر و بدی در گذار
خود منم از فعل بد و کرد زشت　　کندۂ دوزخ نہ نہال بہشت
کنده چو در سوختن آرد وبال　　بیشتر از سوختنش کن نہال
ہست چو انعام تو اے کارساز　　ق　از من و از طاعت من بے نیاز
مرحمتے کن کہ گنہ کرده ام　　نامۂ اعمال سیہ کرده ام
عدل تو گر حکم بطاعت کند　　ہیچو منے را کہ شفاعت کند

تا نشود عون تو ام دستیار — کے شوم از طاعت خود رستگار
خاصه که چون بنگرم احوال خویش — عذر نه و جرم ز اندازه بیش
اے بعنایت علم افراخته — کار دو عالم کرمت ساخته
در تتق ستر توام راه نیست — جز تو کس از سر تو آگاه نیست
سر مرا چون همه دانندهٔ — باز رهانم که رهانندهٔ
گر ز تو بر خلد برات من ست — نامهٔ من خط نجات من ست
ور تو کنی سوئے جهنم رهم — در که پناهم که ز تو وا رهم
عذر ندارم چه کنم بر گناه — عفو تو گو تا شودم عذرخواه
بر در تو آمده ام شرمسار — از شر من در گذر و در گذار
روے سیاهم بتو دارد امید — هم تو کنی روئے سیاهم سپید
کار بدستم چو ندادی نخست — کار من آخر همه بر دست تست
دست من آن دم که بماند ز کار — دست ز کار من مسکین مدار
از عمل خود چو نشینم خجل — ذیل کرم پوش برین تنگدل
در شب تاریک چو بینی رهم — مشعلهٔ ده ز انار اللّهم
(اے ز نور خود مرا ۱۲)
چون شب من تیره شود روز بخش — شام مرا شمع شب افروز بخش
صبح قیامت که بود گرم تاب — ظل خودم بخش در آن آفتاب
پیش تو آرم چو حساب جفا — حسب کرم بخش ز حسبی کفا

اے کرمت غسل گنہ را سحاب　ق　مرحمتے کن کہ بیوم الحساب
گر بمثل نیک و اگر بد شوم　در کنفِ ظلِّ محمدؐ شوم

نعتِ سلطانِ رُسل آنکہ مسیحا بدرش

پردہ دارے ست نشستہ زپسِ شادرواں
(پردہ سرا)

پیشہ ورِ کوکبۂ انبیا　کوکبش از منزلتِ کبریا
کون و مکاں در خطِ امکانِ او　کاین و من کاں گہرِ کانِ او
کرد لوا نصب در ایوانِ ہو　تحتِ لوا آدم و مَن دونہٗ
از حدِ ناسوت برون تاختہ　بر خطِ لاہوت وطن ساختہ
لعلِ وے از خاتمت آگہ شدہ　خاتمِ انگشتِ یداللہ شدہ
خاتمش از ہفت فلک حلقہ ساز　یافتہ از مہرِ نبوت طراز
گرچہ سلیماں شود انگشتریں　خنصرِ او را نرسد در نگیں
گرد شدہ حلقۂ پیغمبراں　خاتمش مہر نہادہ براں
ختمِ نبوّت شدہ برہانِ او　مصحفِ ختم آمدہ در شانِ او
سکّہ چو از مہرِ نبوّت کشاد　محمدش نام محمدؐ نہاد
طرفہ کہ ہر حرف کزاں کم کنند　فائدۂ خاص فراہم کنند
گر دہنِ میم شود زو نہاں　حمدِ خداوند کند بے دہاں

ورز میان حلقهٔ حا گشت دور | مدِّ ظلالی دهد آن شاخِ نور
ور کمرِ میم دگر بر گشاد | دال برحمت شد و آن در گشاد
تا دره نامے که بهر حرفِ خویش | تا دہا بخشد از اندازه بیش
نامِ محمّد بد و تد و پر میم | در حدِ خود یافت دو چشمِ سلیم
یعنی اگر کس ز محمّد پرد | چشمِ وے آن به که ز حد نگذرد
بلکه محمّد بد و میم درست | یافت دو حلقه بحدِ خویش چست
حلقهٔ او سلسلهٔ تافته | هر دو جهان بستهٔ آن یافته
در شبِ تاریکِ عدم ره نبود | ور چه که ره بود کسے آگه نبود
نورِ نخستش چو علم بر کشید | شامِ عدم را سحر آمد پدید
هستی از آن نور چراغے بدست | راه نما گشت بهر کس که هست
یافت نخست آدم از آن نور تاب | عطسه زد از دیدنِ آن آفتاب
چشمش از آن نور چو بینا شده | عطسهٔ او نورِ مسیحا شده
با دمِ مسیحاش چو دمساز شد | مریم از و حاملهٔ راز شد
مُرده مسیحش بدم بندگی | دم نزده پیشِ وے از زندگی
سینهٔ آدم دم از و یافته | زخمِ عصا مرہم از و یافته
بلکه خود آدم بر هش خاک بود | خاکِ ورا کرده ملایک سجود
آتشِ بدخواه چو شد تابناک | دولتِ او گشت بیک مشتِ خاک

در تتق بارگهش گاہ بار — بادہ کش عیسی و خضر آبدار
پیش چنان چشمۂ دریا قیاس — نوح زبے آبی خود در هراس
موسی اگر در رہ او نیست پیک — کی ارنی گوید و انظر الیک
زان رخ گلگون کہ گل افشان شدہ — نار براهیم گلستان شدہ
خوے خوشش چون خوے گل گشت پاک — از خوے او گل بدمیدہ ز خاک
گل کہ لباس خوشیش در برست — از خوے دیباچۂ پیغمبرست
ساختہ نہ حجرہ بہ از هشت باغ — هشت بهشت از تہ او با فراغ
حجرہ نہ و خلد نہ از هشت بیش — یعنی ازان هشت بیک حجرہ پیش
تا بسر یثرب آن جم نشست — رعب عرب در همہ عالم نشست
خطبۂ لولاک بپرداختہ — منبر نہ پایہ ازان ساختہ
هستی او تا بعدم خانہ بود — نقش وجود از همہ بیگانہ بود
چون ز وجودش عدم آوازہ یافت — تختۂ هستی رقم تازہ یافت
سایۂ رحمش کہ ز گردون گذشت — رزق رسان بر همہ آفاق گشت
سایہ زبس نور نہ بد پیش و پس — سایۂ خورشید ندیدہ است کس
سایہ نہ و ظل سلامت ازو — سایۂ خورشید قیامت ازو
از پے خورشید قیامت جهان — ساختہ از گیسوے او سایبان
موے بموے گیسوے او مشک خشک — فرق نبودہ سر موے ز مشک

بے غلط آنجا کہ چنیں مو بود — مشک نگویم کہ ز آہو بود

کعبہ ز مشکش بزمیں داد ناف — خوش دم ازو نافۂ عبد المناف

امت ازاں سلسلۂ مشکسائے — یافتہ منشورِ نجات از خدائے

از کرمش غرقۂ آبِ فنا — یافتہ در بحرِ بقا آشنا

ایمنیِ امت ازاں گونہ جست — کامنِ خود از ایمنۂ خود بشست

عونِ عباد اللہ ازاں ساں نمود — کآفتِ عبد اللہ اش آساں نمود

عذر ز عاصی بود اندر گناہ — طرفہ کہ من عاصی و او عذر خواہ

سنگِ وقارش بصفِ اصطفا — مروۂ حلم آمد و کوہِ صفا

تیغ زبانش کہ چناں تیز بود — بد گہرش بیں کہ بسنگ آزمود

سنگ کہ بر گوہرِ تیغش رسید — رخنۂ دندانش ازاں شد پدید

گرچہ کہ دندانہ فتادش بتیغ — ہم سرِ بد خواہ بُرد بے دریغ

شرطِ کرم بیں کہ بہنگامِ جنگ — گوہرِ خود ریخت بپاداشِ سنگ

دعا بحق کفار ۱۲

خنجر تیزش ہمہ تن شد زباں — تا کند آئینِ شریعت بیاں

ریختہ از لب ہمہ دُرِّ ثمین — رشتۂ آں دُر شدہ حبلِ متین

خصمِ رکیکش بہ عیان و نہفت — شاعرے گفت ارچہ کہ شعرے نگفت

آنکہ بدو وحی پیاپے رسد — شاعرِ کذّاب بدو کے رسد

وانکہ سخن راست کند از دروغ — پیشِ چناں مرد ندارد فروغ

من کہ بدل رابستم نیست کار — رستہ نگردم بجز آں رستگار
نے بہوا گفت اگر راز گفت — کانچہ بگفتند بدو باز گفت
ماہ ز سیرش اثرے یافتہ — تاب نیاوردہ و بشگافتہ
گرچہ شب چار دہم راست مہ — چار دہ مہ خوانش نہ بل چار دہ
ابرو و مژگاں قلم و نوں ہم — صورت او سورۂ نون والقلم
اُمّیِ دانا کہ بعلم قرون — راندہ قلم بر ورق کاف و نون
بے خط و قرطاس ز علم ازل — مشکل لوح و قلمش کرد حل
چوں قلم اندازۂ علمش نداشت — علم بدل کرد و قلم را گذاشت
اعلم حاذق بوجود و عدم — افصح صادق ز عرب تا عجم
آنکہ دریں پردہ مخالف نواست — گو بحجاز آ کہ حجت بجاست
اے[1] کہ نبی گفتۂ او گفتہ — مُردہ تواں گفت اگر خفتہ
ہست[2] نبی گر سخن آں بشر — تو بشری نیز بگوئی دگر
آنچہ دل از یک نقطش گم بود — کے بحد فکرت مردم بود
دور شو از حجت غیبت بدور — کیں ہمہ گفت آنکہ بد اندر حضور
سخت تریں کفر کہ اعراب راست — غیر براہیں نشد ستند راست

قرآن ۱۲

---

[1] دریں شعر تعقید ست یعنی اے کہ میگوئی قرآں گفتۂ (کلام) نبی ست کلام خدا نیست اگر تو ازیں رمز غافلی ترا مردہ تواں گفت ۱۲ [2] دریں بیت ہم تعقید ست یعنی اگر قرآن کلام نبی ست کہ او بشر ست آخر تو ہم بشر ہستی مثل او بگو۔ شرح آیۂ اِنْ کُنْتُمْ فِیْ شَكٍّ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۱۲

مدتِ مقصد شد از و تا بما | تازہ تر ست ایں خطِ والا بما
گر بگزافے بُدے ایں رہ بپائے | او نشد و ایں نیز نماندے بجائے
ہر چہ نہ آثارِ خدائی دہد | کے ہمہ وقت روائی دہد
اینت شہے کو ز جہاں بست بار | دولتِ او تا بہ ابد پائدار
یا رب خدایا بحقِ آں رسول | کیں سخنِ چند کن از ما قبول

وصفِ معراجِ پیمبر کہ شب روشن شد

رمزِ اَسریٰ[1]ش ز زلفِ سیہ مشک فشاں

چوں شبِ قدرش بفلک نور داد | قدرِ ہزاراں شب ازاں نور زاد
شمعِ نخستینش کہ سر بر فراخت | دودۂ آں را شبِ معراج ساخت
چشمِ ملایک ز سوادے کہ داشت | کرد بسرمہ گونۂ آں شب نگاشت
موئے وے از گیسوئے کحلی فشاں | باز سیہ کرد ہمہ چشمِ شاں
نیم شباں پیکِ الٰہی ز دور | آمد و آورد براقے ز نور
پائے براقش کہ ز اختر گذشت | چشمِ کس از پائے وے آگہ نگشت
انجمِ آں شب ہمہ دیدہ سپید | طالبِ آں نور بچشمِ اُمید
ویں نتواں گفت کہ بود او بخواب | خفتہ کہ دیدست مہ و آفتاب

---

[1] اتباعِ رسمِ قرآن کردہ شدہ تلفظ اسرٰیش باشد ۱۲

داد نویدش که ازین قعر چاه — خیز و بدر پای ابد جوی راه
رو که کشاده در احسان تست — داعیهٔ دعوت یزدان تست
منتظر استند ملایک به پیش — منتظران را نظری ده بخویش
باز کشا دست در آسمان — پای برون نه ز زمین و زمان
خیمه ازین دایره بیرون فگن — غلغله در عالم بیچون فگن
در قدم افراز بترک را علم — ساقه سوی عرش فرست از قدم (عقب سپاه ۱۲)
باز کشا صفّ جناح از ملک — برگذران جنبش قلب از فلک
قلب روان کن در سلطان بزن — تیغ برون کش سر شیطان بزن
فرصت آن نیست که شینی بجای — خیز بدولت برکاب آر پای
صاحب معراج که این مژده یافت — روی ازان موج دولت بتافت[1]
برق صفت جست به پشت براق — کرد بمیثاق شتاب از وثاق (خانه ۱۲)
صف ملایک برکابش دوان — پیشرو کوکبه خسروان
طرقوا از غیب ندای رهش — مشعله در پیش ز نور اللهش
چار ملک غاشیه بسته بدوش — هفت فلک حلقه فگنده بگوش
بر فلک ماه بر آمد نخست — ماه که بشکست[2] ازو شد درست
تاخت ازان جای بمیدان تیر[3] — تیر[3] دران کیش شد آرام گیر

---

[1] بتافت یعنی روشن کرد ۱۲ [2] بشکست از معجزهٔ شق القمر ۱۲ [3] تیر اوّل عطارد و تیر دوم براق ۱۲

زہرہ کہ دریافت ازاں صبح تاب [1] کرد حساں بدفِ آفتاب
دید چو خورشید بدریائے نور کرد زنِ چشمۂ بے آب دور
گشتہ دراں کوکبہ بہرام پست تیغ بیفگند و بہم دست بست
یافت غبارے ز رہش مشتری قیمتِ آں داد نہ انگشتری
پرتوِ او تافت بروئے زحل گشت نحوست بسعادت بدل
کرد از آنجا بثوابت عروج پُر مہ و خورشید شد ازوے بروج
پاش چو کرسیِ فلک را گذاشت عرش رواں (فی الحال ۱۲) کرسیِ خود پیش داشت
پیشترک زاں چو شدندش دلیل لرزہ درآمد بپرِ جبرئیل
دامن ازاں پایہ فرو تر کشید پائے بدامانِ ادب درکشید
طائرِ عرشی بسوئے سدرہ راند خطبۂ طوبیٰ لکش از دور خواند
جست بروں جوہرش از کن فکاں یافت مکانے بحدِ لامکاں
از زبر و زیر بروں برد ذات زیر و زبر ہیچ نماند از جہات
در محلے کز جہت [2] آمد بری زاب و گلش کرد عمارت گری
پیشتر از عقلِ کل از جائے خویش رفت بکل باہمہ اجزائے خویش

---

[1] یعنی چوں زہرہ ازاں صبح تاب حاصل کرد دفِ آفتاب را حرارت دادہ سرودن آغاز نہاد دف را بوقت نواختن از آتش گرم میکنند ۱۲

[2] یعنی در محلیکہ از جہات ستہ بری بود رسول صلعم آنرا از گلِ تعمیر نمود یعنی مع جسم ظاہر تشریف بردند مراد این ست کہ معراج مع الجسد بود نہ کہ مجرد روح ۱۲

آنکه بانکار دریں دم زند[۱]　　بر دهنش زن که زنخ می زند
اے که ترا عقل دریں شبه دید　　این خبر او داد که عقل آفرید
باخبرش عقلِ تو گر خویش نیست　　عقلِ تو از دانشِ او بیش نیست
عقلِ تو تحقیقِ ترا در نیافت　　کے بتواند بچناں رہ شتافت
طورِ دگر بیشتر از عقل هست　　واں نبود کے رسد آنجات دست
دستِ هماں مرد بداں جا رسد　　کز حدِ قوسین به ادنیٰ رسد
راست بقوسین در آمد چو تیر　　چشم زما زاغ شده گوشه گیر
آں دو کمانش که بیکجا کشید　　بانگِ زه از چرخ بگوشش رسید
ترکِ کماں کرد قدم پیش برد　　دست بآماجگهِ خویش برد
منزلتے یافت منازل نورد　　کیف و کم از راه برون بردگرد
پردۀ خویشی زمیان خاسته　　مرتبۂ بیخودی آراسته
آئینه صورتش از سینه رفت　　صورتِ ادراک ز آئینه رفت
چوں زمیاں رفته حجابِ خیال　　بے جهتش جلوه نمود آں جمال
رفت چو حدِّ جهت از پیش و پس　　از پس و از پیش خداوند و بس
نقشِ خود از راهِ فنا بر گرفت　　نورِ بقا دید و ثنا در گرفت
بانگ برون زد بادائے سپاس　　شکر فزوں کرد ز راهِ قیاس

۱؎ کسانیکه دریں باب بانکار دم زن هستند بر دهن آنها طپانچه بزن که لغو می گویند ۱۲

دل بتضرّعِ خبر اندوز کرد — لب بتحیّت ادب آموز کرد
گاه بجود لاشد و الّاک گفت — گاه بد و تحیۀ ایاک گفت
رحمت حق نیز بعون تمام — گفت سلامیش علیه السّلام
ریخت بدامانش زهر گفتنی — گوهر ناسفتنی و سفتنی
یافت کرامت بخطابے کہ خواست — گشت مشرف بجوابے کہ خواست
جامِ عنایت لطف نوش کرد — از خودی خویش فراموش کرد
بس کہ برون برد وصالش زپوست — فرق ندانست ز خود تا بدوست
راہ کہ پرگم شد ازاں جبرئیل — وہم ملایک نشد آنجا دلیل
عزم ازاں قبلہ گہِ دل کشید — پیشتر از خویش بمنزل رسید
بس کہ وے آں راہ بسرعت نوشت — پیشتر از رفتنِ خود بازگشت
رفتہ و باز آمدہ در یک زماں — رفتن و باز آمدنش تواماں
چشمِ یقینش چو برحمت فتاد — امتِ بیچارہ نرفتش زیاد
ہر سخنے کز کرمِ غیب یافت — دامنِ پُر جانبِ امت شتافت
با شرفِ رحمت و تشریفِ جود — گوہرِ اقبالِ نجیب وجود
آمد ازاں مقصدِ مقصود باز — زاد رہ آورد باہلِ نیاز
گفتنی آں را کہ سزا دید گفت — داشتنی ہم بدل اندر نهفت
آب کہ خود خورد ازاں زمزمہ — قطرہ چکانید بکامِ ہمہ

قطرهٔ او چشمه والا شده — چشمه چه گویند که دریا شده
ای شبِ تو روشنیِ روزِ ما — نورِ رخت شمعِ شب افروزِ ما
تو شده مخصوص بعونِ خدای — عونِ تو ما را بخدا رهنمای
بنده سه حاجت بتو امید بست — وان باجابت رسد امید هست
اوّلش این کین سخنم در پذیر — ور زللی هست گرفته مگیر
آن دومیش گرچه نه اندر خورم — سوی خودم خوان و مران از درم
سومش آن ست که انجامِ کار — دست بگیر و بخدایم سپار

مدحتِ شاه که نامش بفلک رفته چنانکه
نقشِ آن داغ شده خنگِ فلک را برران

وقت شد اکنون که بجادوگری — باز کشایم درِ داوری
در قلم از سحرِ زبان بر کشیم — سحرِ زبان را بقلم در کشیم
برسمن از غالیه بندیم بند — پیش صفِ مورچه ریزیم قند
سلکِ سخن را که در افشان کنیم — پیشکش حضرتِ سلطان کنیم
ای سخن از رشته برون ریز دُر — وز دُرِ خود کن همه آفاق پُر
زانکه چو بوسم درِ دولت پناه — تحفه ازین به ننهم پیشِ شاه
شاهِ سکندر روش و دارا نشان — آئینهٔ روی سکندر روشان

برجِ شرف چون فلک از هفت پشت — هفت فلک خنصرِ او را بمشت
با شرفِ ماه سر افراخته — جای شرف بر سرِ مه ساخته
پشت به پشت از دو طرف شهریار — هر طرف از هر دو طرف تاجدار
در گهر از تاجوران سربلند — بر صفتِ تاج بگوهر بلند
میوهٔ دلهای بلند افسران — شاخ بشاخش نسبِ سروران
میوه که آمد چو ز بالِش ببار — میوه یکی آمد و بالش چهار
نورِ جد از جبههٔ او تافته — فرِّ جد از فرِّ جدِ خود یافته
شمسِ جهانگیر جدِ با فرش — اظهرِ من شمس جدِ دیگرش
ناصرِ حق شاهِ فرشته سرشت — خوی خوشش نسخهٔ باغِ بهشت
جدِّ سوم شاهِ غیاثِ امم — حاکمِ فرمان ز عرب تا عجم
هر سه جدش کعبهٔ ارکانِ جود — کرده دو عالم سه جدش را سجود
پایهٔ شاهی که ز مه برترست — کیست که این پایه بدو درخورست
شاهِ جوان بخت معزِّ جهان — تاج ده و تخت ستانِ شهان
وارثِ اکلیلِ کیان کیقباد — کافسرِ جد فرِّ کیانیش داد
یافته از خطبهٔ نامش اثر — پایهٔ منبر بفلک برده سر
با همه زان منبرِ چون نردبان — خطبهٔ او بر شده تا آسمان
سکهٔ نامش چو درم شد درست — بلکه بنامش درم از خاک رست

تا ز کفش یافت زمیں کیمیا   رست زر از خاک بجائے گیا
گل کہ بروید ز زمیں سرخ و زرد   تنکۂ زرداں کہ کفش تخم کرد
سکۂ زر ریخت بروئے زمیں   گرچہ کہ رو زرد شدہ زر ازیں
در کفش از سکۂ ضربِ کرم   کوفتگیہاست بروئے درم
سکہ چو از مہر درم ساز کرد   بخششِ او مہرِ درم باز کرد
گر جدِ والاش زہی بر کرم   کرد یکے را دو عیارِ درم
بیں کہ عیارِ درمش تا چہ شد   کز سہ یکے بود یکے را سہ شد
ہر طرفے کاختر او رو نہاد   فتح دوید و درِ دولت کشاد
خاکِ درش بر سرِ شاہاں سزاست   خاک براں سر کہ نہ اینش ہواست
چشم جز ایں سرمہ نیارد ازو   کیست کہ ایں چشم ندارد ازو
بس کہ بخاکِ درِ او گاہِ بار   چشم نہادند سراں صد ہزار
سرمہ کہ ہر چشم براں در رفتاند   خاک ہمہ گم شد و آں سرمہ ماند
ز اہلِ بصر ہر کہ براں در شتافت   خاک طلب کرد ولے سرمہ یافت
از سمِ اسپش کہ زمیں کرد چاک   خاک پُر از مہ شد و مہ پُر ز خاک
خواست کہ پیشش ز سپہرِ بریں   ماہ فرود آید و بوسد زمیں
سوئے فلک رفت ز میدانش گرد   ہم فلکِ ماہ زمیں بوس کرد
تیغ زناں گرم شود آفتاب   تا ہمہ آفاق بگیرد ز تاب

نورِ جبینش چو بدید از کمیں　　در شده از شرم بزیرِ زمیں
دشمنِ او در رست ز رفعت مکاں　　زیرِ زمیں چوں زبرِ آسماں
عزم چو بر کشتنِ دشمن کند　　خونِ بد اندیش بگردن کند
گاہِ وغا یک تنہ چوں صد سپاه　　ملک ستاننده تر از مہر و ماه
بست چو در قلعہ کشائی کمر　　لعل و گہر ساخت عدو را جگر
سلکِ گہر از دُرِ بحری برش　　عبرۂ بحرین بہائے دُرش
روم بگیرد بگہِ کارزار　　تیغِ وے از زنگ بگیرد ز عار
ناوکِ وے پیکانش بنیاے و جنگ　　ایں ز خطا دور شد اُو ز زنگ
گر بکمان دست برد چوں ہنر　　قوسِ قزح داں کہ بر آمد ز ابر
در کششِ تیر چو شد سخت کوش　　زه ز کمانِ خودش آمد بگوش
روے چو خورشیدِ وے اندر کماں　　کوہیِ روزِ بد اندیش داں
آمده تیرش ز خطا چند ره　　لیک نرفتہ بخطا ہیچ گہ
تیرِ وے از شیر جہد گاہِ کار　　شیر ز تیرش بجہد در شکار
گوے زمیں در خمِ چوگانِ اوست　　حالگہِ[1] بخت بمیدانِ اوست
ایزدش از فتنہ نگہدار باد　　یارِ وے و بادِ دولتِ وے یار باد

[1] حالگہ اے جولانگاه و میدانِ گوے بازی ۱۲

در خطاب شہ عالم چو بسلک خدمتش
آیم و این گہر چند فشانم ز زباں

اے سر چتر تو ز اختر بلند	چتر تو از ماہ بیک سر بلند
سود بمہ چتر سیاہ تو سر	در مہ ازاں کرد سیاہی اثر
گوہر آں چتر کہ بر شد بماہ	قطرۂ بارانست در ابر سیاہ
کلّۂ گردوں کہ عماری وش ست	بر در قدر تو عماری کش ست
خیمہ ١٢	
رایت میموں کہ شدہ چرخ تاب	کوس زدہ با علم آفتاب
کوس تو کافاق پر از صیت اوست	جز سخن فتح نگوید بپوست
لشکر تو از عدد ذرّہ بیش	ہر یک ازاں ذرّہ ز خورشید پیش
افسر خورشید بشاہی توئی	نے غلطم ظلّ الٰہی توئی
بارگہت راست بہنگام بار	مہر سلاحی و فلک پردہ دار
صفّۂ کسریٰ کہ تواں طاق گفت	بارگہت را نتواں گفت جفت
قصر ترا برج کمان تیر[1] کش	شمسۂ آں نہ فلک شیشہ وش
مہ کہ در انگیزش رنگ ست چست	نقش گر صورت ایوان تست
بر در تو ہر کہ بہ بندد کمر	غرق شود تا کمر اندر گہر
تیغ بر آور کہ بلند اختری	آئینہ برگیر کہ اسکندری

---

[1] تیر شہتیر ١٢

پیشِ سریرت کہ شد از چرخ پیش — خندۂ ضحّاک بر اورنگِ خویش
از رخِ خود[1] پیشِ تو خاقانِ چیں — صورتِ چیں کردہ بروے زمیں
کیست فریدوں کہ بمسند گہت — می نہند دیدہ بجا کِ رہت
چشمِ سیہ کو کہ نساید براہ — تا نکند خاکِ رہت را سیاہ
نامِ تو جم بر سرِ افسر نوشت — نیست مراورا بہ ازیں سرنوشت
تا تو گرفتی ہمہ عالم بنام — تیغ فروخفت میانِ نیام
جبہتِ تو با رقمِ عدل و داد — لوحِ خدائیست کہ محفوظ باد
عدل چو موئے تو بہر چار سوے — جملہ جہاں بستہ بیکتا رموے
عدلِ تو برلیست بہ نیروئے خویش — گردنِ دہ گرگ بیک موئے میش
تا درِ عدلِ تو جہاں برکشاد — بید نلرزید ز طوفانِ باد
عدلِ تو تا ایمنیِ دہر خواست — نرگسِ رعنا زمیں خفتہ خاست
کفر شد از بس کہ خرابی پذیر — دیو نگردد بجد دیو گیر
ہیبتِ تو تیغِ سیاست بدست — حربہ زد اندر دلِ شیرانِ مست
فتنہ ز بختِ تو نجسپد بسے — بختِ تو در خواب نہ بیند کسے
روشنی از رائے تو گیرد جہاں — چشمۂ خورشید نماند نہاں
خاتمِ جسم با ہمہ نقشِ کمال — از تو شد انگشت نما چوں ہلال

---

[1] یعنی خاقانِ چین رخ خود را پیش تو بر زمین سود و بر زمین نقش چین (جبین) پیدا شد ۱۲

نافهٔ خلقت که زد از مشک دم — هر دو بهم زاده شد از یک شکم

لیک جز این فرق نشاید گزید — کز طرفِ مشک شد آهو پدید

عیب ۱۲

صحنِ زمین پیشِ تو با این وقار — ماند چو ذرّه بهوا بیقرار

دورِ فلک مست ز جامِ تو شد — دهر بیک جرعه غلامِ تو شد

زهره بخنیاگریت کرد عزم — بو که ازین[1] پرده در آید ببزم

خوں شده ز احسانِ تو کان را درون — وز دلِ صد پاره بر انداخت خون

موجِ کفت رفته بدریای آب — آب گذشت از سرِ دُرِّ خوشاب

لافِ نوالت چو ز دریا شنید — آب ز تیزی لبِ دریا گزید

خود همه دریا ز کفت خاک شد — چون کفِ خود حاملِ خاشاک شد

باد مدام آن کفِ دریا نشان — ز ابرِ کرم بر سرِ ما دُرفشان

گشت گهِ بخششِ دُرِّ ثمین — هر غزلم خاصهٔ تو خاصه این

غزل

ای زندگانی بخشِ من لعلِ شکر گفتارِ تو — در آرزوی مُردهم از حسرتِ دیدارِ تو

گر شهد باشد بر زبان یا آبِ حیوان در دهان — گفتار میگویم که آن نبود مگر گفتارِ تو

معذوری ار زلفِ سیه پوشی بر آن روی چو مه — سیری ندارد هیچگه چون دیده از دیدارِ تو

گیرم ترا زین چشمِ تر دشوار می آید نظر — بیرون کنم دیده ز سر آسان کنم دشوارِ تو

---

۱ ازین پرده یعنی پردهٔ فلک ۱۲

زین پس بخوبان ننگرم در کوئے ایشان نگذرم
گر هیچ یک ره جان برم از غمزهٔ خونخوارِ تو

در کوئے تو بر هر درے افتاده مے بینم سرے
این نیست کارِ دیگرے این کارِ تست این کارِ تو

خواهی نمک زن ریش را خواهی بکش درویش را
هر چونکه داری خویش را بربسته ام در تارِ تو

چون غم بگفتار آورم با گریه در کار آورم
یا رو بدیوار آورم باسے همان دیوارِ تو

خواهی که بهرِ خنده پیش افگنی افگنده
اینک چو خسرو بندهٔ نو بردهٔ بازارِ تو

صفتِ حضرتِ دهلی که سوادِ اعظم
هست منشورِ وی از حرسها الله نشان

حضرتِ دهلی کنفِ دین و داد
جنتِ عدن ست که آباد باد

هست چو ذاتِ ارم اندر صفات
حرسها الله عن الحادثات

دورش ازانگاه که پرگار شد
دائرهٔ چرخ ز پرگار شد

تا که بنا یافت نگنجید بیش
در همه عالم ز بزرگیِ خویش

از سه حصارش دو جهان یک مقام
وز دو جهان یک نفسش ده سلام

حصنِ برونیش ز عالم برون
عالمِ بیرونش بحصن اندرون

حصنِ درونیش تو گوئی مگر
چرخ بزیرست و حصارش زبر

گفت حصارِ نو او را سپهر
کاے[1] فلکِ نو بکهن دار مهر

---

[1] یعنی اے فلکِ نو من بمقابله تو کهن هستم بر من مهربانی دار ۱۲

هردم ازان قلعهٔ مینو سرشت — قلعهٔ فیروزه شده خشت خشت
چون فلک ثابتهٔ ثابت صفات — نے چو فلکہاے دگر بے ثبات
برج فلک آمده ثابت سه چار — برج حصارش همه ثابت شمار
برج به برجش درجات سپهر — گشته بگرد سرِ او ماه و مهر
کنگرهٔ او گشته زبان جمله تن — وآمده با ماه همسا در سخن
چرخ نداند در و دیوار کس — تکیه بدیوار و درش کرده بس
ملک ز دروازهٔ او فتح یاب — سیزده دروازه و صد فتح باب
نام بلندش ره بالا گرفت — تا بختن شد همه یغما[1] گرفت
گر شنود قصهٔ این بوستان — مکه شود طائف[2] هندوستان
شهر نبی را بسرا و قسم — شهر خدا گشته ز صیتش اصم
در حقش از چرخ چو دیدم عطا — گفتم روم ست نگفتم خطا[3]
قبهٔ اسلام شده در جهان — بستهٔ او قبهٔ هفت آسمان
ساکن او جمله بزرگان ملک — گوشه بگوشه همه ارکان ملک
تختگهِ تاجورانِ بلند — گشته ز اقبال شهان بهره مند
گوشهٔ هر خانه بهشتے شگرف — گشته بصنعت زرِ بے صرفه صرف
بر سر هر کو ز بزرگان صفے — در رف[4] هر خانه نهان زرفے

---

[1] یغما بمعنی ملک و بمعنی غارت - هر دو موزون هستند ۱۲ [2] طائف طواف کننده و نیز شهری ست در عرب ۱۲
[3] خطا بمعنی غلطی و نیز نام ملک در شعر هر دو معنی درست ست ۱۲ [4] طاق که در پهلوے دروازه سازند ۱۲

مردمِ یکخانه و صد خرّمی | خانهٔ یک مردم و صد مردمی

صفتِ مسجدِ جامع که چنان ست درو
شجرهٔ طیبه هر سوئے چو طوبی الجنان

مسجدِ او جامعِ فیضِ اله | زمزمهٔ خطبهٔ او تا بماه
بر سرِ نه تخت گرفته شهی | منبرش از خطبهٔ بیت اللهی
آمده در روے ز سپهرِ کبود | فیض بیک خواندنِ قرآں فزود
غلغلِ تسبیح بگنبد درون | رفته ز نه گنبدِ والا برون
گنبدِ او سلسله پیوندِ راز | سلسله چون کعبه شده حلقه ساز
خوانده امم کعبهٔ دینِ خودش | پیش نشسته حجر الاسودش
بندهٔ سنگش دُر و لعل و عقیق | زو همه آزادیِ بیت العتیق
هر که سعادت بودش رهنمائے | بر درِ او سر نهد آنگاه پائے
در تهِ سقفش ز سما تا زمیں | نصب شده جمله ستونہائے دیں
قامتِ خود کرده موذّن دراز | داده اقامت بہ ستونِ نماز

صفتِ شکلِ مناره که ز رفعت سنگش
از پئے خنجرِ خورشید شده سنگ فشان

شکلِ مناره چو ستونے ز سنگ | از پئے سقفِ فلکِ شیشه رنگ

سقفِ سما گر کہنی شد نگوں — درتہِ او داشتہ سنگیں ستوں
تا سرش از اوج بگردوں نشافت — گنبدِ بے سنگِ فلک سنگ یافت
آنکہ ز زر بر سرش افسر شدہ است — سنگ ز نزدیکیِ خور زر شدہ است
سنگِ وے از بس کہ بخورشید سوُد — ز و زرِ خورشید عیاری نمود
سنجرِ سنگیں کہ ستونِ سپہر — آمدہ از مہر شدہ ہم بمہر
گر نہ حرف شد فلکِ شیشہ ساز — از چہ بر آں سنگ بود شیشہ باز
دیدنِ او را کلہ افگندہ ماہ — بلکہ فتادش گہِ دیدن کلاہ
ماہ نخسپید ہمہ شب تا سحر — کز سرِ سختش خلہ دارد بسر
زاں خلہ ہر بار کہ در ابر داد — برق ز جا جست و دگر جا فتاد
شد چو بلند از شرفِ نفسِ خویش — زد ز بلندی بحق چرخ نیش
بر فلکش سایہ طرف بر طرف — تا فلکش پایہ شرف بر شرف
از پئے بر رفتنِ ہفت آسماں — کرد زمیں تا بفلک نردباں
گرد سرش کرد موذن چو گشت — قامتش از مسجدِ عیسی[1] گزشت
موذنش[2] آنجا کہ اقامت کشید — قامتِ موذنِ نتوا ند رسید
مسجدِ جامع ز دروں چوں بہشت — حوض ز بیروں شدہ کوثر سرشت

---

[1] بیت المقدس ۱۲

[2] موذن ظرف از اذان یعنی مکبّرہ کہ موذن براں ایستادہ اذاں می گوید ۱۲

صفتِ حوض کہ در قالبِ سنگیں گوئی
ریختہ دستِ ملک ز آب خضر صوتِ جاں

در کمرِ سنگ میانِ دو کوه / آب گہر صفوت و دریا شکوه

ساختہ سلطانِ سکندر صفات / در رسدِ کوه آئینہ ز آبِ حیات

تا خضر آبِ خوشِ او نوش کرد / آبِ خوشِ چشمہ فراموش کرد

شہر گر از وے نبود آب کش / کس نخورد در ہمہ شہر آبِ خوش

آب کہ علّت ز برائے تری ست / تری آں آب ز علت بری ست

در نخورد آبِ وے اندر زمیں / کے بزمیں[1] در خورد آبے چنیں

در تہِ آبش ز صفا ریگِ خرد[2] / کور تواند بہ دلِ شب شمرد

موجِ بلندش کہ رسد تا بماه / باز دہد آب بابرِ سیاه

سیلِ وے آہنگ بکہسار کرد / کوه بتر دامنے اقرار کرد

چوں مد و جزرش ز نشیب و فراز / ز آب ز کوه آمده رفتہ باز

چوتره و قصرِ بلندش در آب / گشت ازاں ساغرِ صافی حباب

رود بسے زو شده تا آبِ جون[3] / جوں ز پے آب از و جستہ عون

---

[1] یعنی آب آں حوض در زمیں نمیرود زیرا کہ زمیں لایق ایں آب محترم نیست ۱۲

[2] یعنی ریگِ آب او چناں مصفاست کہ کور ہم در میانہ شب ذرہائے او را میتواند شمرد ۱۲

[3] جون دریائے جمن ۱۲

مرغ بہر رودِ وے اندر سرود   رقص کناں ماہی از آوازِ رود
شیشہ گری[۱] کرد بر آبش حباب   شیشۂ خالی و جہاں پُر گلاب
باد کہ بر روے خطِ زیبا نوشت   نسخۂ ماہیتِ دریا نوشت
عمق درو کار بجائے کشید   کز تہِ او گشتہ زمیں ناپدید
رفت زمیں را چو حجاب از میاں   گشت پدیدار تہِ آب آسماں
نیم فلک ہست بزیرِ زمیں   چوں تہش نیست زمیں آں ہمیں
بسکہ زمیں رفت بہمراہیش   گاوِ زمیں شد خورشِ ماہیش
حوض نگویم کہ جہانے ز نور   نور کزو دیدۂ بد باد دور
گردِ وے از اہلِ تماشا گروہ   دامنِ خیمہ شدہ دامانِ کوہ
نادرہ شہرے کہ بجدّش دروں   نادرہ تر زینساں بُود از حد بروں
شہر نہ بل بحرِ عجائب نما   بحر وے گشت بکوہ آشنا
زاں بہ دلِ کوہ گرفتہ قرار   تا کند اقلیمِ عدو سنگسار
تا بدو فرسنگ بہ پیرامنش   روضۂ باغ و چمنِ گلشنش
تا فلک از جون بدو داد آب   دجلہ رواں برد ببغداد آب
ہر کہ دریں ملک دمے آب خورد   گشت دل از آبِ خراسانش سرد
بسکہ خنک دید خراساں سپہر   گشت ہمہ سال برو سرد مہر

---

[۱] شیشہ گری فریب دہی ۱۲

گرچه درین ملک هوا هست گرم | از خنکیهائے خراسان چه شرم
مهرِ فلک گرم شد اندرو فاش | گرم ازان گشت جهان را هواش
گل همه ساله بچمن خوش نسیم | خاک ز گلها شده پر زر و سیم
تری صد گونه بصد برگِ تر | کوزهٔ هر خاک پر آبے دگر
خطِ ترِ سبزه بصحرا و کشت | نسخه گرفته ز سوادِ بهشت
میوه ز هند و ز خراسان بسے | زانچه نخورده بخراسان کسے
مردمِ او جمله فرشته سرشت | خوش دل و خوش خوے چو اهلِ بهشت
هر همه نزدیکِ دل و گرم خون | رفته چو جان در تنِ مردم درون
هر سرِ مو بر تنِ ایشان هنر | وآمده در موئے شگافی بسر
هرچه ز صنعت بهمه عالم است | هست در ایشان و زیادت هم است
وز رقم هرچه برآرد علم | وآنچه نگنجد بزبانِ قلم
بیشتر از علم و ادب بهره مند | واهلِ سخن خود که شمارد که چند
هر طرفے سحر زبانے نو است | ریزه چینِ کمترِ شان خسرو است
چون ز سخن بگذری آهنگ و ساز | نغمهٔ مرغانِ بریشم نواز
زخمه زنانے که بگاهِ سرود | از رگِ ناهید بتابند رود
واز هنر نیزه و پیکان و تیر | هر که درآید بنظر بے نظیر
لشکرِ مانی همه لشکر شکن | گاهِ وغا غازیِ کافر شکن

پنج ہزار از ملکِ نامدار — لشکرِ شاں بیشتر از صد ہزار
کوکبہ زینگونہ کواکب عدد — کانجمنِ چرخ برد زاں مدد
بر سرِ شاں شاہِ جواں بختِ راد — تاجور و پاک گہر کیقباد
کرد چو در ششصد و ہشتاد و شش — بر سرِ خود تاجِ جدِ خویش خوش
ضبط چناں کرد جہاں را زداد — کز کے و جمشید نکردند یاد
گنج برانگونہ بصحرا فگند — کز کرم آوازہ بدریا فگند
مرتبۂ عدل چناں بیش گشت — کاتش و خاشاک بہم خویش گشت
بسکہ جہانے بزر اندودہ شد — لشکر و شہری ہمہ آسودہ شد
گرم شد آوازہ بگردِ جہاں — جزیہ بدرگاہ رسید از شہاں
لرزہ در افتاد بر ایانِ ہند — از حدِ لکھنوتی تا آبِ سند
رفت خبر بر سرِ مشرق پناہ — ناصرِ دیں وارثِ ایں تختگاہ
کافسرِ او را پسر انباز گشت — واں شرف از وے بہ پسر باز گشت
گرچہ بخود راہ نداد ایں غبار — عاقبتش بود تغیر بکار
چتر ببر کرد و علم بر کشید — ساختۂ کیں شد و لشکر کشید
لشکرِ مشرق ز عوض تا بہ بنگ — چیرہ دل و خیرہ کش و تیز جنگ
اودھ ۱۲ — بنگالہ ۱۲
ترکِ خدنگ افگن و سنداں گزا — ہر ہمہ شیر افگن و اژدر شکار
تاجکِ[۱] گردن کش و لشکر شکن — بیشتری نیزہ ور و تیغ زن

---

۱ تاجک نام قوم غیر عرب کہ بسیار جری مے باشد ۱۲

راوتِ[1] زوبین زن و خار اشگاف | پشت بپشت از پئے روئے مصاف
خشت[2] زنانے کہ گہِ آزمون | خشت نشانند بسنگ اندرون
پایک بازی گر و موزون خرام | دادہ ببازی سرِ خود بہ نام
پیلِ گراں سنگ سُبک ایستاد | تند چو ابرے کہ رود روزِ باد
بحر رواں لشکرِ دریا نورد | موج زنان آب زہ مردانِ مرد
ساختہ جنگ سپاہے چنیں | گشتہ رواں در پئے شاہے چنیں
تند چو باد آمد ازاں خارخار | از پئے گلگشت بسوئے بہار
راند ازاں جا بعوض بادپائے | بادہمی ماند ز بس سیرش بجائے
در عوض آمد کمرِ کینہ چست | خطبۂ خود کرد بد آنجا درست
شہرِ عوض راہم ازان دستبرد | غارت ترکانش بیغما سپرد
زین طرف آگاہ نہ فرزندِ شاہ | کز پئے او راند سپہ در سپاہ
نوش ہمی کرد مے از جامِ مہر | بے خبر از گردشِ دورِ سپہر
دورِ خوشی باد مدام از میش | ساغرِ مقصود مے اندر پیش
از طرفِ چنگ بہنگامِ نوش | این غزلش جائے گرفتہ بگوش

غزل

اے دہلی و اے بتاں سادہ | پگ بستہ و ریشہ کج نہادہ

---

[1] راوت قومےست در ہند کہ آں را راجپوت گویند۔ زوبین نیزۂ کوچک ۱۲ [2] نوعے از شمشیر ۱۲

خون خوردنِ شان باشکارست | گرچه نهان خورند باده
فرمان نبرند از انکه هستند | از غایتِ نازِ خود مراده[1]
نزدیکِ دل آنچنانکه جان را | بر داشته گوشه نهاده
جائے که بره کنند گل گشت | در کوچه دمد گلِ پیاده
آسیبِ صبا رسید بر دوش | دستارچه بر زمین فتاده
شان در ره و عاشقان بدنبال | خوناب ز دیده ها کشاده
ایشان همه بادِ حسن در سر | وانها همه دل بباد داده
خورشید پرست شد مسلمان | زین هندوکانِ شوخ و ساده
کردند مرا خراب و سرمست | این مغبچگان تاک[2] زاده
بربسته شان بموئے مرغول | خنجر و چو سگیست در قلاده

صفتِ فصلِ دے و سردیِ مہر شہِ شرق
و آمدن تیغ کشیده زپئے ضبطِ جہان

شاهِ فلک چون بکمان دست برد | تیرمه[3] اقلیم بسرما سپرد
گشت چو کیخانه کمانِ سپهر | داد سپهر آتشِ تیرش زمهر
قوس همی گشت نمی ایستاد | زان فلکش آتشِ خورشید داد

---

[1] مراده سرکش ۱۲ [2] تاک نے قوم ٹانک ۱۲ [3] تیرمه و تیرماه بلقب پارسیان مدت ماندن آفتاب در برج سرطان و خریف را نیز گویند ۱۲

بسکه ز خورشید شد آتش نشین — گشت همه خانهٔ[1] قوس آتشین

زالِ جهان چرخ زدن کرد ساز — داد بشب رشته بغایت دراز

رشته ز تطویلِ همه خورد پیچ — نامده تقصیرِ درازیش هیچ

بنده بسے دید که شب کم نگشت — گرچه که بر شب مه کامل گزشت

گم شده روز از شبِ بے منتها — خواند همی از پئے خود والضحیٰ

روز چنان تنگ مجال آمده — کش بگهِ چاشت زوال آمده

خنجرِ خور یک نقط از خطِ شب — کرد حک و روز نهادش لقب

بستنِ یخ بود بهر بوستان — گرچه شد برف بهندوستان

از عملِ عالمِ پر انقلاب — نقرهٔ خالص شده سیماب آب

داشت چمن بادِ دیوانه جنگ — جوئے همی داد دیوانه سنگ

آب ز آهن شده زنجیر تاب — بلک ز آهن شده زنجیرِ آب

هر که در سلسله کاری نشست — سلسلهٔ گم شد و دیوانه جست

چشمه ز بے سنگیِ خود می شتافت — گشت گران سنگ ز سنگی که یافت

آب که صد شیشه بسوئے زدست — سنگ شد و شیشهٔ خود را شکست

بسته جهان بندِ مسلسل بر آب — داد کلیدش بکفِ آفتاب

قطره که از ابر چکان بر هوا — مهرهٔ بلور شده در هوا

---

[1] برج قوس مزاج گرم خشک دارد لے نقطه آتشین ست ۱۲

بسته هوا بر دلِ آب از عمل | عقدهٔ مشکل که نمی گشت حل
سکهٔ دے کرده بضربِ کیاں | نقره فزوں در درمِ ماهیاں
باد که بر آب همی زد قلم | آب چو شد تخته بماند از رقم
گر پئے دیوانه جنوں در گرفت | باد ز آب ارچه رقم بر گرفت
دانه بعهدے که نرست از گیا | آب شد از گردشِ دورِ آسیا
گشته غدیر از تهِ بط نقره سائے | زو بطِ زر پائے شده نقره پائے
حوض که دورش به تسلسل نشست | دورِ پئے از نقشِ تسلسل نجست
چونکه شمر[1] سلسله در پا فگند | کرد هوا سلسله را تخته بند
آبِ رواں شد گرهِ ناکشاد | روئے زمیں آخرِ سنگیش داد

صفتِ آتش و آں گرم رویهاش بدی
که شب و روز بود شمعِ دل و میوهٔ جاں

آتش از انجا که بدل جائے کرد | دود[2] برآمد ز نفسهائے سرد
گرچه زبر دستِ عناصر نشست | گشت بسرما همه را زیر دست
بسکه جهاں سوزی و گرمی نمود | چوب چناں خورد که برخاست دود
دود کزو سوخته در زلف و تاب | بر شده بر ابر بامیدِ آب

---

[1] شمر بفتحتین حوض خورد یعنی از کثرت برف حوض منجمد بود و هوا سلسلهٔ موج را تخته بند کرده بود ۱۲

[2] دود برآمدن هلاک شدن ۱۲

در همه تدبیر شده پخته کار خلق و جهاں گشت از و پخته خوار
پخته بسے گشته از و دیگ مرد دیگ بسے پخته و لے خود نخورد
گاه بهر خانه وطن ساخته گاه بسے خانه براند اخته
بسکه زباں آوری آموخته جمله جہاں را بزباں سوخته
تیغ زباں را چو گرفته بدست روئے از و تافته هر کس که هست
ذرّهٔ او سوئے هوا در شتاب ذرّه که گردیدے آفتاب
تیز چو شد خنجر آں گرم خوے پشت ندیدش کس از و هیچ روے
گاه گل شمع شده در ضیا گاه شده فاکهة [1] فی الشتاء
هندو از و سوزش تن دید سود پیشترش گرچه پرستش نمود
هر که شد از دون خدا قبله ساز سوخته گردد هم ازاں قبله باز
آب که زو جوشش بسیار دید کشتن او مصلحت کار دید
کرّهٔ ناری نسب و نامدار گام نزد تا نشدش باد یار
کرّه که چوں باد روانه شده گاه شدن خانه بخانه شده
کرّه که هر بار طبق پخته کرد سوخته شد دم بدم و چوب خورد
لیک اگر جست بروں ناگهاں گرم چو خورشید گرفته جهاں
بس که در و یافت لطافت اثر نامده کیفیت او در نظر

---

[1] درحدیث آمده است النّار فاکهة فی الشتاء یعنی آتش میوه است در سرما ۱۲

شمع اگر کشته شد و او داد جان | زنده نشد تا که نداد او زبان
نور چراغی که بشب داشت پاس | گشته بهر خانه از و روشناس
سود کلاه بهیش سر سیاه | کوز دخان یافت کلاه سیاه
هر که دمی زو شده عیسی قدم | زنده کنان آتش مرده بدم
شعله کشان از سر آتش زبان | شقه بهر پشت شده پشتبان
خلق ز پیش آتش و پنبه ز پس | خود بمیان مانده چنین دید کس
هر که ز پوشش مه دیبت یافت | روی خود از آتش خورشید تافت
پوشش شاهانه خز و آب رز | خاصه که پوشش ایام خز
سیمبران بسته بگاه سلب | گردن[۱] مه را بدوال قصب
آب تنک شد ز تری بهر آن | تا بگلو یار مرا هم زبان
لرزه کنان بر تن خوبان حریر | چون گل نسرین بلب آب گیر (حوض ۱۲)
پیرهن از پشت بتان چو ماه | شعر سیه در ته جعد سیاه
تار بباریکی مو تافته | بافته و شعر لقب یافته
تن ز کتان در لت و با لرزه بار | لت که کند بر تن خود اختیار
شقه دیبا بر زیبا شده | سیم بران صورت دیبا شده
اطلس رنگین که ز خون آمده | آتشی از دود برون آمده

---

۱ یعنی گردن خود را از گلوبند بسته بودند از مه مراد چهره است ۱۲

در همه تدبیر شده پخت کار — خلق و جهاں گشت ازو پخته خوار

پخته بسے گشته ازو دیگِ مرد — دیگ بسے پخته ولے خود نخورد

گاه بهر خانه وطن ساخته — گاه بسے خانه برانداخته

بسکه زباں آوری آموخته — جمله جهاں را بزباں سوخته

تیغِ زباں را چو گرفته بدست — روئے ازو تافته هر کس که هست

ذرّهٔ او سوئے هوا در شتاب — ذرّه که گردد بدمد آفتاب

تیز چو شد خنجرِ آں گرم خوے — پشت ندیدش کس ازو هیچ روے

گاه گلِ شمع شده در ضیا — گاه شده فاکهةٌ فی الشّتاء [۱]

هندو ازو سوزشِ تن دید سود — پیشترش گرچه پرستش نمود

هر که شد از دونِ خدا قبله سائے — سوخته گردد هم ازاں قبله پائے

آب که زو جوششِ بسیار دید — کُشتنِ او مصلحتِ کار دید

کُرّهٔ ناری نسب و نامدار — گام نزد تا نشدش بادیار

کُرّه که چوں باد روانه شده — گاه شدن خانه بخانه شده

کُرّه که هر بار طبق پخته کرد — سوخته شد دم بدم و چوب خورد

لیک اگر جست بروں ناگهاں — گرم چو خورشید گرفته جهاں

بس که درو یافت لطافت اثر — نامده کیفیتِ او در نظر

---

۱ در حدیث آمده است النّار فاکهة فی الشّتاء یعنی آتش میوه است در سرما ۱۲

شمع اگر کشته شد و او داد جان — زنده نشد تا که نداد او زبان

نور چراغی که بشب داشت پاس — گشته بهر خانه ازو روشناس

سود کلاهِ سیهش سر بماه — کو ز دخان یافت کلاهِ سیاه

هر که دمی زو شده عیسی قدم — زنده کنان آتشِ مرده بدم

شعله کشان از سرِ آتش زبان — شُقّه بهر پشت شده پشتبان

خلق زبیم آتش و پنبه زپس — خود بمیان مانده چنین دید کس

هر که ز پوشش مددِ پشت یافت — رشتهٔ خود از آتشِ خورشید تافت

پوششِ شاهانه خز و آبِ رز — خاصه که پوششِ ایّامِ خز

سیمبران بسته بگاهِ سلب — گردنِ[1] مه را بدوالِ قصب

آب تنک شد ز تری بهرِ مال — تا بگلو یار مرا همزبان

لرزه کنان بر تنِ خوبان حریر — چون گلِ نسرین بلبِ آبگیر

پیرهن از پشت بتانِ چو ماه — شعرِ سیه در تهٔ جعدِ سیاه

تار ببار یکی مو تافته — بافته و شعر لقب یافته

تن ز کتان در لت و یا لرزه بار — لت که کند بر تنِ خود اختیار

شقّهٔ دیبا بر زیبا شده — سیم بران صورتِ دیبا شده

اطلسِ رنگین که ز خون آمده — آتشی از دود برون آمده

---

[1] یعنی گردن خود را از گلوبند بسته بودند از مه مراد چهره است ۱۲

قرطه شده بر تن چون سیم ناب — غرقهٔ خون گشته از و آفتاب

در کله شده قند زمقیم — خاسته مو بر تن قند ز بیم

قاقم انگشت نما پشت دست — بر دهن وی زد و بر هم شکست

رقت بقاقم بت سنجاب سای — موی زقاقم نخلیدش بپای

شانه بران مو چو زبان آوران — رفت و بلغزید زبانش دران

شانه زده موی سر نا بافته — شانه ز پشت ملکان یافته

زانو هی مو گره مو نخاست — کز گره موی ز پهلو نخاست

از همه پیوند و روئی سمور — از دم سنجاب ملی گشت دور

سوزن مو سینه شده حله توز — موی تنگاتی شده موئینه دوز

دست کشیده همه در آستین — کرده مه وی همه را پوستین

موی بمو مفلس موئینه دوست — گرگ تنگالے شده در زیر پوست

قاقم و سنجاب بمنعم رسان — برد گلیمے بسر مفلسان

برد خطی و قلمی دم بدم — کرده بهم دعوی خط و قلم

بس که خطی در هنر خط فزود — هیچ کس بسیار بکاغذ نمود

از خط او هیچ کژی بر نخاست — کش نئے چو لہ بقلم کرد راست

وان قلمے زان خط نو بافته — داغ خطا بر سر خط یافته

زیر گلیمے شده هر کس مقیم — آمده مردان همه زیر گلیم

هر که بشب کرد گلیمی فراز   کرده باندازهٔ آن پا دراز

وانکه زاندازه برون برد پای   سردی ایّام نمودش سزای

این شده پشمین ز گلیمِ درشت   شقّه شده او ز پی پنبه پشت[۱]

گشته هم پنبه و پشم آشنا   گرچه بود پشم ز پنبه جدا

دکدکِ دندانِ برهنه تناں   چون شغبِ بربط و چوبک زناں

گرم شده از بدِ جامه مرد   مردمِ بی جامه بجا گشت سرد[۲]

بو که ز سرماش رهاند خدای   لرزه گرفته همه را دست و پای

زانوی مردم بشکم در شده   آئینه و شانه برابر شده

دست بکش[۳] مردمِ مفلس زباد   کش خنکی دست کشیدن نداد

هر که طلب کرد ز خورشید تاب   گرم روی کرد برو آفتاب

تافت جهان رشتهٔ صبح از سپهر   دوخت پی جبهٔ[۴] مسکین ز مهر

مهر نما چرخ بهر مهر جوی   هم ز پیِ پشت هم از پیش روی

بس که شده پرتش خورشید گرم   پشت بدو داد همه کس ز شرم

شنبه چنین وقت بر آهنگ می   رخش طرب کرده روان پی بپی

باده همی خورد و همی خورد غم   عیش همی کرد و همی کرد کم

---

۱ ازبیارے پنبہ پشت ایشاں پنبہ شد گویا کہ پشت ایشاں عین پنبہ شدہ بود ۱۲ ۲ یعنی ہلاک شد ۱۲

۳ مفلس دستہا دربغل خود کردہ بود زیراکہ سردی اورا اجازت دست از بغل کشیدن نمیداد ۱۲

۴ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الشمس جبۃ المساکین ۱۲

ریختہ ساقی مے رنگیں بجام　　　می زلبِ شاہ رسیدہ بکام
در حرز و دیبا ہمہ دیوارِ قصر　　　صورتِ دیبا شدہ شاہانِ عصر
تاجوراں غرقۂ دُر تا بسر　　　منطقہ بنداں بگہر تا کمر
محرمِ خلوت شدہ خاصانِ شاہ　　　خرگہِ خورشید شدہ پُر زماہ
عیشِ مدام آمدہ فرزانہ را　　　دَورِ نشاط آمدہ پیمانہ را
ہر ہمہ را سر خوشیِ از شراب　　　دوست شدہ سرخوش و دشمن خراب
امن پدید آمدہ در چار سوے　　　فتنہ ز ہر شہر و دہے کردہ روے
چرخ ز بیدادِ عناں تافتہ　　　مملکت از ظلم اماں یافتہ
ضبط شدہ روئے زمین زیرِ تیغ　　　ہمچو غبارِ زمیں از آبِ تیغ
خنجرِ شہ قطرۂ آبے شمار　　　قطرہ کہ بنشاند زمیں را غبار
تا کہ از انجا کہ جہانے جہانست　　　قاعدۂ دولتِ شاہنشانست
گرم شد آوازہ کہ خورشیدِ شرق　　　تافتہ شد بر خطِ مغرب چو برق
ناصرِ دنیا شہِ کشور کشاے　　　تیغ بر آورد بکیں کردرائے
راند ز لکھنوتی و دریاے ہند　　　تا سپہش گرد بر آرد ز سند
بیں کہ سپہرش چہ تمنا نمود　　　کاب فرو میل بہ بالا نمود
قوتِ سیلے بنود تا برود　　　آب بہ بالا نرود از فرود
سوئے سوادِ او دھ آمد چو باد　　　گرد حک از خنجرِ تیز آں سواد

چند هزار ارشش ز سواران کار — تیغ زن و کینه کش و نامدار

هر همه یکدل شده کز دست برد — جان بسپارند بگاه سپرد

نیزه ورانی بسنان در مصاف — در شب تار از سر کین موشگاف

پایک یازنده برون از قیاس — پردل و خالی دل شان از هراس

بر سر خود تیغ بسازی کشان — یافته بازی اجل از تیغ شان

اطلس خون داده ز شمشیر کین — جامگی زرد قبایان چین

بیلک[۱] ترکان شکاری شکر — دم بدم آلایش خون جگر

کشتن گاومیش بدشت فراخ — در کف شان داد کمانهای شاخ

پیش کمان شان شکم گاومیش — زخم بسینه خورده هم از شاخ خویش[۲]

بحر روان تیز ز غایت برون — آمد و نامد بنهایت درون

قصر روانی چو سپهر ارجمند — از قدم شاه شده سربلند

تن ز نهنگیش فزون آمده — وز دهن مار برون آمده

لاهره زین بارگه سرفراز — چار طرف کرده در خویش باز

بتوه یکی خانه عمارت برآب — تا شده از آب عمارت خراب

لوریچه ماهی دم در هوا — ماهی چو بین و بآب آشنا

چند صف آراسته پیلان مست — روی زمین در ته پا کرده پست

---

۱ بیلک نوعی از تیر و شکر مخفف شکره که جانوری ست شکاری ۱۲

۲ شاخ خویش. کمان که از شاخ گاومیش ساخته بودند ۱۲

هر یک ازاں پیل حصاری زعاج   بستہ ز آفاق بدنداں خراج
حملہ چو برکوہ برند از ستیز   کوہ قیامت کند اندر گریز
خشکی و تری ہمہ لشکر رواں   از شہ و خان و ملک و خسرواں
در بر و بحر از سپہ خشمناک   غلغلہ در بحر و تزلزل بخاک
ہفت اقلیم ازیں گونہ برآراستہ   تیغ شدہ خوں زمیان خاستہ
آمدہ اقصائے او دہ در گرفت   وازہمہ اقلیم سراسر گرفت
نیست شب و روز جز اینش سخن   کایں منم اسکندرِ دارا شکن
گر پدرم رفت جہانباں منم   وارثِ اکلیل سلیماں منم
تا سرِ من در خورِ افسر بود   سر کہ نہد تاج کرا سر بود
ہر کہ ز دعویِ من آید بقیل   سر کشمش چوں دبہ در پائے پیل
مردمک دیدۂ من کیقباد   کافسرِ جد فرِ بزرگیش داد
گوہرش از نسبتِ من روشن ست   کاں گہر از مہرۂ پشتِ من ست
گرچہ جہانگیر شد و تاجدار   نیست جہاندیدہ تر از من بکار
تختِ پدر گرچہ بپائے من ست   ہر ہمہ دانند کہ جائے من ست
جائے خود از بخت بود رہنمائے   تا نہ ستانم نہ نشینم ز پائے
مہرِ غیاثے کہ بدیں سکہ گشت   از خطِ نامم نتواند گزشت
حاصلِ ایں حادثہ کامد پدر   شاہِ جہاں یافت پیاپے خبر

کرد اشارت کہ دلیرانِ رزم | ساختہ دارند ہمہ سازِ عزم
گفت بخازن کہ ندارد نگاہ | سیم قراری[1] ز قرارات خواہ
خرج و قرارات بہم ضم کنند | کارِ حشم زین دو فراہم کنند
خازنِ شہ کرد درِ گنج باز | گشت حشم ہمہ بدرم دل نواز
گشت چو لشکر ز زر آراستہ | یافت بسے خواستہ ناخواستہ
بیدرمی شد ز کفِ مرد سلب | گشت درم از سر و پا مرد قلب
نامہ فرستاد بہر کشورے | خواند ز ہر شہر و ولایت سرے
جمع شدند از امرائے دیار | از شہ و خان و ملکِ شہریار
تیغ زنانِ ہمہ اقلیمِ ہند | نیزہ گزارانِ نواحی سند
عرضہ طلب کرد شہِ سرفراز | خامہ سر مجبرہ را کردہ باز
در قلم آمد زِ یل و پہلواں | یک لکہ آراستہ بر گستواں
مردم و یک اسپ بکارے نبود | یا یک و افغاں قبتارے نبود
لشکرِ این مہر ستارہ سوار | باد چو ذراتِ ہوا بے شمار
چاکرِ او گشتہ سکندر بر زم | ساقیِ او خضر بہنگامِ بزم
بندہ ز بادش ہمہ حال شاد | وین غزل از حالِ منش داد یاد

غزل

شد ہوا سرد کنوں آتش و خرگاہ کجاست | بادۂ روشن و رخسارۂ دلخواہ کجاست

---

[1] سیم قراری مشاہرہ مقرّرہ و قرارات خواہ سپاہی ۱۲

روشن اینک دل وے گریۂ خونیں تنِ من | خرگہِ گرم وے ماہِ بحسرگاہ کجاست
وے ہمی رفت و زبس دیدہ کہ غلطید بخاک | گفت یارب کہ کجا پاے نہم راہ کجاست
ہر شب اے دیدہ کہ بر چرخ ستارہ شمری | جانِ من عزمِ سفر کردہ بگو ماہ کجاست
ماہِ من کور شد ایں دیدہ ز بیداریِ شب | آخر از زلف بپرسی کہ سحرگاہ کجاست
گفتی از طرۂ کوتہ شبِ تو روز کنم | اے بریدہ سرِ آں طرۂ کوتاہ کجاست
من برانم ز زنخدانت کہ در چہ افتم | یکزماں ترک[1] زنخ گیر و بگو چاہ کجاست
پیش ازیں کردمی از آہ دلِ خود حالی | دل کرا ماند کنوں طاقتِ آں آہ کجاست
عزمِ حج دارد خسرو زپئے توبہ عشق | توشۂ اینک غمِ دل بارگہِ شاہ کجاست

جنبشِ شاہ ز دہلی زپئے کینِ پدر
گشتن آغازِ غبار و شدنِ مہر نہاں

روز دوشنبہ بگہِ چاشتگاہ | در مہ ذی الحجہ بپایانِ ماہ
رایتِ منصور ببالا کشید | ماہ علم سر بثریا کشید
شاہ شد از خانۂ دولت سوار | خانۂ دولت شد ازو بختیار
کوکبۂ چوں فلک آراستہ | ماہِ علم تا بفلک خاستہ
صف شکناں صف زدہ در پیشِ شاہ | انجمنے ساختہ بر گردِ ماہ

۱؎ ترک زنخ عبارت از ترک گفت ۱۲

زان صف انجم که مهیا شده | مه بشرف گاه ثریا شده
نور علمها که بگیهان گرفت | آتشِ گوئی به نیستان گرفت
خواست که افتد بزمین چرخ پیر (برق نیزه) | لیک شدش چوب علم دستگیر
پرچم بیرق که بگردون رسید | در رخِ مه گرد محاسن پدید
از شغبِ کوس دمے کاندر دست | گاو زمین را خلل آورد پوست
دمدمهٔ کاسه بآوازِ خوش | کوس زده با فلک کاسه وش
تیره که بر چرخ سر افراخته | تیر فلک خانه نئے ساخته
بسکه زمین شد ز علم سایه دار | ماند چو سایه[۱] زدگان بیقرار (عطارد)
هیکلِ فیلان بزمین خم فگند | زلزله در عرصهٔ عالم فگند
زان همه دندان که بلا سنج بود | روئے زمین رقعهٔ شطرنج بود
از حشم و پیل دران پیل مال | حشرِ جسد ثابت و سیر جبال
جنبش اسپ از سم خارا شگاف | لرزه در افگند زمین را بناف
از روش اسپ بگام فراخ | گاو زمین را شده سر شاخ شاخ
واز اثرِ نعل بصحرا تمام | خاک پر از نون[۲] شده و عین و لام
هر یک ازان کوه تنان چو پیل | رقص همی کرد ببانگِ صهیل[۳]
گرد سواران که بخورشید جست | قطره بر چشمهٔ خورشید بست

---

۱ سایهٔ جن و پری وغیره ۱۲ ۲ یعنی از نعل اسپان بر زمین نشانهائے نون و عین و لام بود صنعت این است که در نعل همین سه حرف ست ۱۲ ۳ صهیل آواز اسپ ۱۲

بلک ازاں گرد سر افراشته — چشمۀ خورشید شد انباشته
نے خود ازاں گرد کہ برشد بمہر — گشت[1] جزیرہ بمحیطِ سپہر
شاہ براں سوئے چو کشتی براند — کشتیِ ماہ آمدہ بر خشک ماند
شاہ فلک رفعت و خورشید تاب — زیرِ علم چوں بشفق آفتاب
گرد رہش کاں ببصر شد دلیل — سرمۀ ہر چشم شدہ چند میل
گردِ وے از خاصگیان و سراں — موج چو دریا زدہ از ہر کراں
موئے شگافاں بکماں بستہ زہ — زہ زدہ ابروئے کماں را گرہ
ترکش پُر تیر کمر بستہ تنگ — شیر نیستاں شدہ از بہرِ جنگ
پیشِ رکاب از روشِ تیغِ تیز — سوئے عدم کردہ سلامت گریز
گردنِ از ہیبتِ تیغِ یلاں — نے بزمیں بود و نہ بر آسماں
تیغِ برہنہ کہ بپوشید دشت — برہنہ راہیں کہ چہ پوشندہ گشت
تیغ نہ بلک آتشِ پولاد خیز — بر دلِ سنگینِ عدو گشتہ تیز
تیز زباں ہندیِ سر درمیاں — طرفہ بود تیزیِ ہندی زباں
گرد بگردِ سرِ والا گہر — حصنِ یلارک شدہ سرتا بسر
در صفتِ تیغ آں تنِ آراستہ — چوں گلے از سوسنِ تر خاستہ
پیش سپہ روشنیِ دورباش — داد جگر گاہِ عدو را خراش

---

[1] یعنی گرد دریاے فلک از گرد سم اسپاں جزیرہ (ٹاپو) پیدا شد ۱۲

زیر علم آں شہ خورشید تاب — بود یکے سایۂ و صد آفتاب
لشکر انبوہ بہم بستہ صف — غرق عرق گشتہ سواراں ز تف
کوکبۂ زیں نمط انجم[۱] شمار — رفت بروں با علم شہریار
نصب شد اعلام مبارک اصول — گرد سراپردہ بسیری[۲] نزول
دامن دہلیز[۳] بریشم طناب — بر شدہ زاں رشتہ ببام سحاب
میخ کہ شد دور تر از دامنش — رفت فرو در زمیں از سر زنش
بارگہ شاہ در آں بوستاں — روئے ظفر داشت بہندوستاں
چار ستوں بود بر رسم شہاں — در حرم دہلیز جہاں در جہاں
عز معز بینش بناکش نہاد — خانہ ز تربیع بہ تسدیس داد
بارگہی را دو ستوں رسم بود — شاہ یگانہ دو دگر در فزود
چار ستوں بارگہ عرش سائے — عرش دوم گشتہ بداں چار پائے
شیر سیہ شد ز سر بارگاہ — خانۂ خورشید گزرگاہ ماہ
از اثر ہیبت شاہ دلیر — لرزہ ہمی کرد ز ہر باد شیر
کوشک لعل و سیہ شد بلند — ہر یک ازاں سایہ بگردوں فگند
لعل چو آتش سیہش ہمچو دود — سوختہ زیں ہر دو سپہر کبود
ہر دو دو برج مہ و خورشید تاب — گرچہ بیک برج بود آفتاب

---

[۱] یعنی لشکر کثیر بعدد ستارگاں بود ۱۲ [۲] نام مقامی ۱۲ [۳] نوعیست از خیمہ ۱۲

خرگهِ زرّیں که در آمد مهش　　چنبرِ مه شد کمرِ خرگهش
بود چو داخل بنزرگی علم　　گشته پیاده ز شکوهش حشم
هر که درون زد قدمِ دلدلش　　راند به نیزهٔ علمِ داخلش
میمنه بر تلیسته زد یکسره (نام مقام ۱۲)　　بود میان اندبیسه میسره (چپ؛ نام مقام ۱۲)
پیلِ گراں سنگ بہاپور بود　　قلب چو دریاش درآمد بجود
پیش بہاپور بقدرِ سر میل　　سنگِ گراں سرمه شد از پای پیل
پایگهِ خاص بسیری رسید　　سبزهٔ تر بر سرِ سبزی رسید
خیمه ز هر سوے بیک پایے خاست　　چار وتد گشت بیک قطب راست
دائرهٔ خیمه چو پرکار گشت　　نقطهٔ خاکی بمیانش نشست
خیمه پر از گل چو گلستاں نمود　　وز گلِ او دشت چو بستاں نمود
دائرهٔ خیمه بسیری قطار　　ابر فرود آمده در مرغزار
بس که در آں گلشنِ مینونشاں　　شاه شد از ابرِ کرم دُر فشاں
هر که دریں سبزه نظر درگرفت　　قطره طلب کرد و گهر برگرفت
یک شبے آں جا بخوشی گام راند　　خور دمے روشن و گوهر فشاند
روزِ دگر صبح چو ضحاک شد　　مارِ سیه در شکمِ خاک شد
داورِ جمشید نسب کیقباد　　تاجِ کیاں بر سرِ والا نهاد
سرو جوانیش که شد میوه دار　　شاخِ کرم گشت و درآمد بهار

تختِ شہی کرد سلیماں پدید　　خلق چو موراں ز دو سو صف کشید
فرق نہادند سراں بر زمیں　　خاک شد از فرق سراں تاقِ چیں
خلقِ دو سو صفِ ادب ساز کرد　　بار یک آمد شدن آغاز کرد
یافتہ چوگانِ زر از دستِ شاہ　　حالِ کساں گفت دراں حال گاہ
حاجبِ خلقے چو دراں فتح باب　　گشت مشرف بشکوہِ جواب
رخش طلب کرد شہِ تاجور　　رفت ز یک تخت بہ تختِ دگر
خانۂ زیں منزلِ خورشید شد　　سرو ہمسایگیِ بید شد
عزم بروں کرد شکار افگناں　　بر دلِ خورشید غبار افگناں
روئے زمیں گشت پر از یوز و باز　　ہر ہمہ آہو کش و نخجیر ساز
اشکرہ را گشت ہمیں دستگاہ　　از ہنرِ خویش زبر دستِ شاہ
چوں ہنر از عیب فراواں شود　　مرغ زبر دستِ سلیماں شود
وائے بر آں آدمیِ بے خبر　　کو کم ازاں مرغ بود در ہنر
باز ز دستِ ملکاں می پرید　　چوں نہ پرد ہر کہ چناں جائے دید
خفت چو خرگوش بخوابِ دراز　　جست ز خواب از خلۂ چنگِ باز
سارو کلنگے کہ نوا می گرفت　　چرغ خود آں را بہوا می گرفت
مرغِ ہوا جملہ سیہ چشم[۲] برد　　صیدِ زمیں پیشِ سیہ گوش مرد

---

۲ سیہ چشم پرندۂ شکاری ست ۱۲

هرچه ز بالا و فرو رو نمود | ملکِ سیه چشم و سیه گوش بود
بود چو خورشید ولایت فروز | گشت کنان تا گهِ نیمِ روز
چشمهٔ خورشید چو شد گرم رو | گردشِ نو هوسِ شهرِ نو
رفت بکیلوکهرے دادِ عون | از مددِ دست چو دریا بجون
قصر شد از فرِّ شهی ارجمند | چون فلک از منزلتِ خور بلند

صفتِ قصرِ نو و شهرِ نو اندر لبِ آب
که بود عرصهٔ رفرف[1] چو رفِ آن ایوان

قصر نگویم که بهشتے فراخ | روفته طوبیٰ درِ او را بشاخ
با چمنِ هشت درش دریکے | با فلکِ هفت سرش سر یکے
بامِ سفیدش بفلک سوده سر | گرد بخورشید سفیدے ابر
پایه چو مهتاب ببامش نهاد | گشت[2] ز دوران به زمین اوفتاد
رفت درونِ درِ او آفتاب | وقف زمین کرد رخِ چرخ تاب
رفت صبا زان در و دیوار خس | گفت ندانم در و دیوارِ کس
ره بسوے روزنِ او جست ماه | هیچ ندادا و بسوے خویش راه
بانگ کشاده درِ او دم بدم | رفته بدربند و بدربر و انهم

مقام مقام

---

[1] رفرف بالش ها و بساط هاے گرانمایه و تختے که رسول صلعم را سوے خداے تعالیٰ در شبِ معراج برد۔ ورق طاق ۱۲
[2] یعنی از دوران سر برگردید و بر زمین اوفتاد ۱۲

بادِ بارش و جهان پستِ او　　قلعهٔ نُه در شده دربستِ او
از شرفِ پایهٔ او نرد بال　　پایهٔ سایه شده بر آسمان
کالبدِ چرخ بجنبش یکیست　　خشتِ زمین کالبدِ بیش نیست
آئینه گشته زگچ صافِ خشت　　دیدِ ورا صورتِ خود را بهشت
هرچه که در آئینه بیند جوان　　پیر دران خشت به بیند همان
هرچه که نقاش بیکسو کشید　　عکس بدیوارِ دگر شد پدید
نیست درو حاجتِ نقش از صفا　　بس که شد از عکسِ کسان رونما
نقش بلندش بهوا خامه اند　　تختهٔ سقفش بفلک باز خواند
دیدهٔ بد مردم از آن جای خوش　　تیر بسے خورده ز هر تیرکش
قطره بر آن بام نیفتاد تیز　　ابرِ گریزنده ز باران گریز
شکل ستونش بمقامِ ستاد　　قصر ارم را شده ذات العماد [چھجہ ۱۲]
گشت چو جاروب و خاکروب　　گرد ز سنجینش[۱] همه کس سرمه چوب
طرفه عروسی شده آراسته　　آئینه از آبِ روان خواسته
چون گرو گشت حبابے عیان　　قصر نمود از تهِ آبِ روان
همچو دو آئینه مقابل ز تاب　　آب درو عکس نما او در آب
عکسِ وی از مثل نیارد دگر　　گرچه که سر زیر کند یا زبر

---

۱ سیخ (تیلی) سرمه چوب　۱ے چوب سرمه یعنی سلائی ۱۲

طاق بلندش بفلک گشت جفت   حاصلِ او شد فلک اندر نهفت
کنگرِ طاقش بزبانِ دراز   پیشِ فلک گفت سخنهاے از
سنگِ سفیدش که شده برسپهر   آمده از مهر و شده همه مهر
یکطرفش آب و دگر سوے باغ   باغ و آبے زد و سویش بلاغ (بازی ۱۲)
آبی از اں باغ برو ماند زرد   باغے از اں آب بجا گشت سرد
شاخ بهسر بار گهے کرده راه   جایگهِ بار شده بارگاه
شه چو دراں خلدِ بریں جائے کرد   خرّم و خنداں بطرب رائے کرد
باز همے برد کفِ زرفشاں   کرد پراز زر کفِ ساغرکشاں
باده کشاں باز کشیدند صف   گشت مئی لعل دُرافشاں زکف
رود زناں از سینه بروں برد صبر   آبِ چکاں دست چو باراں زابر
بس که شد او مست زآوازِ خویش   ریخته از پرده بروں از خویش
چنگ زسر گشته تواضع نماے   بادِ تکبر بسر افگنده ناے
زخمه چو نولِ بط در رود و چنگ   راه چکاوک زد و بانگِ کلنگ
مرغک و صد مرغِ دگر در صفیر   بر همه مرغاں شده کنجشک میر
شاه دراں زمزمهٔ ناے و نوش   بحرِ کفش گشت چو دریا بجوش
دست ندیمے که ورق برگرفت   مهرهٔ کاغذ بگهر درگرفت
بربطِ مطرب که نوا برکشید   تار بریشم بدُر اندر کشید

گشت بدنبالِ حریف از زوال — قامتِ هر بدره کشے چون هلال
بس که همے شد کفِ شہ گنج سنج — بیش در آفاق نگنجید گنج
موسمِ دی جمله بعشرت گذاشت — ز آتشِ می مجلسِ خود گرم داشت
با همه وقت خوش و شاد کام — کس نه زبردستِ دی الا که جام
مه بنسبت کشتیٔ عزمِ او — زهره بخنیاگریٔ بزمِ او
همتِ عالم بوفا جوئیش — خاطرِ خسرو به ثنا گوئیش
این غزل از مطربِ موزون اصول — یافته در گوشِ همایون قبول

غزل

سوارِ چابکِ من باز عزمِ لشکری دارد — دلِ من پار[1] برد امسال با جان داوری دارد
من اندر خاکِ میدانش لگدکوبِ بلا گشتم — هنوز آن شهسوارِ من سرِ جولانگری دارد
بهر شکلے که می آید ز من جان می برد آرے — دروغ ست آن که این شیوه زبهرِ دلبری دارد
مسلمانان نگه دارید بیچاره دلِ خود را — که تیر اندازِ من مست ست و کیشِ کافری دارد
ندارم آن چنان بختے که خواند بندهٔ خویشم — غلامِ دولتِ اویم که با او چاکری دارد
مثل گر یک سخن با من بگوید عاقبت آن را — بیارد بر زبان و سرزنش خود برسری دارد
تو ای دیوانه وش جانان که داری سایهٔ گیسو — دلم دیوانه تر از تو که آسیبِ پری دارد
مرا چون صیدِ خود کردی شفاعت میکند جانم — نمیگوید بکُشش لیکن سخن در لاغری دارد

---

[1] پارسال ۱۲

به بدنامی بر آمد نامِ خسرو ۔ کز پئے دیده ۔ نه یک تر دامنے دار که صد دامن تری[۱] دارد

صفتِ فصلِ خزان و مقبل عزمِ سپاه

ہم بر آں ساں که تباراجِ چمن بادِ خزاں

فصلِ خزاں چوں بچمن خانه خواست ۔ بادِ رواں کرّه بگلزار تاخت

شاهِ سپهر عزم زولایت براند ۔ کشتِ چمن هیچ ولایت نماند

کوه ز سنگ آتشِ لاله فروخت ۔ شعله بدامانش گرفت و بسوخت

لاله سر از سنگ بلنگر سپرد ۔ ماند بجا لنگر و بادش ببرد

بادِ خزاں آمد ازاں جا که بود ۔ خشک شده باغ همان جا که بود

گشت سمن نازک و زرد و حقیر ۔ کاب گرفتش بلبِ آب گیر

رفت سمن روئے چمن را گذاشت ۔ زاں که خزاں روئے نگاهش نداشت

جامهٔ خود کرد بنفشه کبود ۔ گشت چو صوفی بر کوع و سجود

شد به تنِ نازکِ زیبائے گل ۔ پاره همه پوست نسر تا پائے گل[۲]

لاله ز بسیاریِ خونِ رفساد ۔ ریخته نازک تنش از رنج باد

سوخته از آتشِ خود لاله زار ۔ گشته در و نش ز خزاں پر غبار

دفترِ صد برگ فتاده ز دست ۔ آمد و رهبر ورقِ او شکست

---

۱ اضافت مقلوب یعنی تری صد دامن ۱۲ ۔ ۲ گلابی جاڑا ۱۲

جلد سمن را شده شیرازه باز — نامده از بادِ ورقها فراز

سوسنِ آزاده در افتادگی — هیچ نه می‌گفت ز آزادگی

نسترن آویخته بر شاخ بود — هر دو بهم باز گسستند زود

شاخ چو از بادِ خزان گشت پشت — بادِ خزان نیز از و بر شکست

سرو که از سایه نشانی نداد — سایه‌نشینان همه را داده باد

هر شجر باغ ز سر تا به تن — ماند ز بی‌برگیِ خود برهنه

برهنه گشته تنهٔ گل به باغ — بادکنان خس‌کشی از روی لاغ

دیده چو نرگس به چمن این فساد — گل[۱] شده در دیدهٔ خویش اوفتاد

نرگسِ بی‌دیده روان کور و شم — خارِ عصا بادِ خزان کور شم

ریختنی کرد درختان ز سر — گشته زمین پُر ز درمهای زر

پشت بنفشه به سمن زارها — کوژ شد از چیدنِ دینارها

بر زمین افتاده بسی نازنین — لرزه‌کنان بر سرِ شان یاسمین

خاک ز زردی شده بر زعفران — خنده نه با این همه در ارغوان

شاخِ گل از بس که نگون شد گلش — کرد نگون سر زنشِ بلبلش

بادِ بهر سرو رسیده فراز — سرو ز هر باد بجنبد دراز

سبزه بسی خطِّ تر انگیخته — باد بسی خاک بر آن ریخته

گل همه سرخیش درمان ز برون — کش همه در پوست در افتاده خون

---

۱ مراد از گل سپیدی ست که در چشم می‌افتد و آن را در هندی پهولا گویند یعنی نرگس را ز دیدن فساد خزان کور شده ۱۲

آب که باراں بگلِ کوزه بیخت | کوزه بیفتاد و شکست و بریخت

ابر که بگریست به بستان بجبر | شد قطره ها ریخته از چشمِ ابر

نم بکفِ دستِ چنار از روش | زیبقِ لرزاں بکفِ مرتعش

گربهٔ بید[۱] از عملِ دست برد | گشت لگدخوار ز گنجشکِ خُرد

بید ببارید ز هر برگ تیغ | ریخته خوں از تنِ گل بے دریغ

لاله فرو ریخته در پیشِ باد | خونِ خود آں جا که خوئے گل فتاد

غنچه که با باد کشادیش دل | شد هم ازاں باد گریباں گسل

جامهٔ گل پاره شده بر تنش | غنچه گره[۲] بر زده در دامنش

دامنِ نسریں که در آمد بخار | ماند همان جا و سرِ پیوند دار

گل شده بے روئے[۳] بهر بوستاں | مُرغ ز بے روئیِ او در فغاں

از کلهٔ مُرغ نوائے که خوست | سرو برقص آمد و پایش نخاست

بر سرِ هر خار که بلبل گذشت | حلقِ وے اُفتاد و خراشیده گشت

بلبل ازیں غصه چناں خوں نشست | کش تهِ دُم رنگِ دگرگونه گشت

گنگ شده طوطی و زاغ و زغن[۴] | در دهنش یافته جائے سخن

کور شده فاخته از نولِ زاغ | فاخته[۵] کور آمده گل را بباغ

---

۱ گربه بید نوعی از بید ست ۱۲

۲ رسم ست که چوں جامه پاره می شود بر دامن گره می دهند ۱۲ ۳ بہرت ۱۲

۴ زاغ و زغن در خزان آواز می کنند و طوطی خاموش می ماند ۱۲ ۵ فاخته کور نام علتیست که درختاں را خشک سازد ۱۲

فرش بہ پیچید گل از روئے گل — گفت غلیوا زکےکطے السجل
باغ خراب از قدمِ بومِ شوم — چغدِ قدم شوم شدہ یار بوم
نائے میسچہ[1] کہ نماندہ دمش — حلق تہی گشت ز زیر و بمش
در طلبِ روئے نکو سو بہ سو — قمریِ کو کو زد نی کو بہ کو
باد کہ اندر سرِ ہدہد فتاد — تاجِ سلیماں ز سرش بُرد باد
گرچہ ہنر آئینہ طاؤس داشت — حُسن چو شد حملہ پسِ دم گزاشت
آں کہ پریدے زپرِ خود تدرو — ماند چو پر گم شدگاں زیرِ سرو
لالہ چو برکوہ برفت از شکوہ — کبک بسرید دل از تیغِ کوہ
سبزکِ دیبا چو سرِ خود باز خواند — شارکِ بیچارہ دہن باز ماند
طفلِ شگوفہ بہ رہ افتاد و مُرد — شاخ بدید و بعنا دل سپرد
گرچہ گلے بیش نشد در چمن — گم نشد از مجلسِ شاہِ زمن
گرچہ زگُل لالہ نہاں کرد پے — لالہ نو ساخت شہ از جامِ مے
گرچہ نبُد برگ و نوائے بشاخ — برگ و نوا بود بمجلس فراخ
گرچہ کہ بربست ہوا سیمِ آب — شاہ کشاد از کفِ خود سیمِ ناب
گرچہ چمن گشت پر از برگ زرد — شاہِ زمیں در تہِ دینار کرد
از کرمِ شہ کہ عدو سوز بود — فصلِ خزاں موسمِ نوروز بود

---

[1] میسچہ جانورے ست خوش الحان ۱۲

شه چنین فصل برین گونه شاد — کز مغل آوازه بعالم فتاد
نامه کشی چند چو تیر از کمین — آمد و بوسید چو پیکان زمین
کز حدِ بالا مغلِ تیز عزم — سوی فرو راند باهنگ رزم
لشکرِ انبوه چو ذرّاتِ ریگ — جوشش برآورد چو آبی بدریگ
بوم بسر بسته سیاهی چنان — آمد ازان بوم خرابی کنان
ناوکِ شان دیده کشی ساز کرد — دیده نیارست کسی باز کرد
گشته بهم قطرهٔ بارانِ تیز — سیل شد و کرد بدریا ستیز
قوّتِ آن سیل کز ایشان رسید — آب زهاپور بملتان رسید
هر که گهی چشم همی زد زرس — چشم زدن چشم زده شد ز خس
مردمِ آن خاک فروشد بخاک — گرد برآورد از ایشان هلاک
امن و امان ورشد از راهِ سال — بو که بفریاد رسد شاه شان
این همه کاندر رهِ گرگ اوفتاد — وارهد از قوّتِ راعی العباد
شه که ز گستاخیِ آن گمرهان — یافت چنین آگهی از آگهان
تلخ بخندید چو شیر از غضب — تلخ بود خندهٔ شیران بلب
گفت که خه خه[۱] بجهان عهدِ من — وز دگران زلزله در مهدِ من
غازیِ ما چون نه بکارِ غزاست — کافر اگر تاختن آرد سزاست

۱؎ خه خه خندهٔ تلخ را گویند یعنی خندید و گفت که در جهان بادشاهی من است و از دیگران زلزله در مهد

سلطنتِ جملهٔ عالم مرا — وانگه از آهنگ کساں غم مرا
خلق چه گویند بهر کشورے — شاه من و قلعه کشا دیگرے
بوم که باشد که بجنگِ دراز — طعمه برد از وطنِ جرّه باز
گرگ و سگے هست بر آهو دلیر — پنجه نخواهد زدن آخر بشیر
من که به هند از همه رایان بسال — جزیه ستانی کنم از پیل و مال
گه بستم زر ده هم از گوجرات — گاه بدیوگیر نویسم برات
اسپ همه تند کشم از تلنگ[۱] — پیل همه مست ستانم ز بنگ
مالوه را وقفِ دفاین کنم — جام نگر[۲] وجهِ خزاین کنم
نیست مرا وجهِ قبا[۳] جز خطا — سرحد چین بستهٔ بندِ قبا
زین دگلی[۴] چند نگر دگله پوش — کز پئے کین پنبه کشیدم ز گوش
پنبه کنم[۵] لشکرِ شاں را چناں — کز تنِ شاں پنبه شود استخواں
گرچه چو مور و ملخ است آں سپاه — مور شود کشته چو افتد براه
پیل من آں دم که بجوشد چو نیل — چیست صفِ مورچه در پائے پیل
می شودم دل که بجنبم ز جاے — فرقِ قراخاں سپرم زیر پاے
لیکنم از تیغ خود آید دریغ — چوں کنم از خونِ سگ آلوده تیغ

---

۱ نام ملک ۱۲ ۲ جام نگر نام مقام ۱۲ ۳ قبا بضم قاف نام مقامی ۱۲
۴ دگل یعنی دغل و دگله پوستین یا جامهٔ که پر از پنبه باشد ۱۲
۵ پنبه کنم اے مثل پنبه پاره پاره ساخته بر هوا اپرانم ۱۲

کس نزده تیر بمردارخوار[1] — جز بگروهی نکند این شکار
چون سخنِ چند ازیں در براند — عارضِ دانائے سپہ انجوند
گفت که خواهم ز سوارانِ کار — نامزدِ مغل شود سی هزار
بر سرِ شان باربکِ تیغ زن — خانِ جهان شاهکِ[2] لشکرشکن
عارضِ فرزانه بفرمانِ شاه — کرد روان سوے مخالف سپاه
باربک و قلب گهی رزم ساز — وز ملکان صد سرِ گردن فراز
ساخته در رزم چو شیرانِ مست — سوے سگی چند کشادند دست
انجمنے چون فلک آراسته — چرخ ازان انجمن امان خواسته
ماه سبک سیر شد اندر شتاب — خنجر تیز اختر چون آفتاب
ناحیه بر ناحیه راندند تند — بود صبا پیش چنان سیر کند
از قدمِ شومِ مغل آن بلاد — نام و نشانے ز عمارت نداد
از حدِ سامانه و تا لاوهور[3] — هیچ عمارت نه مگر در قصور
لشکرِ اسلام که آن جا رسید — بود زمین تشنه که باران رسید
یافت خبر کافرِ ناخوب کیش — تیز تر از تیر برون شد ز کیش
تن ز غنیمت بهزیمت سپرد — بردنِ جان را بغنیمت شمرد

---

[1] غلوله گکاین و مردارخوار را گویند ۱۲ [2] شاهک سپه‌سالار کاف تصغیر ۱۲
[3] لاوهور لاهور ۱۲

گرچه تمر[۱] تیزی و سختی نمود | گشت چو موم ارچه که پولاد[۱] بود
سر سد و کیلی دو بیک سو شتافت | چچلک و بیدو بدگر سوے تافت
جمله زبے سنگی خود در رنگ | در گله مرغ در افتاد سنگ
برزده دامانِ قبا هم گروه | عطف نمودند بدامانِ کوه
روئے مغل بود بهر سو که بود | پشت مغل بود بهر رو که بود
روئے چو به مود سیاه درشت | رو ننمودند نمودند پشت
باریک اندر پئے شاں کینه خواه | تیغ زناں قطع همی کرد راه
روئے بدند از همه رو در ستیز | پشت شدند از همه رو در گریز
دست وے از قوتِ چوگانِ زر | کرد پر از گوئے زمیں سر بسر
بس که ببرید سر آں خراں | شد خرهٔ سگ ز سرِ خر سراں
روئے بہیں کرده چو طشتِ نگوں | دید سرِ خود همه در طشتِ خوں
تیغ که بر تارکِ آنها گذشت | کرد بیکجا سر و تیغ و طشت
لشکرِ اسلام که دنباله کرد | کوه ز خوں زیر و زبر لاله کرد
خرتنه چند ز لشکر کشاں | رفته عناں تافته بهرِ نشاں
وانچه دگر بود ز برنا و پیر | یا علفِ تیغ شده یا اسیر
خان جهانگیر که این فتح یافت | فتح و فیروز عناں باز تافت

---

۱ تمر و پولاد نام مغل بود ۱۲

بست اسیرانِ مغل را قطار — داد بدان چند شتر در مهار
گردنِ شان بهر رسن ساز کرد — سر بر بن بست و رسن باز کرد
کشته هم ایمن نشد از ترکِ تاز — تا ز سرش پوست نکردند باز
چون ز چنین فتح جهان یافت بهر — دست همی بُرد سپهدار دهر
مجلسے آراست بر آئینِ کے — داد بسے کشتیٔ زرّین مے
شیشهٔ می ریخت به یاقوت گنج — طرفه بود شیشهٔ یاقوت سنج
ساقیِ مهوش بقدح دست بُرد — دَورِ قمر جام بساقی سپُرد
چرخ هر آن دَور از این پیش داد — رفت بریدانِ قضا را ز یاد
تا که ز ساقی شنود بانگِ نوش — پنبه برون کرد صراحی ز گوش
صف زده یارانِ خوش و باده کش — سر خوشِ باده سری کرده خوش
هر یک از ان پهلوے شمشیر و تیر — شیر گرفتند چو شد شیر گیر
بزم گهے ساخته شد چون بهشت — خاک شد از جرعه معنبر سرشت
جرعهٔ مشکین که زمین در گرفت — گاوِ زمین خورده بعنبر گرفت
بر لبِ طنبور که شد نغمه ساز — کرد ز حیرت سرِ قرّابه باز
زخمه در آمد بزبان آوری — داد بمطرب بزبان یاوری
باده چو خورشید ز صبحگه تا بشام — داشت طلوعی و غروبی بجام
کرد چو خورشید بوقتِ غروب — طالعِ خود بر همه آفاق خوب

وقت در آمد کہ حریفانِ بزم | بر طرفِ خانہ نمایند عزم
میر سپہ کرد بسے ہدیہ راست | داد بیاران و بسے عذر خواست
پیشِ بزرگان و سرانِ نبرد | خدمتے آورد سزاوار مرد
کرد بزرگی بحقِ کہتراں | داد بسے جامہ بقیمت گراں
ہر ہمہ خشنود و خوش از بزمگاہ | باز گرفتند سوے خانہ راہ
بزم ز مہماں چو تہی یافت جائے | بزم نشیں باز ہمی کرد رائے
خلوتیِ چند ز خاصان خویش | پیش طلب کرد و می آورد پیش
جام کہ شد چوں دلِ کافر بجوش | کرد بیادِ شہِ اسلام نوش
چنگ نوازاں بہوا سر کشید | چنگ نوازندہ نوا بر کشید
گفت بر آہنگ نمطہای تنگ | ایں غزلِ نغز بر آواز چنگ

غزل

برگ ریز آمد و برگِ گل و گلزار برفت | سرخروئی ز رُخِ لالہ و گلنار برفت
سرو بشکست و سمن زرد شد و نرگس خفت | گو برو ایں ہمہ چوں از برِ من یار برفت
نزدِ من بادِ خزاں دوش غبار آلودہ | آمد و گفت کہ سروِ تو ز گلزار برفت
خواستم تا روم اندر طلبِ رفتۂ خویش | یادم آمد رُخِ او پائے من از کار برفت
در دو دیدہ اشک چو باز آمدنِ خویش ندید | دل بانداخت ہم اندر رہِ خونبار برفت
خونِ دل گرچہ کہ بسیار برفت اندک ماند | صبر ہر چند کہ بود اندک و بسیار برفت

هرچه از عقل فزون شد همه عمرم جو جو — اندرین غارت غم جمله بیک بار برفت

باد خارے ز رهِ گلرخ من می آرد — جانم آویخت در آن خار گرفتار برفت

گِله کرد آن بتِ شیرین ز برِ خسرو رفت — خله کرد آن گلِ نسرین ز سر خار برفت

صفتِ فصلِ بهاران که چنان گردد باغ
که بدو نرگسِ نادیده بماند حیران

فصلِ بهاران چو علم برکشید — ابر سراپرده برا خضر کشید

سکّهٔ گل چون درمِ سیم زدند — سکّه بصد وجه موجّه زدند

شه سپر غنچه بچمن داد بار — خار سلاحی شد و گل پرده دار

تیغ کشیدار چه که سوسن بباغ — هم ز سرش سایه نبرّید باغ

تا نشود سرکش سوسنِ آزاده رام — خار غلامی شده سرتیز نام

خونِ خود از باد خزان گل بخواست — لیک صبا از سرِ خونش نخاست

خواست گل از باد بجو اهدیه — برد برون نرگسش از تعبیه

سوسن ازین غصّه بکین خواستن — خاست بشمشیر زهے خاستن

او خود ازان خاست که آزاد گشت — غنچه چه افتاد که برباد گشت

بس که صبا همدمیِ غنچه کرد — تازه نشد تا دمِ او را نخورد

باد حریفِ گل و گستاخ زد — جامهٔ صد برگ بصد شاخ زد

باد ہمہ خاکِ زمین را بہ بیخت　　یافت زر و دُر بر صد برگ ریخت
بس کہ گرانیِ زر از حد گذشت　　دامنِ صد برگ بصد پارہ گشت
جامۂ گل پارہ شدہ بر تنش　　غنچہ گرہ بر زدہ در دامنش
گل ز کرم زر دہد آن را کہ جست　　وز پئے خود جامہ نسازد درست
آب سمن در چہِ خمِ مشک سود　　باد شد آہو تگ و مشکش ربود
باد کہ از شاخ ہمی بر شکست　　باز چہ بر ہا کہ بر آن شاخ بست
سایہ کنان سرو بر افتادگان　　با ہمہ کس راست چو آزادگان
گرچہ برانید صبا ہر چہ خواست　　در صفتِ سرو ہمی بود راست
نرگس تر گشت ہمہ روشن چشم　　خیرہ شد اندر رخِ خیرہ روش چشم
خون سمن چشمکِ پوشیدہ داد　　چشم نہ زد از کسے الا ز باد
سبزہ چنان شد کہ جہان در گرفت　　چشمِ نرگس نتوان بر گرفت
نسخۂ دیباچۂ عشرت جہان　　خواند صحیح از ورقِ ارغوان
خون بچکید از گلِ نازک خیال　　لالۂ خود روے ازان یافت حال
سرخ گل از باد چو آورد یاد　　خونش بچکید ز آسیبِ باد
شاخِ گلِ کوزہ کہ تر شد برش　　کوزہ تر از دستۂ کوزہ سرش
ساختہ گل کوزۂ نو از نبات　　ابر درو ریختہ آبِ حیات
باغ ز ہر غنچہ شدہ کوزہ ور　　گردشِ چرخ از گلِ تر کوزہ گر

باد دراں کوزہ شد و سر کشاد — گرچہ کہ در کوزہ نگنجید باد
نسترن از روے نکو می پرید — بلبل و قمری ہم ازاں می برید
فاتحہ[1] خواں غنچہ بگاہِ سحر — نرگس و سبقِ گل و علمِ نظر
گل کہ سپرہاش فراہم شدہ — پیشِ سپرِ غم سپرِ غم شدہ
گل کہ ہمہ روے شناسا شدہ — روے شناسِ ہمہ صحرا شدہ
قطرۂ شبنم زدہ بر یاسمیں — ماہ بہ پرویں شدہ ہم در زمیں
کرد بسنگ آتشِ لالہ نشست — زاغ شدہ ہندوے آتش پرست
گربۂ[2] بید از گلِ لعل و سپید — گربۂ مشکیں شدہ در مشک بید
بید شدہ تیغ فشاں زیر پائے — سایہ از و خستہ شدہ جابجائے
لرزہ کناں آب ز آسیب باد — بس کہ برو سایۂ بید او فتاد
آب کہ آہن شدہ بود از سپہر — آہنِ او آب شد از تابِ مہر
غرقِ سر گشتہ ز نیلوفر آب — بر سرش قبۂ سیم از حباب
طرۂ سنبل ز شکن گشتہ باز — پنجۂ شمشاد شدہ شانہ ساز
برگِ بالا کہ دھد بوستاں — بیشترے ہست بہندوستاں
آں گلِ ہندی کہ چمن کرد راست — نے بخراساں کہ بعالم کجاست
کیورہ ہر برگ چو سیمِ سپید — عود از و سوختہ چوں مشک بید

---

[1] یعنی خود را گشادن می خواست ۱۲ [2] گربۂ بید نوعی از بید ۱۲

هر گلِ بالا که بود تازه روے — جز تری زو نتواں یافت بوے

نغزیِ این گل که ز تری مغز — داد به خشکی و تری بوے نغز

ماند چو در جامه نسیمش مقیم — جامه نماند که بماند نسیم

سیوتیِ خوش که کنندش گلاب — از همه سو رو بهمه روئے آب

یک گلِ بیل ده دیگر درون — گل ز گل و گل ز گل آید برون

از گلِ بسیار دلش گشته باغ — وز خوے او در جگرِ لاله داغ

مولسری خرد و بزرگ از هنر — خرد و بزرگ از هنرش بهره ور

بوے وے آں را که بمغز آرمید — بوئے دگر گل نتواند کشید

پنجه گشاده گلِ لعل از پله[1] — غرق بخوں ناخنِ شیرِ یله

نے غلطم نافه۔ و لے نیم خام — چیزے از و مشک گر خوں تمام

تا کند اندر دلِ بدخواه ریش — زاغ نشاند بسرِ شاخِ خویش

جاے نه در باغ ز گلهاے جاے — مرغ درافغاں که بگیرند جاے

از پئے گل هر که به بستاں شتافت — ملکِ جهاں یافت اگر جاے یافت

گشت ز سرشتِ گلِ زرد ام زاد — گل به زمیں گونهٔ زر وام داد

سبزه گشتش همه صحرا خرام — پُر گلِ زریں شده صحرا تمام

غنچه به بستاں ز شکم آورده شیر — مرغ چو طفلان شده اندر نفیر

---

[1] پله ٹیسو ۱۲

زاغ برفته ز چمنهائے نو — بوم هم آورده دران باغ رو
شارکِ رعنا به چمن باز خورد — چشم بر خسارهٔ گل سرخ کرد
بلبلِ سرمست ز نظمے که خواند — غنچهٔ سربسته دهن باز ماند
زان قدحِ لاله که قمری چشید — طوق گرو کرد و ز گل زر کشید
کبک چو بر لالهٔ کوهی گذشت — باشه چو منقار ز خون سرخ گشت
هدهد ازان آیهٔ هب لی[۵] که خواند — تاجِ سلیمان بسر خود نشاند
طوطیِ ناطق چو زبان برکشاد — منطقِ مرغانِ خراسانش داد
فاخته ناطق باصولِ کلام — گفت یکے صانعِ خود را مدام
رهبرِ جان گشته بگلزار طیب — رهزنِ عشاق شده عندلیب
شاه درین فصل بعشرت گری — با گل و بلبل بطرب گستری
باده بشاخ آمده در گل شده — وز دمِ او بلبله بلبل شده
مطربِ بلبل نفس از نغمه مست — وین غزلش برده بسی راز دست

غزل

آمد بهار و شد چمن و لاله زار خوش — وقتیست خوش بهار که وقتِ بهار خوش
در باغ با ترانهٔ بلبل درین هوا — مستی خوش است و باده خوش است و خمار خوش

ل۵ اشاره بدعائے که سلیمان علیه السلام فرموده بود که "ربِّ هب لی ملکاً لا ینبغی لاحدٍ من بعدی"

مائیم و مطربے و شرابے و محرمے — جائے بزیر سایۂ شاخ چنار خوش
اے باد کاہلی مکن و سوئے دوست رو — مارا بکن ز آمدنِ آں نگار خوش
چیزے دگر مگوے ہمیں گو کہ در چمن — سبزہ خوش ست و آب خوش و جویبار خوش
گر خوش کند ترا بحدیثے کہ یار گرد — پیشش مکن و بیار مشو زینہار خوش
ور بینیش کہ مست بود خفتنش مدہ — ہم ہمچنانش مست بہ نزدِ من آر خوش
با او در آں زماں کہ بپیش راہ میدہد — بازی خوش ست و بوسہ خوش ست و کنار خوش
من مستِ خوش حریفیِ اویم کہ آں حریف — سرخوش خوش ست و مست خوش و ہوشیار خوش
سروِ پیادہ خوش بود اندر چمن ولیک — آں سروِ من پیادہ خوش ست و سوار خوش
ازوے خوش ست برشکنیہا[1] نگاہِ ناز — وز خسروِ شکستہ فغانہائے زار خوش

صفتِ موسمِ نوروز و طرب کردنِ شاہ
بزمِ دریا و کفِ دست چو ابرِ نیساں

رفت چو خورشید ببرجِ حمل — نورِ شرف گرد بگیتی عمل
دورِ جہاں روزِ نو از سر گرفت — موسمِ نوروز جہاں در گرفت
شاہ دراں روز ہم از بامداد — قصرِ فلک مرتبہ را تاب داد
کنگرۂ قصر طرف بر طرف — تا بحمل رفتہ شرف بر شرف

---

[1] برشکستن اعراض کردن ۱۲

صفّهٔ نُه طاق بپا استند — پرنِ زربفتِ فلک خو استند
تخت زدند و تتق آویختند — عرشِ دگر بر زمیں انگیختند
چتر ز هر سو بفلک سر کشید — ابر سر از شرم بچادر کشید
پنج طرف چتر چو مهرِ سپهر — شش جهت آراسته زاں پنج مهر[1]
همچو گل و سُنبل و سوریِ بید — لعل و سیه گلگز و سبز و سپید

صفتِ چترِ سیه کز پیِ چشمِ خورشید
آں سیاهی که تو در خود طلبی هست همال

چترِ سیه اشبِ قدری شمار — گشته شبِ قدر بروز آشکار
گونهٔ او زاں سیاهی شتافت — گرته و بالاش و خورشید تافت
بر سرِ او سایهٔ فرِّ همای — در تهِ او سایهٔ عونِ خدای
سوخته خود را ز تفِ آفتاب — باز رهانید جهاں از تاب
گرد شود سایه چو پیرامنش — سایه که گرد آورد از دامنش
تا ز پیِ سایه بشر گردِ وے — شاهِ جهاں گشته از و سایه جوے
سایهٔ او بر سرِ هند او فتاد — هند شد از وے همه اعظم سواد
خامهٔ نقّاش بسحرِ بناں — نقش نگره است سوادے چناں

---

[1] عبارت از پنج چتر ۱۲

گوہرِ آں چتر کہ بر شد بماہ — قطرۂ باراں ست در ابرِ سیاہ

صفتِ چترِ سپید از پسِ آں چترِ سیاہ
چوں شبِ قدر و سپیدہ دمِ عید از پسِ آں

چترِ سپید آمدن چرخ اُمید — بیضۂ اسلام از و رو سپید
سقف زر کردہ ستون از بنش — و ز گہر آویزشِ سرتاسرش

داشتہ ابرے بستون در سما — قطرہ معلّق بمیانِ ہوا
ابر سپید و گہرِ بے بہاش — قطرۂ او داں کہ نمود از صفاش

سایہ ز خورشید بود روسیاہ — سایۂ روئش بسفیدی چو ماہ
نور دہ و روشن و عالم فروز — چوں رُخِ خورشید گہِ نیمروز
شکلِ وے از فرقِ سرش ماہتاب — پارۂ نورے ہم ازاں آفتاب
از برِ خورشید سرش برگذشت — جامہ سفیدیش ہم ازاں چشمہ گشت

چترِ سیہ کرد سوادے پدید — دیں بہ بیاض از سببِ او رسید
ماہِ دو ہفتہ کہ مدوّر نشان ست — عکسِ وے از آئینۂ آسمان ست

صفتِ چتر کہ لعل ست چو خورشیدِ صبح
بلکہ ہست او شفق و صبح جمالِ سلطاں

چترِ دگر روشن و خورشید تاب — لعل و منوّر چو بصبح آفتاب

نه فلک از پیش روی در پیش — خواند کواکب فلکِ اطلسش
سود سرش بر فلکِ سبز وام — گشت فلکِ سرخ و شفق یافت نام
از رخِ شه رنگ چو دریوزه کرد — پشت بنه قبهٔ فیروزه کرد
ابر نبارد چو شود لعل کار — او شده ابرے که بود لعل بار
روشِ پُر سرخیِ چو گُل تر شده — سُرخیِ روے همه کشور شده
سُرخیِ او تا ز فلک بر گذشت — دینِ خورشید ز و سُرخ گشت
معدنی و معدنِ یاقوت و دُر — معدنِ او گشته ز یاقوت پُر
چترِ سیه را همه تن مشک دید — خونِ خود از غیرتِ او خشک دید
لعل که آویخته گشت از برش — خونِ چکان ست ز رنگِ ترش

صفتِ چترِ که سبز ست سرِ سبزیِ شاه
برگِ نیلوفری اندر سرِ دریاے رواں

چترِ دگر همچو فلک سبز رنگ — بسته از و چشمهٔ خورشید رنگ
اطلسِ او سبز تر از آسماں — موجبِ سرسبزیِ شاهِ جہاں
سبز درختے ز گهر یافته — سایه ز حق بر سرِ شه تافته
سایهٔ او گشت چو صحرا نشیں — سبزه ز فرد و شده اندر زمیں
طرفه درختے که چو آید بہار — بر زده هر جز گهرِ شاهوار

پرتوِ او ماند بجائے کہ دیر — مہر براں خاک نتابد دلیر
پیشِ وے از شرم سپہرِ کبود — نیمۂ کامل بزمیں شد فرود
کلّۂ او گشت چو با چرخ جفت — در غلط افتاد جہانی و گفت
چترِ شہ آں ست کہ شد چرخ ماہ — چرخِ مہ این ست کہ شد چترِ شاہ
دید سپہرش چو بداں نیکوئی — گفت کہ یارب منم و یا توئی
تو بسرِ شاہ و من اندر محن — یک تفسے چرخِ تو شو چترِ من

صفتِ چتر کہ گل گزندہ از گل گزِ او بر سرِ شاہ زگل سایہ کند تابستاں

چترِ دگر گل گزِ وگلگوں چو زر — چوبِ وے اکسونِ فلک کردہ گز
یک گلِ وے بر ہفت فلک کردہ پوشش — شہ شدہ در سایۂ گل بادہ نوش
گردِ گلی رنگ دلِ مل شدہ — فرقِ چو بلبل بسرِ گل شدہ
سایہ اش آں جا کہ فتد بر زمیں — گل بدمد گز بگز اندر زمیں
بر سرِ مہ کردہ نہ گل خرمنے — گشتہ معلّق بہوا گلشنے
گردِ رخِ شاہ چو جولاں نمود — گل کہ بمہتاب ومد آں نمود[۲]

---

[۱] گز بفتح جنس از ابریشم لغتے ست در قرات گز بکاف فارسی لہجہ داں گز کنند و جامہ پیمائش نمایند و تیر بے پر و نام درختے کہ عرب آں طرفا و ہند جھاؤ نامند ۱۲ [۲] چتر بمنزلۂ گل گرد روے بادشاہ را نسبت بماہ کردند ۱۲

داد بخورشید فلک پایگی — خاصه برای حقِ همسایگی
پشتِ وی از بارِ گهر خم زده — چون سحرِ گلشنِ شبنم زده
گوئی از انجم همه گل چیده ماه — دوخته و ساخته زان چترِ شاه
خامه بسی نقشِ برانگیخته — رنگی ازان گونه نیامیخته
جامه چنان رنگ نیارد پدید — خامه چنان نقش نیارد کشید

وصفِ دورباش که نزدیک شد از هیبتِ شاه
گنگ مانده ست ز حیرت نکند کارِ زبان

روی برو آئینهٔ دورباش — گاه گهر سنج گهی نورپاش
از دو طرف رفته به پهلوی شاه — گوهرِ شان گوهرِ بازوی شاه
تیغ زبان آخته چون بیدبرگ[1] — در دلِ بدخواه زبان گیرِ مرگ
زآبِ گهر چونش زبان پر شده — ریخته دستارچه پر در شده
زان سرِ دستارچهٔ بی‌بها — در دلِ بدخواه بسی ریشها
دستهٔ شان فرقِ سران کرده کوب — بسته بزر چوب ز تعظیم چوب
وان دو کره از دو طرف چون دو شیر — باد بجنبید ز دو سوش دلیر
گر مگس آن جا پرد اندر هوا — در رود اندر دهنِ اژدها

---

[1] بیدبرگ ـ جنس از پیکانِ تیر ۱۲

گرد بجائے کہ سہ پایہ بہ فرش — کرسیِ نو ساختہ پہلوے عرش
گاہِ نبردش بزبان کار داد — جانِ بداندیش بجاندار داد
حربۂ جاندار شدہ جان خراش — در جگرِ خصم زبانِ دورباش
دستِ سلاحی شدہ شمشیر سنج — دستِ وے از بارِ گہر زیرِ گنج

صفتِ تیغ کہ با خصم نیامش گوید
کہ ز بہرِ تو فرو چند برم آب[1] دہان

قطرۂ آبی کہ بہنگامِ غرق — بگذرد از گردن و آنگہ ز فرق
او بخوشی خفتہ میانِ نیام — خواب مخالف شدہ از وی حرام
شعلۂ آتش بزبان آوری — ز آہن و سنگ آمدہ در داوری
آبِ ورا گوہرِ نصرت بہ پشت — آہنِ او را زرِ عالم بمشت
قیمتِ زر بیشتر از آہن ست — لیک زر از آہنِ او روشن ست
آہنش ار نسبت قوی تر ز زر — ہرچہ زر بستہ بہ پیشش کمر
پارۂ آہن کہ بزر در خورست — حرمتِ آہن نہ از آن بہ زرست
از تنِ بدخواہ کشد گاہِ کار — رشتۂ رگ در گہرِ شاہوار
گردنِ دشمن زن با سر بہم — مہرہ در آمیختہ گوہر بہم

---

[1] یعنی آدمی چوں چیزے ترش و شیریں می بیند دہن پُر آب میگردد ہمچنان بدیدن خصم نیام را دہن پُر آب میگردد و آب عبارت از تیغ ست ۱۲

هندیِ گرز گشته با سلام راست — یافته از شاهِ جهان دست راست

صفتِ چرخ کمانے کہ بازوی شه است

نیم چرخ ست که او نام نهاد دست کمان

ترکِ کماندار کمانے بدست — گر خمِ او چرخ شده در شکست

از هنر و علم کنندش چو زه — افگند از تاز در ابرو گره

هست گرش علم بدان در کسے — علم بدست آر که هست او بسے

مانده بپا پیے بکشاکش اسیر — نامده از کش مکش اندر نفیر

گوشهٔ خانه ز کشاکش دوال — خانه بجا ماندهٔ و تیرش روال

خانه دو دارد بجهان خرمی — تیرزنی[1] خانه بدان محکمی

تا کند اندر دلِ بدخواه ریش — زاغ[2] نشانده بسر شاخِ خویش

هر چه بود خشک بیابش آب — ترشد[3] از و آب نه بینی بخواب

زشت بود آب چو بر وے گذشت — زشت تر آنگاه که بے آب گشت

چون کنندش غرقِ خداوندِ او — ماه شود بستهٔ پابندِ او

چون ز هنر بر کفِ شاهان نشست — زه کنندش هر که بود زور دست

---

[1] چوب که در ته تیر می باشد او را تیر نیزی می گویند۔ هندی کڑی ۱۲

[2] زاغ رمز از تیر زیرا که لازمه زاغ پریدن ست و تیر نیز می پرد ۱۲

[3] اگر تر شد ۱۲

صفتِ تیر که بارانش بغایت سخت است
سخت بارانی در تیر مه و در نیسان

تیرِ پلنگ افگن و آهو شکار — وز دلِ دشمن شده سندان گذار
گاهِ پریدن چو عقابی درشت — کرده ز خون کرگسِ پر سرخ پشت
پیسه عقابی که چو ماهی نشست — جسته بران گونه که ماهی بجست
نی علمِ پیسه نشد تیر راست — پیسگی از دستهٔ شمشیر خاست
در سر و پایش دو گره جای گیر — زان دو گره مانده عقابان اسیر
راند چو بر رشتهٔ هوا تیز گام — از گره گز کرد فلک را تمام
پیلکِ سوزان بسر رشتهٔ زده — شعلهٔ آتش بسرِ نی زده
هست نیِ خشک عدو را امید — ز و همه سوری بود و برگ بید
سوی عدو نی بمدارا شده — در زدنِ چشم گذارا شده
دیده ز شمشیر بسی سرزنش — جانِ عدو کند بگاهِ کنش
از پیٔ فرمانِ نگهبانِ خویش — نامه کشی کرد چو پیکانِ خویش
تیر گرش کرد چو سوفار ساز — گشته ز دستش سرِ سوفار باز
بود چپ و راست به پیشِ سریر — رمح و سپر تابد و پرتاب تیر
میمنه بگرفته سپرها سیاه — راست بدان گونه که گیرند راه
دینِ شاهان سپاهیِ خویش — داد سپرهای سیاهش به پیش

بر سپر لعل شد همه سره | لعلی و زر دلیش همه یکسره
چون گلِ سوری شده گرد دهن | لعل تر از لاله بر روے چمن
نیزه شده از سپر آراسته | راست چو تیر از سه پر آراسته
نیزهٔ والا ز سمک تا سماک | رامح[۱] و اعزل شده بر روے خاک

صفتِ رایتِ لعل و سیه اندر سرِ شاه
گشته خورشید میانِ شفق و شام نهاں

از دو طرف رایتِ لعل و سیاه | سایه رسانیده ز ماهی بماه
ماهیِ تو ماهِ نو انگیخته | ماهی و مه را بهم آمیخته
یک دو هزار اسپ مرصّع ستام | از دمِ خود بسته صبا را بدام
زین نه زرِ خویش که عالم فروخت | کرده هم از آتشِ خود سیم سوخت
میمنه جلها سپه انداخته | آتشے از دود سلب ساخته
از پسِ اسپان صفِ صد پیل مست | ابر هوا کرد بصحرا نشست
قلعهٔ آهن تهِ برگستوان | قلعه بجا مانده ستونش رواں
باغِ زر آراسته شد جاے بار | کرده برو ابر جواهر نثار
سبزه زمرّد همه ریحانیش | سیم نباتے گلِ بستانیش

۱؎ سماک رامح و سماک اعزل نام ستارگان که ایشاں را سماکاں گویند ۱۲

از دُر و یاقوت دهان فراخ / مُرغ ز زر ساخته بالائے شاخ
شاخ تو گوئی که بخواهد چکید / مُرغ تو دانی که بخواهد پرید
هر چه گذشتی ز گلستانِ زر / خوشتر ازاں کرده بهائے دگر
ساخته از سوم بسے نخلِ چست / کاں بجز از موم نیاید درست
باغِ سوم چوں گذری زیں دو باغ / یافته از لاله و ریحاں فراغ
بسته بسے دستهٔ گل دل فریب / کوشش صد دسته نموده بزیب
یافته سبزه ز چمنها درود / هر دو رو آمده آں جا فرود
غنچه که دل بسته بشاخِ چمن / هم بگسست از پئے آں انجمن
بید که تیغ از طرفِ گل کشید / هم ببرید از چمن آں جا رسید
قصرِ ہمایوں ز زمیں تا سماک / زیورِ زر بسته چو فردوسِ پاک
پرّه بزر دوخته ہر دلے / تا شده سبے دوخت سرِ سوزنے
اطلسِ زربفت بدیوارِ سنگ / داده بهر سنگ ز یاقوت رنگ
کرده مسلسل ز گهر بوریا / کاں زرش خواند فلک بوریا
خاک ازاں مفرش زر یافته / خلعتِ نوروز ز نشتر یافته
جشن چو آراسته شد یکسرے / از دو طرف میمنه و میسره
شاهِ جهاں نشسته بزریں سریر / چشمِ بداں دوخت ز قدسے چو تیر
تاج بسر کرده چگویم چه تاج / قیمتِ او ہر دو جهاں را خراج

چرخ قبائے ز گہر بافتہ　　کردہ بسے صنعتِ زر بافتہ

آبِ دُر از تاج و قبا و کمر　　تا بکمر تا بگلو تا بہ سر

تن چو در آں خلعتِ رُوشن گرفت　　خونِ یواقیت بگردن گرفت

بستہ چو جوزا کمرِ زر دو رُوئے　　لعل بخورشید سپر از دو سوے

ہر کہ نظر کرد بروئیش ز دُور　　عطسہ در آمد بدماغش ز نور

جنبشِ سہم الحشم از ہر کراں　　سہم زناں بر چشمِ اختراں

قوقۂ چاؤش کلہ در شدہ　　یکسرہ بر صد سرِ شاہاں بر شدہ

ساختہ بالائے کلہ جایگاہ　　نادرہ باشد کلہے بر کلاہ

نسخۂ بار آمد و صف راست کرد　　ترکِ فلک ہیبت ازو خواست کرد

تیغ زناں دست چپ و دست راست　　ہر دو صف از صف شکناں گشتہ راست

نعرۂ حُجّاب کہ دور از میان　　آب کیاں ریخت بہ پیشِ کیاں

گر مگسے پر زد از اں پیش و پس　　خستہ شد از تیغ چو پرِ مگس

پیش کشیدند گراں تا گراں　　خدمتیِ[1] ہر ہمہ خدمت گراں

گشتہ پر از نافۂ چینی زمیں　　باد شد از نافِ زمیں نافہ چیں

چرخ کمانہائے سزا داد برہ　　بر مہِ[2] نو کردہ ز ابرو گرہ

تیر کہ بگشاد بسے بستہا　　در ہنرش بستہ شدہ دستہا

۱؎ خدمتی پیش کش و نذر ۱۲　۲؎ برماہ تکبر و فخر کرد و ماہ را کمینہ دانست ۱۲

دست بدست آشکرهٔ کامگار | گو برسد دست بدست از شکار
باز سپید آفت طاؤس و قاز | چرغ گزو بسته شده چشم باز
شیر فلک صید که شاهینش نام | آن که سزد باز سپهرش غلام
جامهٔ زر دوخته بقیمت گران | دوخته چشم همه قیمت گران
جام زر و نقره بسا باغ امید | کرده عیان لالهٔ سرخ و سپید
کشتی گز نقره و از زر بود | عمر بران خوشش گذرد گر بود
زین همه چون برگ زری بادپای | کز تگ شان باد بماند بجای
هر یک از آن تیز تگ و خوش خرام | قطع زمین کرده به تیزی گام
صورت تازی زد و گوشش پدید | چشم جهان گوشش به تیزی ندید
عرضه کنان جمله بافگندگی | خدمتی خود ز سر بندگی
جام زر و جامهٔ گوهر نگار | بود ز هر جنس برون از شمار
مرد محاسب بشمارے که خواست | بیشتر از دست چپ آورد راست
بس که فرو رفت بسودا قلم | مجمره سر باز نماند از رقم
حاجب فصّال چو قمری و سار | نغز نوا گشته ز فصل بهار
تا شب آن روز دگر روز هم | کم نه شد آن خدمتی از بیش و کم
شب چو برآئین بهار زمین | کرد هوا پر ز گل و یاسمین
شاه بخلوتگه دولت شتافت | خلوت از دولت جاوید یافت

رفت بخلوت درِ دولت کشاد ‏ خلوتیان را به نهان بار داد

کرد روان بر کفِ چون لاله زار ‏ بادهٔ گلرنگ ببوے بہار

بزم که از خلدِ برین دست برد ‏ تشنگی خلد بساقی سپرد

شاه بہر جرعه که بر خاک ریخت ‏ در جگرِ خاک دُرِ پاک ریخت

از ہوس جرعهٔ شه در مغاک ‏ العطش آواز برآمد ز خاک

ریخت بسے رشتهٔ دُرِّ ثمین ‏ گشت بیک رشته سر رشته زمین

موسمِ نوروز ہواے شراب ‏ شاهِ جہان مست و مخالف خراب

جام ہمی خورد ہمی بود شاد ‏ شاد ہمی کرد جہان را بداد

ہرچه زر و جامهٔ نوروز بود ‏ توسنِ تندش ادب آموز بود

بخشش خود کرد ز اندازه بیش ‏ باز بدو داد که آورد پیش

ہر که چو گل کرد به بزمش گذر ‏ برد بسے دامنِ پر سیم و زر

زر بخوشی داد شمارے نبود ‏ خوشتر ازان ہیچ بہارے نبود

بادِ شگفته گلِ بخشش مدام ‏ بادهٔ گل بوئے مدامش بجام

نغمه زنش زہرهٔ پرده شناس ‏ نغمه گری کرده بچندین سپاس

یافته در گوش ہمایونش جاے ‏ این غزل از مطربِ بربط سراے

غزل

گل امروز آخرین مشت برخاست ‏ بجام لاله مجلس را بیاراست

نشسته سبزه زیر سو در چپ گل | ستاده سرو زان سو جانب راست
صبا می رفت و نرگس از غنودن | بهر سوئے ہمی افتاد و می خاست
من اندر باغ بودم خفته با یار | بنام ایزد چو ماهِ بے کم و کاست
چو رفتن خواست از پہلوئے خسرو | برآمد از دلم فریاد بے خواست

عزمِ سلطان بسوئے ہند پایانِ بہار
راندن از شہر چو انبوہیِ گل از بستان

چوں حمل رفت بثور آفتاب | پخت ہمہ از پروین زتاب
از شرفِ خویش برون راند رخش | وز شرفِ ماه طلب کرد بخش
نقطۂ پرکار حمل را گذاشت | چوں حمل از نقطه نشانے نداشت
رفت جہاں را ز عدالت مزاج | جست در آغازِ حرارت علاج
کشتِ ربیعی بدرود او فتاد | مرغ بہر کشت فرود او فتاد
خوشۂ پُر شد به تواضع گری | خوشۂ خالی بزبان آوری
خوشۂ نر پیری چو شد اندر سلام | از ہمه کس یافت درودے تمام
از پئے کلمرغ[۱] جہاں می گذاشت | خوشۂ گندم بزبانش بداشت
سینۂ کنجشک بجائے درو | گشت پُر از گندم نو جو بجو

---

۱ کلمرغ بکاف تازی نوعیست از کرگس سرخ سر که بر سرش پر نباشد ۱۲

خرمنِ دہقاں بفلاک سر کشید
سنبلہ در تودۂ خود در کشید

سبزہ در پاشش زمرّد نمائے
کاہ شد از زردی بل کہربائے

سرو سر از حلمِ گلستاں نبرد
نعمتِ دیدار غنیمت شمرد

ہر چہ گل آخر شد و عمرش گزشت
اوّلِ عمرِ شہِ آفاق گشت

شاہ بر آئینِ خود از جامِ جم
خونِ بد اندیش ہمی کرد کم

پے بہ پے از شرق خبر می رسید
وین خبر از ہر ہمہ بر می رسید

مصلحتِ ملک ز رائے درست
ہر چہ صوابست ہمی باز جست

کز پئے آں کار بتدبیرِ خویش
حیلہ چہ سازد کہ بخیزد ز پیش

خود کمرِ کینہ کند استوار
باز پئے رزم فرستد سوار

کارشناسی کہ دراں راز بود
پردہ ز تدبیر بر انداخت زود

گفت کہ از صد سپہ کینہ خواہ
آں نہ سزد کز تنِ تنہائے شاہ

لشکرِ شہ گر چہ بود فتح یاب
شاہ بباید ز پئے فتح باب

گرچہ کہ سیارہ بود شب فروز
لیک ز خورشید تواں یافت روز

گرچہ کہ صد جوئے بیک جا شود
سیل شود لیک نہ دریا شود

شاہ در آئینۂ رائے منیر
نقش ہماں دید و ندیدش گزیر

در وسطِ ماہِ ربیعِ نخست
عزمِ سفر کرد بمشرق درست

صبح چو بر زد علمِ آفتاب
لشکرِ سیارہ فرو شد بآب

کوسِ عزیمت زد و شهریار — لرزه درآورد بروئین حصار
دمدمه را کرد دمامه بلند — دم بدم نائے دمادم فگند
کوچ سپه کرد شه از شهرِ نو — داد جهان را ز ظفر بهرِ نو
لشکری از ذرّهٔ خورشید بیش — ذره بدنباله و خورشید پیش
از اثرِ جوششِ چندان لشکری — لرزه اثر کرد بتحت الثری
کرّهٔ گل شد چو فلک بیقرار — کرّهٔ گل گشته فلک از غبار
از سُمِ اسپان که زمین کرد چاک — کوه درآمد بتزلزل چو خاک
یافت سراپرده در آن جا مقام — دشت درآمد ز رسنها بدام
گردِ سراپردهٔ صحرا نشین — دست زد او تا بدو حبل المتین
باز همه رسمِ خوشی ساز کرد — زو همه عالم خوشی آغاز کرد
باده فرو ریخت بجامِ طرب — جرعه بنوشید زمین با ادب
هر چه زمین در شکمِ گنج سنج — خاک ببر کرده همی خورد گنج
خاک بهر جرعه که زان جا چشید — زر همه از پردهٔ صحرا کشید
بود در آن مجلسِ فرّخ اثر — گنج همه زیرِ زمین بر زبر
خاک نگر تخته دگرگون گرفت — کز تهِ گل زر همه بیرون گرفت
شاه بدولت خوش و عالم بکام — از خوی پیشانیِ گل شسته جام
جام چو بر دستِ شه آورد پای — غرقِ عرق ماند ز هیبت بجای

گرچه همی خورد بسے جام بخت	هم بتغافل نرمد از کارِ تخت
مست نمی شد که ز رائے صواب	عقل زبر دست شدش بر شراب

مستیِ او مایهٔ هشیاریش	خفته همه خلق ز بیداریش
خواست گلِ فتح بهندوستاں	لاله شگفتش ز دگر بوستاں
لشکرِ کافر کُشش بالا نورد	از عقبِ کوچ در آمد چو گرد
بار بک آمد ز مصافِ مغل	بسته گلوہائے مغل را به غل
طوق بگردن همه چوں فاخته	غلغلے اندر گلو انداخته

در خمِ هر سلسله صد سگ اسیر	سلسله از حلقِ سگاں در نفیر
اسپ تتاری که بدندانِ تیز	بر کند از شاخِ گیا رستخیز
شیرِ پهن سینه و کوتاه دُم	سوده سرِ گاوِ زمیں زیرِ سُم
شاه بداں مژدهٔ دولت که یافت	باده طلب کرد و بمجلس شتافت
ز اوّلِ روزش ز طرب تا بشام	دور نشد مے ز کف و لب ز جام
خورد مے و گنج بمحتاج داد	بس گهر و زر که بتاراج داد
گاه بهر جرعه گهر مے فشاند	گاه بهر زمزمه زر مے فشاند
عمرِ ابد باد بعیش اندرش	ویں غزل اندر لبِ خنیاگرش

غزل

دوش ناگه بمنِ دل شده آں مه برسید	دل بمقصود خود المنة لله برسید

باز می گفتم و افسانۂ ہجران با خویش — تا بدان لحظہ کہ بالای سرم مہ برسید
از پئے کوری آن کس کہ نیاز دیدن — مژدۂ نورِ بصر بر منِ اکمہ برسید
آمد آن روشنیِ چشم باستقبالش — مردمِ دیدہ دوان تا بسرِ رہ برسید
آمد آن سادہ زنخ بر منِ بیہوش زد آب — بر سرِ تشنہ نگہ کن کہ چہ سان چہ برسید
گریہ بر سوزِ منش آمد و بر سوختگان — این چہ بارانِ کرم بود کہ ناگہ برسید
دل شد از منِ بیمار و بپرسش نامد — چون خبر یافت کہ جان می دہم آنگہ برسید
می کشیدم سرِ زلفش ز قفا جانبِ روی — تا شبِ تیرہ بنزدیکِ سحرگہ برسید
خسروا گر رسد ابلہ بہ بہشت این چہ عجب — عجب این بین کہ بہشتی بتو ابلہ برسید

ذکر باز آمدنِ قلب شب از قتلِ مغل
ہمچو گرگان ز رمہ یا علم از بر خان

صبح چو بر شد بسریرِ سپہر — گرد کشادہ بجہان چشمِ مہر
بارِ گران دادہ فلک را ز گنج — تا فلک از بارِ زر آمد برنج
شاہِ فلک مرتبہ زان گنج بار — داد برا ورنگ چو خورشید بار
مہ ز فلک چتر کشِ شاہ شد — چتر ہمسائگیِ ماہ شد
صف بکشیدند ملوک از دو سوی — ہر ہمہ بگروہ شدند از دو روی
طبل زنان بارگی و لشکرش — و آنچہ بد از لشکرِ شہ یاورش

آمده پیرامن داخل ستاد | شد علم داخل از او پرز باد
رمل صفت لشکر و جمسره[1] علم | داخل نصرت شده از وی حشم
چون گره بر کوس مسین داد بوس | زد مس او باد زر روینه کوس
کوفت چو آن کوس شغبناک را | گوش فتاد اشتر[2] افلاک را
از سر داخل یل[3] کافر شکن | گشت پیاده چو گل اندر چمن
داد شهش خلعت گلگون بپر | گل ز زر دشبنم او از گهر
قند ز زر زرین چو فلک مو بمو | فرق بموئے ز فلک تا بدو
جامهٔ خز جوهرش از جفت طاق | جوهر فرد آمده بالاتفاق
جوهر[4] آن جنزو که فردش لقب | یافته تقسیم جنزو این عجب
در صفا و جمله سران نبرد | رنگ برنگ از سلب سرخ و زرد
موے میان در کمر زر شده | رشته بیاقوت و گهر در شده
هر چه که بودند امیران شاه | هر همه در چرخ چو خورشید و ماه
کارگزاری که بقیمت گران | جائی کارگزاران جهان
بسکه خوے داد خوی از تن برو | آب چکید از تن خوے آب گون

---

[1] بزبان ترکی سرخ علم ۱۲ [2] فلک را بوجه کوزه پشتی به اشتر هم تشبیه دهند ۱۲
[3] پهلوان و شیر مبارز ۱۲
[4] جوهر آن جنز که لقبا و فرد است ۱۲

صاحبی از موج برآب دگر — بر تنِ دریا صفتانش گذر
خاره بر اندامِ کسے خود نه سود — معدنی لعل کم از خاره بود
جمعی ازین گونه کمر آراسته — چشمِ بد از دیدنِ آن کاسته
صف زده با تیغ زنان دگران — گشته بدرگاهِ شهنشه روان
بانگ برآمد ز نقیبانِ بار — پرده برانداخت ز در پرده‌دار
راستی آمد بمقامِ لعال — کرد بسجده قدِ خود را هلال
هر کس ازان سجده که حالی نمود — صورتِ آن صورتِ قالی نمود
ز اهلِ سپه تا بخداوند کوس — یافت همه کس شرفِ دستبوس
از پسِ آن خدمتی آمد به پیش — هدیهٔ شاهانه ز اندازه بیش
جام زر و جامهٔ زرین علم — با تحف و اسپ و طرائف بهم
حاجب فصل آمد و تفصیل داد — کرد مفصل همه در فصل یاد
خدمتی اندر محلِ عرض گاه — گشت چو مقبول باقبالِ شاه
عرض در آمد با سیرانِ رزم — کز پیِ شان لشکرِ شه کرد عزم
کافرِ تاتار برون از هزار — کرده دگرگونه با شتر سوار
سخت سرانی بوغا سخت کوش — هر همه پولاد تن و پنبه پوش
رشے چو آتش کله از پشمِ میش — آتشِ سوزان شده با پشمِ خویش
سر تراشیده ز بهرِ قلم — زان قلم انگیخته خذلان رقم

رخنه شده طشتِ مس از چشم تنگ   دیده در انداخته در رخنه سنگ
زشت‌تر از زنگ شده بوی‌شان   پست‌تر از پشت شده روی‌شان
چهرهٔ شان دبهٔ نم یافته   جاے بجا کنجلک و خم یافته
از رخ تا رخ شده بینی پهن   واز کله تا کله لبالب دهن
بینیِ پر رخنه چو گورِ خراب   یا چو تنورے که ز طوفانِ آب
موے ز بینی شده بر لب فراز   سبلتِ شان گشته بغایت دراز
ریش نه پیرامنِ چاهِ زنخ   سبزه کجا بر دمد از روے یخ
گرد زنخ‌شان ز محاسن کنار   اهلِ زنخ را بمحاسن چه کار
سبلتِ چون سیخ چو تماج[1] ردے   رشته همین نعمتِ شان در گلوے
از سپشان سینه سفید و سیاه   کاشته کنجد بزمینِ تباه
روغن اگر خلق ز کنجد چشید   کنجدِ شان روغن از ایشان کشید
بر تنِ شان از سپشِ بی‌شمار   پشت چو کنجیت شده دانه‌دار
پشت چو کنجیت سزاے درفش   چرم قفاگاه سزاوار کفش
نیم تن از موے بره در خراش   نیم سر از بیم سپش در تراش
بیرقِ لعنت ز سر افراخته   پرچم[2] و طاسیش ز سر ساخته
خورده سگ و خوک بدندانِ بد   هر همه دندانِ خرد[3] بی خرد

---

[1] قومی از مغلان ۱۲ [2] پرچم قبه را گویند یعنی بیرق ایشان همین سر ایشان بود ۱۲
[3] دندان خرد که آن را در عربی ضرس العقل و در هندی عقل داڑھ گویند ۱۲

گشت[1] بلی گو همه بر بانگِ نی — همچو زنان نوحه کنان پی به پی
از روشِ موی شان پرورش — از عفن و پاشن سنسن خورش
قصه شنیدم هم از ایشان که گر — این بکند سقی بخورد آن دگر
خوردنِ سقی را چو پلی اندر پذاند — عیب نگیرم که بترک سقی اند
[غازی نگس — نام ولایت]
مائده شان از خورش زشت قی — وان که به بلبند قیش آید پیی
اصل ز سنگ لیک بزرگ استخوان — گر به یخنی نشده بر رسی خوان
کوه تنا سی نشتر کرده جای — کوه شده بر سرِ کوهان بپای
تشنه تعجب ز ان همه روهای زشت — کاین روشان ز آتشِ دوزخ سرشت
دیو سپید آمده هر یک بر شی — خلق بلا حول زهر جا به سوی
رخت چو بربست اسیرانِ بار — در عددِ کشته در آمد شمار
سر ز لبرِ نیزه بپی داشته — سر ز پسِ مردگی افراشته
نیزه سر افراخته از حد برون — بیشتر از نی به نیستان درون
پوست درون کرده پر از کهِ لیسی — از جسی افتاده به دیگر جسی
بر سرِ چوبی سرِ پرکه[2] شده — تلخ بر آن غرّه موجب شده
چون سخن از سر زدگان قطع گشت — پیچشِ سررشته بپایان گذشت
اسپ چه گویم همه تاتاری اصل — بند به بندش هنر گرد وصل

---

۱ بلی گو یا بلی زن سرائنده و خواننده ۱۲ ۲ هر سه انواع گیاه بسیار بدطعم و زشت بو ۱۲

گوش سناں ساختہ پرچم زموے
پرچم سربستہ بہ زیر گلوے

کاسہ سمانی ہمہ صحرا نوش
تلخ کمیتانِ برآوردہ جوش

سخت چو سنگے تنِ کشتی نماے
کشتیِ سنگی و بآب آشناے

چوب شدہ از روشِ ذی قیاس
کرسیِ چوبیں شدہ زیرِ پلاس

باد بہمراہیِ شاں گشتہ لنگ
یافت زہر پاے عصاے بجنگ

چوں بگیا در زدہ دندانِ پیش
بیخِ زمیں کندہ زدندانِ خویش

لقمہ شود کوہ بمیدانِ شاں
سنگ نیاید تہِ دندانِ شاں

چوں فرس افسار بآخور سپرد
میرِ سلاح اسلحہ را پیش برد

تیر و کماں را چہ تواں وصف کرد
ہر سرِ پیکاں[۱] ز بلا آب خورد

بیلکِ[۲] شاں از سرِ چوبِ سپید
برگ بروں آمدہ از شاخِ بید

یافتہ از کلکِ خطائے عطا
وصلِ خطا کردہ و دور از خطا

سخت کمانہاے تتاری شکنج
آمدہ از چوبِ[۳] اتابک برنج

ہر کہ بہر گوشۂ او خانہ ساز
خانہ شدہ کوتہ و گوشہ دراز

بود نہ چنداں کہ تواں برشمرد
رفت سلاحی بسلح خانہ برد

آمدہ فتح چو از پیش رفت
ہر گہرے در محلِ خویش رفت

پیل طلب کردہ شہِ پیل زور
کاوروں آں سبے بمکانِ البشور

---

۱ پیکاں آبِ بلا خوردہ بودند ۲ بیلک مصغر تیر شکاری و فیلک بالفا و سستے از و ۱۲

۳ چوبِ اتابک چوبے کہ بدو گردشِ کمان راس کنند ۱۲

گشت رواں پرہ پیل از شکوہ — خاک بلرزید و بجنبید کوہ
پاے کشاں شد جل زرّینہ طرز — دامن کہسار درآمد بلرز
ہر یک از یں گنبد زنگیں بپاے — در رخ صحرا شدہ گنبد نماے
تا تش بہ پیشِ نظر آید بدی — گورکند زیر چناں گنبدی
از دہلِ ہندی و از کرناے — وز شغب طاس و نفیرِ درلے
شد ہمہ روے زمیں اندر خروش — در سرِ ہر پیل گراں گشت گوش
پیل کزاں غلغلہ آواز داد — کوہ تو گوئی کہ صدا باز داد
پیکرِ ستان پیش شہ ارجمند — بست سدے پیش سکندر بلند
شاہ بفرمود کہ بردند پیش — گاو قوی ہیکل و نرگاو میش
بستہ فگندند دو گا نرا بہم — پشتِ زمیں شد ز گرانی بخم
پیل بیک حملہ کہ جنبش نمود — ہر دو بیک گوشۂ دنداں ربود
یک بدنداں چو یکیں در گرفت — گاو زمیں را ز زمیں بر گرفت
گاو کزاں کوہ ببالا پرید — چوں برکوہی بہ بلندی رسید
دور چو بگذشت ز گاو میش و گاو — شد سجہ افسار مغل کاوکاو
رشتہ کہ دادند بدیناں دراز — رشتہ گرہ ہاے دگر کردہ باز

لہ بمعنی جست ۱۲ — ۲ یعنی ہر پیل کر شد ۱۲ — ۳ آوازے را کہ از کوہ و گنبد باز آید صدا خوانند ۱۲ — ۴ خر افسار رسنیکہ در گردن سگ وغیرہ بندند ۱۲

هر گرهی سخت کزان رشته داد　　پیل بدندان گرهش برگشاد
خرد شدند از تهِ کوهِ گران　　گرچه که بودند بزرگ استخوان
پشت بپشت ارچه که از بهرِ جنگ　　آمده بودند کمر بسته تنگ
گشته همان نوع شده تن بتن　　بسته گره پشت بپشت از رسن
شاه بفرمود که ده گان هم　　سخت به بندند شکم بر شکم
پیل کزان جمله برون تاختند　　آن همه را پیشِ وی انداختند
تن بزمین کرد زمالش[1] رحیل　　سر بهوا رفت چو بالشت[2] پیل
گر سر و پاشان ببریدی نه بیش　　فال گرفتندی ز احوالِ خویش
فال نگه کن که کجا سر کشید　　وان سر و پا بین که کجا ها رسید
چون تنه چند ز امیرِ صده　　دست اجل داد بدام و دده
وانچه دگر ماند شهنشاهِ دهر　　کرد روان از پیِ تشهیرِ شهر
روز بدان مشغله مشغول بود　　گاه کرم گاه سیاست نمود
چون فلک از شیشهٔ خود گاهِ شام　　جام فرو برده بدورِ مدام
هم بفرو بردنِ جام از درون　　داد همه گوهرِ خود را برون
شاه طلب کرد شرابِ رحیق　　شیشه در آمیخت گهر با عقیق
شد لبِ قرّابه ز می خون فشان　　گشته رگِ چنگ بجوشش کشان

---

[1] یعنی از مالیدن پیلان ۱۲　　[2] تکیه، در اداء پیلان را تعلیم به بر انداختن تکیه می کنند ۱۲

تری نم گشته مرکب برو د — نام ترنم شدش اندر سرود
نور نشاط از افق جام تافت — شه ز می وسے زلبش کام یافت
باد همه وقت بشادی و ناز — باده کش و خصم کش و بزم ساز
گفت همی زهره بربط زنش — این غزل تر ز زبانِ منش

غزل

تیغ برگیر تا ز سر برهم — تیر بکشاے کز نظر برهم
آشکارم بکش که تا بارے — هم ز سر هم ز دردِ سر برهم
خشم کن تا بمیرم اندر حال[1] — از تو وز خویشتن مگر برهم
باخودم جرعهٔ بخش از لب — تا ازین عقلِ حیله گر برهم
بیتو دایم چگونه باید زیست — اگر از مرگ پیشتر برهم
گفتیم خوش بزی و عشق مباز — زنده از دستِ تو اگر برهم
وه[2] که شب در میان کنم هر دم — از تو روزے کہ ای پسر برهم
جور کردی یا آه رخصت ده — بو که از سوزشِ جگر برهم
غمِ خسرو بگو میت که اگر — از رقیبانِ بے هنر برهم

[1] اے علی الفور و بلا تاخیر ۱۲
[2] کلمهٔ تعجب ۱۲

نامزد گشتن لشکر بزرگ سوے اودھ

صد سر افراز و ملک باربک اندر سر شاں

کرد چو شب نوبت خود را تمام | صبح[۵۱] دہل برد بہ بالاے بام
نوبتے شاہ شد اندر عمل | نوبت او شد بدما مہ بدل
لشکر اقلیم ستاں کوچ کرد | چرخ و زمیں ہر دو یکے شد ز گرد
ماہ علم بعدِ دو منزل بعون | عکس نما شد بلبِ آبِ جون
کرد تہی آں سپہ اندر شتاب | ہم ز زمیں کاہ ہم از جون آب
گرد چناں کرد دراں رہ اثر | کآبِ رواں تیرہ نمودش بدر
گرد سپہ بس کہ بجون او فتاد | جون جزیرہ شد و پایاب داد
گر بدے آنجا دو سہ روزے مقام | بستہ شدی پل ز غبارش تمام
آمدہ با لشکر دریا شکوہ | رفت بپایاب گروہا گروہ
عبرہ[۵۲] شہ داد بیک روز عون | عبرہ[۵۳] یک روزہ عالم بجون
شہ ز لب جون سپہ را بخواست | دور نشد دست چپ از دست راست
روز دگر چوں فلکِ آبگوں | داد رواں چشمہ خود را بروں
کوکبہ شاہ رواں شد ز آب | کرد سوے منزل جیور شتاب

---

[۵۱] یعنی صبح بلند شد و برآمد ۱۲ [۵۲] یعنی درآمد شہ یک روز عون داد جون را ۱۲
[۵۳] بالکسر خراج و بالفتح گذار شدن ۱۲

منزل چیور ز نزول سپاه — ماند تهی از علف و از گیاه
حکم چنان رفت ز زرّین سریر — کز صف لشکر زد و سو چند امیر
نامزد و باربکِ درگهند — در همه تدبیر بد و همرهند
باربک و تیغ زنانِ سپاه — طبل زنان پیش گرفتند راه
کوچ بکوچ از شدن بے درنگ — لشکر شان رفت گذارے گنگ
گرم بآبِ سرو در رسید — در سرو رفت عنان در کشید
پیش درآمد ز بزرگان پیش — چند ملک با سپه و ساز خویش
خان کره چهجوے کشور کشاے (سردار ۱۲ — برادر غیاث الدین) — کز لب خانان کره بستش بپاے
چند هزارش ز سوار نبرد — ساختهٔ هر چه نخیزد ز مرد[۵ل]
خان عوض نیز بفرمانِ شاه — کرد بیک جاے فراوان سپاه
باربک و شان همه یکجا شدند — ساختهٔ کار مهیا شدند
لشکر شان شد ز صف باشکوه — از لب آب سرو پیشش کروه
تیغ زن مشرق ازاں سوی آب — تیغ بروں آخته چوں آفتاب
در همه خشکی و تری لشکرش — بُرده ز عالم همه خشک و ترش
یافت خبر ز آمدن آں سپاه — کز پے شمشیر بریده است راه
از غضب افگنده برابرو گره — وز پے کیں کرده کماں را بزه

۵ل هر قدر که مردانگی از مرد بظهور آید یا قدر که سلاح مرد بردار و آنها بر داشته بودند ۱۲

جست رسولے کہ گذارد پیام — ہر چہ بگویند بگوید تمام

گر سخن از صلح بود یا نبرد — کم نکند ہیچ ز نیروے مرد

دید کہ کس نیست ز برنا و پیر — در خور این کار چو شمس دبیر

پیش طلب کرد پیامے کہ خواست — سوے مخالف ز کرشے کرد راست

کین منم اینک شہ مشرق کشای — بر حد مغرب شدہ تیغ آزمای

آنکہ علم از سر مغرب کشید — پایش ازین پایہ[۵۱] بمنصب رسید

لشکر آن ملک غلام من ست — خطبۂ آن تخت بنام من ست

ملک ز من چشم[۵۲] مرا داد نور — خانۂ خویش ست ز رفت ست دور

رشتۂ من گر بگہر برد سر — مالک[۵۳] آن سلک منم در گہر (در اصل)

آنکہ برآرد ز میانہ غبار — تیغ بدست ست مرا آبدار

اے کہ بپیش آمدی از راہ دور — کین نتوان گفت مگر در حضور

چون تو نمک خوردۂ از خوان ما — دست چہ داری ز نمکدان ما

چون تو نمک در ہمہ مذہب حلال — گر تو حرامش کنی اینک وبال

گر پسر از غیبت من ملک یافت — روے نخواہد ز پدر باز تافت

ہم تو کزین راہ ترا آگہی ست — وارث این ملک ندانی کہ کیست

گر دگرے در محل من بدے — تیغ منش بر سر و گردن زدے

---

۵۱ یعنی از مرتبۂ من ۱۲ ۵۲ یعنی نسبۂ زند را بادشاہی ۱۲ ۵۳ مالک آن بادشاہی ۱۲

لیک چو هم چشمِ[۱] من این نور برد | چشم خود از خود نتوان دور برد
من ز پدر فرّ پدر یافته | تاج دریں ملک پسر یافته
چوں کلهم را بسرم شد پناه | کس نرباید ز سر خود کلاه
هر که فرستادهٔ آں درگه است | بندهٔ موروثِ درِ ایں شه است
بنده که با شاه شود کینه جوے | خلق چه گویند۔ تو هم خود بگوے
خود که تواند که دریں داوری | پیش من آید بزباں آوری
ایں قدرم دست دریں کار هست | کت بنمایم بچنیں کار دست
لیک چو من با تو شوم همعناں (برابر) | فرق چه گوئی چه بود درمیاں
مس که زر اندود کند زرگرش | کس نستاند بهاے زرش
عیبِ ترازوست که چوں برکشد | آهن و زر هر دو برابر کشد
نے ز فرستاده دلم عیب جوست | آنکه فرستاده۔ عتابم بروست
در دلم آید که برآیم به تیغ | خوں بدلِ خاک دهم بیدریغ
مشرقیم هندیِ[۳] (شمشیر ۱۲) من چرخ تاب | کس نزده تیغ به از آفتاب
لیکنم ایں پایه زیانِ خود است | حرمت تو نیست از آں خود است
گر سپهم در تو رساند گزند | جان من است آنکه بماند نژند
ور ز تو در قلب من آید غبار | هم تو شوی در رخ من شرمسار

---

[۱] فرزند من پادشاه شد ۱۲ [۲] یعنی در حالت حیات خود غیاث الدین مرا مرتبه پادشاهی داده بود ۱۲
[۳] هندی تیغ دو رویه دپولاد هندی رمز آفتاب زیرا که آفتاب هم دو رویه است ۱۲

باش که تا در رسد آں کینه کوش — مهر مرا بیند و ماند خموش

رفته فرستاده و برد این پیام — گفت بلشکر کش کشور تمام

خان سپه باربک تیز هوش — کرد چو زاں گونه پیامے بگوش

در خور آں داد جوابے سره — سخته بمیزان ادب یکسره

گفت ازیں بندهٔ حضرت پناه — سجدهٔ تعظیم رساں پیش شاه

باز نما کاسے بسر بر سرے — یافته از تاج گهر برترے

تاج ترا از گهرت باد نور — چشم بد از گوهر تاج تو دور

من که فرستادهٔ شاه خودم — بر خط اخلاص گواه خودم

شاه که از تاج کیاں سرکش ست — تخت پدر داشتن نگه زاں خوش ست

غیبت تو جاے تو نگذاشت ست — غیبت ازیں به که نگهداشت ست

شیر دگر در پئے ایں صید بود — شیرے او بیں که چگونه ربود

نامزدم کرد که در هر دیار — دشمن او را ندهم زینهار

زانچه اشارت بمن ست از سریر — تیغ گزارم که ندارم گزیر

گر دگرے پیش من آید به تیغ — تیغ خورد از من و از خود دریغ

ور نه تو از دور بینیم حضور — گر نه گریزم شوم از پیش دور

عطف کنم لیک نه از بیم کس — از پئے تعظیم شکوه تو بس

---

۱ از فرزند تو ترا تاج ترا نور شده است ۱۲

۲ یعنی من با معز الدین بدل و جان موافق هستم ۱۲

رفت فرستادهٔ و رازِ نهفت   هر چه که بشنید بشه باز گفت
شه چو خلافے ز مخالف ندید   زانچه همی گفت زبان در کشید
دست بے برد و بیاراست بزم   دور شد از پیش همه سازِ رزم
گشت بمیدان طرب ناشکیب   بس که گران شد ز کمیتش[۱] رکیب
باده همی خورد بر آئین کے   گنج همی داد بهر جام مے
گنج بر درج ولے گنج سنج   در کششِ گنج همی برد رنج
لعل فشاں ساقیِ زرّیں کمر   گشته چو خورشید فلک لعل گر
شاه براں سو بطرب گستری   باریک ایں سوے بعشرت گری
ساغر ضحّاک همی خورد شاد   از کرم شاهِ جہاں کیقباد
باد خوش از بادهٔ شادی سرش   شاهد دولت بکنار اندرش
ساز طرب مطرب او را چنگ   بر دل زهره شده زو پرده تنگ
کرده بگوششِ غزلِ من عمل   حال منش گفته بگوش ایں غزل

غزل

از دل پیام دارم بر دوست چوں رسانم   آنجا که اوست جاں را پنهاں دروں رسانم
گفتی که جان خود را کس چوں بکیں رساند   گر در حضور باشی دانی که چوں رسانم

۱؎ عبارت از شراب پیالہ ۱۲

آں بادرا کہ جاناں از تو جوابم آرد — یک جاں اگرچہ باشد صد جاں فرو رسانم

جاں می بری ز سینہ دارد گرانی از غم — تو دست خود مرنجاں تا من برون رسانم

گیرم جواب ندہی دشنام گوے بارے — تا من بداں عنایت دل را سکون رسانم

آنجا کہ کشتہ شد دل شمشیرِ تیز برکش — تا سر نہم ہمانجا خوں را بجوں رسانم

حکم ار کنی بمردن بر دیگراں تو دانی — لیکن اگر بخسرو فرما کنوں رسانم

صفتِ موسمِ گرما و برہ رفتنِ شاہ

ابر بالاے سر و باد بدنبال دواں

(ابر: عبارت از چتر — باد: عبارت از اسپاں)

خانہ چو خورشید بجوزا گرفت — رفت درانخانہ درون جا گرفت

رفت درانخانہ تیر از مسیر — محترق[1] از آتش خورشید تیر

باد ز جوزا[2] شدہ آتش زہر — سوخت جہانے ز زمیں تا بسپہر

چرخ چو شد صیقلی تیغ خور — بست ز جوزاش دو رو[3] یہ کمر

خانہ ز خیش[4] از خنکی و تری — یافتہ از خرگہ مہ برتری

اختر بد مہر فلک گرم کیں — گرم شدہ مہر[5] فلک بر زمیں

مہر ز جوزا (آفتاب) بدو رو (دو پیکر) گرم خوے — گرم[6] بود ہر کہ بود از دو روے (منافق)

---

[1] یعنی با ہر ستارہ کہ آفتاب قران کند آں ستارہ را محترق خوانند مگر ماہ و عطارد اکثر اوقات در احراق باشد ۱۲

[2] چوں آفتاب در جوزا در آید باد گرما بسیار باشد ۱۲ [3] بسبب دو پیکر دو رو یہ گفت ۱۲

[4] خیش نوعے از کتاں کہ در گرما از و خانہا آراستہ کنند ۱۲ [5] سقف و آفتاب ۱۲ [6] کثرت التوضیح من الفاقد ۱۲

هر دم صبحے کہ دما دم گرفت — آتش خورشید بعالم گرفت
دشنہ کہ خورشید زدو سایہ خورد[1] — در سپر سایہ بسے رخنہ کرد
ماند دراں رخنہ ز آتش نشاں — چرخ بہر رخنہ شد آتش فشاں
بسکہ شد روز جہاں راز تاب — دیدہ نشد نقش شب الا بخواب
صبح ہم از تافتن شب برست (گرمی ۱۲) — طالب شب گشت چراغی بدست
تافتہ از گرمی خود آفتاب — تابش او کردہ جہاں را بتاب
شب شدہ چوں روز وی اندر گداز — روز چو شبہائے زمستاں دراز[2]
بیش بقا روز بمانند سال — بیش بقا تر شدہ بعد از زوال
تیزے خورشید ہم از بامداد — کرد حک از کاغذ شامی سواد[3]
خلق کشاں در پیٔ سایہ رخت — سایہ گریزاں بہ پناہِ درخت
جانب سایہ شدہ مردم رواں — سایہ بدنبالۂ مردم دواں
بسکہ شدہ سایہ زگرمی سیاہ — گرم[4] ور انداختہ خود را بچاہ
خواست کند خلق زگرمای خویش — در پیٔ سایۂ خود جای خویش
لیک ز تاب فلک تابناک — سایہ[5] شناند از تن مردم بخاک
گرم چناں گشت ہوا در جہاں — آتش گویند بسوزد زباں[6]

---

[1] اے سایہ پارہ پارہ شد ۱۲ [2] در ماہ دے چوں آفتاب در قوس رسد روز کوتاہ و شب دراز گردد ۱۲ [3] کاغذ شام نیلہ رنگ میباشد کنایہ از روز ۱۲ [4] تتاب یا سوزاں ۱۲
[5] وقت استوا آفتاب ۱۲ [6] یعنی اگر لفظ آتش بر زباں آرند زبان بسوزد ۱۲

خوں برگ مرد زبوں آمده | خوے شد از پوست بروں آمده
پاے مسافر بره گرم دور | ز آبله پر قبّه چو نانِ تنور
ز آتش گرما که شد از سر جواں | آہوے صحرا شده آہوی خواں (بریاں ۱۲)
چوب شد از غایت خشکی نبات | از پے یک شربت آبِ حیات
سبزهٔ دُرپاشِ زمرد نماے | کاه شده بلکه شده کہرباے
خشک شد اندام گل از رنج باد | باد ورا اندام کسے را مباد
لاله سیه گشت ز خشکی چو مشک | خون بسیاہی کشد از کشت خشک
سنگ که آتش ز وے آید بروں | ماند ز خورشید در آتش دروں
باد زنه دست بدستِ ہمه | وز دم او باد بدستِ ہمه
یافته دامے بطلسمی تمام | باد ہوا[1] کرده مسلسل بدام
اصل ز نخلے[2] که بمریم رسید | باد مسیحش بنفس ہم رسید
گرم ہوا بر سر ہر میوه زار | گرمی او پختگی آورد بار
بر سر ہر میوه ز تاب تموز | مرغ شده پخته خورد و خام سوز
ز آتش خورشید که شد میوه پز | بلبل و گنجشک شده میوه گز
خشک شده برگ درختاں بشاخ | میوهٔ تر گشته ببستاں فراخ

---

[1] یعنی معجزهٔ دم عیسیٰ در احیاء اموات ۱۲

[2] یعنی درخت خرما و باد زنه از برگهای او راست کنند دو آں شب که مهتر عیسی علیه السلام زاد درخت خرما که خشک بود بدعاے حضرت مریم آں سبز شد و بار آورد گویا که درخت را باد مسیح رسید که سبز شد ۱۲

صفت خربزه کز پر دلی انجا که بود
تیغ و طشتیش مهیا بسر آید غلطاں

خربزه گوئی که بصحرا و کشت / گوے ربود از ثمرات بهشت
گوے شکم بسته بچوگانش زه / گوئے بیکے بینی و چوگانش ده
سبز خطے در خط او موے نه / مشک وے مشک بهاں بوی نه
ساخته در آب کمانش کمیں / چاشنی و آبِ کمانش ببیں
رنگ[٥١] زهش سبز و کماں آبگوں[٥٢] / زه[٥٣] زبروں بسته کماں از دروں
بر سر هر میوه کله در شده / بهر کله را همه تن سر شده
از مزه گرد آمده در روے نبات / خام خضر (سبز ١٢) بخته چو آب حیات
گرچه از و چشم کساں درد کرد / روشنیِ چشمِ من ست آں نه درد
خلقِ جهاں با چنیں وقت شاه / داشته در سایهٔ چترِ سیاه
هیچ ز خورشید نبود آگهی / در کنف دولت ظلّ الهی
با چنیں آتش که بود سنگ نرم / بر سپه شاه نشد باد گرم
هیچ کسے را نه ز خورشید غم / سایه کناں بر سر لشکر علم
با همه تابی که نمود آفتاب / تافته از خیمه نشد یک طناب

---

٥١ یعنی خط سبز خربزه ١٢ — ٥٢ پر کاله خربزه یا مغز ١٢ — ٥٣ خط سبز خربزه ١٢

تاب خور از چار فلک درگذشت | خیمهٔ کیوش گذشته نگشت
پرتو خور نیز گہِ گرم گاه | در پسِ خیمه همی جست راه
لیک همه پرده کشاں بر طناب | تا نه رود چشمه درون آفتاب
گشته پر از خرگهِ شاهان زمیں | بر همه چوں مه شده خرگه نشیں
خانه که یک روزنش اندر میانست | از تفِ خورشید درو صد فغانست
خرگهِ شه بیں همه روزن تنش | پرتو خور درنشد از روزنش
خانهٔ چوبیں ز خنکی تری | یافته از خرگهِ[1] مه برتری
خلق ز گرما شده جویاے خیش[2] | کرده کتاں لرزه ز سرپاے خویش
لرزهٔ یک توے بهارے بتن | بر گلِ صد تو بدریده کفن
بس که کتاں در برِ شاهاں خزید | ماه سمارا بلت خود کشید
جامه تنک ساخته هر کس چو گل | خانه خنک داشته بر بوے مل
شه بگهِ کوچ همی شد چو شیر | چتر بسر کرده و توسن بزیر
تابش گرماش گزندے نداد | کش بزبر ابر بد و زیر باد
تند همی راند گشاده عناں | از گذر دشت شکار افگناں

---

[1] خرگه مه کنایه از برج سرطاں که خانه قمرست و آں برج بر فلک هشتم ست و یا مراد فلک اوّل که قمر بر فلک اوّل باشد ۱۲

[2] نوعے از کتاں که در موسم گرما می پوشند ۱۲

یوز روان گشته بهر سوے صف زو همه پُر خال شده رُوی صف
تند چو شیرے که بچاپک روی شیر همی گشت ز بے آهوئی
بود بسر پنجهٔ آهو رباے دست دراز یش بکوتاه پاے
سگ که بسے خون شکارے مزید داد بخصم (جزیه) ازبن دندان گزید[1]
رفتن خرگوش بصحرا چو باد بس که بسبک بازی روباه داد
از زدن تیغ سواران بوزن گشته بصد شاخ سرِ هر گوزن
گرگِ گریزان بوحل شد اسیر شیر نهان شد بنیستانِ تیر
گرگ که بارانش بسے بود یاد دید چو بارانِ خدنگ ایستاد
شیر بہ تب لرزه بُد از بیم مرگ بود گران روز و شب اندام کرگ[2]
بهر نهان کردن بالاے خویش غار کنان کرگ هم از پای خویش
خوک که دندان گرازی نمود طعمهٔ سگ شد ز گرازی[3] چه سود
لشکر ازین گونه جهان می نوشت ناحیه بر ناحیه بر روے دشت
تا علم شه بعوض در رسید از پئے دهلی عوضے شد پدید
نصب شد اعلام شهنشاه دهر برلب گهگر بحوالی شهر
گهگر ازین سو۔ سرِ ُوزان طرف از تفِ لشکر بلب آورده کف
روز دگر شاه بر آئین گشت آمده زان سوی عوض بر گذشت

---

[1] بمعنی جزیہ کہ از کفار ستانند ۱۲ [2] مخفف کرگدن (گینڈا) ۱۲ [3] بمعنی رفتار کہ از روے ناز و تکبر باشد ۱۲

گرد صفی بر لب آب روان | سو بهم پهلوی هر پهلوان
در عقب شاه سواری هزار | جمله سرانِ سپه و نامدار
تیغ زن مشرق ازان سوی آب | گرد چو روشن که رسید آفتاب
کوکبهٔ خویش چو مه راست کرد | ماه ازو کوکبه درخواست کرد
بر لب آب آمد و آراست صف | تافت دو خورشید ز هر دو طرف
چشم پدر بر پسرِ جگر گوشه تر | گوشهٔ هر چشم شده پُر جگر
در پسر از دور نظر در فگند | وز مژه در آب گهر در فگند
روی بدستارچه میکرد پاک | تا نچکد گوهر چشمش بخاک
دُر که بدستارچه شد بارها | رشتهٔ دُر گشت همه تارها
در عرقیه قطرات عرق | شبنم گل بود بروی ورق
دید چو شه سیل مژه بیکران | حاجب خود کرد بکشتی روان
گفت بحاجب که ازین چشم تر | مردمکِ چشم مرا ده خبر
نیست بتو حاجت دیگر سخن | خود سخن من ببر از اشک من
حاجب فرزانه بآنجا شتافت | نشست بکشتی و روان شد چو آب
چون بمیانِ سرُو در رسید | پور معزی ز کرانش بدید
گرچه بباطن اثر مهر داشت | لیک بظاهر نظر کین گماشت
دید بکشتیش بران گونه تیز | کاتشی برخاست ازان آب خیز

تیر برآورد زکیشِ خدنگ　　وز سرِ کیں کرد کماں را بچنگ

غرق درآورد چناں بر کشاد　　کاتشے از تیر بکشتی فتاد

گرچه که آں زخم بکشتی رسید　　خستگی زخم بدریا کشید

تیر که در کشتیِ شاں رخنه کرد　　از سر کشتی بته افتاد مرد

رفته فرستاده بصد حیله باز　　پیش شهِ شرق عیاں کرد راز

شاه که از خون خود آں زخم دید　　ناله چو آں تیر ز دل بر کشید

خشم همی گفت زکینش سخن　　مهر همی گفت که هے هے مکن

گفت بخود کای دلِ تنگ و خراب　　قلب شده نام تو از انقلاب

مهر چه جوئی بوفائے که نیست　　روی چه بینی بصفائے که نیست

چوں طلبی داردی چشم از کسے　　کز پئے چشمت خله دارد بسے

پیش که گویم ز خودم شرم باد　　کز پئے خونِ خودم اند رفساد

گشت چو فاسد بتنِ مرد خوں　　به که به نشتر کند از تن بروں

تیر که بر دیده رسد خوں بود　　دیده که خود تیر زند چوں بود

آنکه چنین ست نویدم ازو　　بهتر ازیں بود امیدم ازو

حیله چه سازم بچنیں کار تنگ　　با پسر خویش که کرده ست جنگ

گر پسرم را ز جوانی و ناز　　عزم براں شد که شود رزم ساز

من که جهاں دیده و کار آگهم　　چوں غلط افتد بچنیں جا گهم

گر رسد آزار نه ز تیغ منش | جان من آزرده شود در تنش
ور ز خدنگش بمن آید گزند | او هم ازین درد شود دردمند
ور نه زنم تیغ بران تیغ زن | حمل شود هم بزبونی من
چاره ندانم که درین کار چیست | بخت که داند که درین یار کیست
باخود ازینسان گله‌ها می نمود | وانچه سپهر گفت ز دل می شنود
روز چو در پرده بپوشید راز | راز برون داد شب پرده ساز
کرد همه شب گلهٔ آفتاب | کاوست ستم‌زاده و من زو خراب
بادشه شرق همه شب نخفت | جز گله زین سان که بگفتم نگفت
بود بحیرت که چو شب بگذرد | روز دگر چاره چه پیش آورد
گر پسر از تیغ گشاید زبان | چون گره صلح نهم درمیان
ور ز رخ صلح برافتد نقاب | معذرتش را چه نویسم جواب
تا بسحر بود بگفت و شنید | کز شب زاینده سحر آید پدید

ذکر پیغام پدر سوی جگر گوشهٔ خویش
سوی یاقوت روان گشتن خونابهٔ کان

چون دل شب حاملهٔ مهر گشت | بر شب حامل مه کامل گذشت
حامل یک ماهه نه بل یک شبه | تا جوری زاد وران کوکبه

رجبه

مهر سما گشت چو آبا سپهر	خون شفق گشت کشان سوے مهر
جست پیام آوری از آگهان	آمده و رفته به پیش شهان
گفت بدو نکتهٔ پنهان خویش	کرد تلقینش زبان دان خویش
کز پدر اوّل برسانش سلام	و آخرش آمین دعا کن تمام
وانکه از آئینه برون ده خیال	صورت این حال بگویش بحال
کای خلف از راه مخالف بتاب	تیغ بیفگن که منم آفتاب (فی الحال ۱۲)
در نسبا از ملک خلافت مراست	تو خلفی سر بخلافت[۱] خطاست
غصب مکن منصب پیشین ما	غصب روا نیست در آئین ما
از پدرم کے رسد این فن بتو	از پدر من بمن از من بتو
گر ز خود این نقش گرفتی بدست	سوے خدا بین مشو خود پرست
ور ز بد آموز رشد این ره پدید	گفت بد آموز نباید شنید
خصم بصد دست گر افسون کند	ناخن از انگشت جدا چون کند
دجله چو آمیخته گردد بنیل	هست جدا کردن آن مستحیل
کار شناسانت که پیر امنند	گر بزبان با تو بدل با منند
گر ز زر پخته دهی شان عیار	نیز ز خامیت کنند این شمار
آنکه شکوه منش اندر دل ست	خدمت تو کردن از و مشکل ست

---

[۱] خلاف بمعنی دشمنی و تاے خطاب ست ۱۲

تا بچمن سرو بود سایه دار — کس نخزد زیر گیا سایه وار
در غلطی با من ازین دم بترس — وز غلط اندازی عالم بترس
گرچه جهان جمله بدیدی چو روز — لیک جهاندیده نگشتی هنوز
گرچه کنی دعوی دانش ولیک — نیک بدانم که ندانی تو نیک
خردی و در کار خرد نارسید — درد سر خلق بیاری کشید
کودک اگر چند هنرپرور است — خرد بود گر همه پیغمبر است [له]
هر که درین ملک شبی روز کرد — بی ادبان را ادب آموز کرد
چون تو شب و روز ادب افزون کنی — بی ادبی با چو منی چون کنی
گرچه جوانی همه فرزانگی ست — این نه جوانی ست که دیوانگی ست
ای پسر ار چه پسری درخوری — لیک مکن با پدر این سروری
طفل شدی عمر چو طفلان گذار — جای بزرگان به بزرگان سپار
در بزرگ از پی تاج شه است — لولوی خرد نثار ره است
کسوت شاهی که تو داری ز پیش — شوکت من بنگر و بر خود مپوش
گرچه بگوهر (ذات) ز تبار منی — کی بمحل مرتبه دار منی
چشمه چه ار چه که بالا شود — چشمه محال ست که دریا شود
بر سر خوان آی که هم توشه — یاد نمک کن که جگر گوشه

له قال النبی علیه السلام الصبی صبی وان کان نبی ۱۲

خون منی و دل من مہر جوست — جوشش بسیار مکن زیر پوست
گوش کن این گفت مکن گفت کس — بشنو و مشنو سخن این ست و بس
رفت فرستادہ و بگذشت آب — کرد ازاں جوے بدریا شتاب
بادشہ روی زمیں کیقباد — بود ہم از اوّل آں بامداد
ہمچو گل از بالشِ خود خاستہ — جایگہِ بار برآراستہ
بارگراں داد گراں تا گراں — پست شدہ خاک ز فرق سراں
رفت رسول شہ مشرق چو باد — خاک ببوسید و زباں برگشاد
پردہ برانداخت ز راز نہفت — ہر چہ شہش گفت بشہ باز گفت

گفتنِ شاہِ جہاں پاسخِ پیغامِ پدر
قصۂ یوسفِ گم گشتہ بہ پیرِ کنعاں

شاہ ازاں چاشنی تلخ و تیز — تیز شد و تلخ ز روی ستیز
پاسخے انگیخت ز جنس پیام — قوت شمشیر و مدارای جام
گفت بجا جب کہ بشہ باز پوی — خدمت من گوی و پس آنگہ بگوی
کای سرت از افسر دولت بلند — رای تو از گنج خرد بہرہ مند
با منت از بہر تمنای ملک — خام بود پختن سودای ملک
ملک جہاں پختہ بمن شد تمام — کی دہم از دست بسودای خام

پختهٔ آخر دم خانان مزن | من ز تو زادم نه تو زادی ز من

تخت نه ز آباست مرا کز من ست | ملک عقیم و فلک آبستن ست

ملک گر از ارث بدی نی ز بخت | کی شدی پیشتر از تو بتخت

ملک بمیراث نیابد کسی | تا نزند تیغ دو دستی بسی

ور تو ز میراث پدر دم زنی | قصر سه جد راست ز من روشنی

هست ز یک سو بتو میراث شاه | من ز سه شاهم بتو میراث خواه

حضرت سلطان شهید کریم | خلده الله بجنان عظیم

راند چو در راه ابد مهد خویش | خواند و مرا کرد ولی عهد خویش

خود چو ازین عالم خود رای رفت | جای خودم داد و خود از جای رفت

کرد بجای تو مرا تاجور | من پسرم لیک بجای پدر

شه بحیات خودم این نقش بست | ملک من ست این دگر را چه دست

گر تو از آن شاه نکو زاده | من ز تو زادم که ازو زاده

مثل من ای یاد تو شادی مرا | هم تو نزادی که بزادی مرا

از تو اگر نام پدر روشن ست | خطبهٔ جد بین که بنام من ست

نیستم آن طفل که دیدی نخست | بالغ ملکم ببلاغت درست

خرد مخوانم که ز دور زمن | داد خدا دور بزرگی بمن

شرط ادب نیست مرا خرد خواند | بخت چو بر جای بزرگم نشاند

ناصر الدین بن غیاث الدین بن شمس الدین ۱۲

هردو جوانیم من و بختِ من — با دو جوان پنجه بهم بر مزن
ملک و جوانی چو[1] بهم بر فروخت — کیست که از تابِ دو آتش نسوخت
سایهٔ من کیست که جوید دلیر — صید بقوت که ستاند ز شیر
ور چه برآئی تو بحجت چو میغ — هست مرا حجتِ قاطع ز تیغ
گرچه بروئیت نکشم در ستیز — ق — از پئے تعظیم تو شمشیر تیز
لیک تو دانی که چو کین آورم — شیر[2] فلک را بزمین آورم
ور سپهم پا برکاب آورد — ریگ بیابان بحساب آورد
شاهے از ایشان و سپاهی چنین — گرد نگیز براهے چنین
جز تو کسے گردم ازین در زدی — سرزنش تیغ منش سر زدی
لیک توئی چون نه پئے این سریر — من نه هم گر تو توانی بگیر
مرد سخن گوی چو پاسخ شنید — زانچه همی گفت زبان درکشید
راز نهان را بدل اندر نوشت — سوی فرستندهٔ خود باز گشت
رفت بشه پاسخ پیغام برد — هرچه بدل داشت زبان را سپرد
شاه از آن زمزمهٔ بحر جوش — چون صدف بحر فروهشت گوش
لختے از اندیشه فروشد بخویش — تا دل داناش چه آرد به پیش
مصلحت آن دید ز رائے صواب — کانچه بگفتند بگوید جواب

---

[1] در وقتِ واحد ۱۲ — [2] برج اسد ۱۲

بازپیغامِ پدر بر پسرِ خود که بر رزم
پیلِ خویش از خمیں مست کند در میداں

جست دگر موے شگافی شگرف   عمر بگفتارِ چو مو کرده صرف
راز که باریک تر از موے بود   موی بمویش همه بشگافت زود
کز منِ بیدل بسوے جاں خرام   جانِ مرا از دلِ من ده پیام
کاے سر از آئینِ وفا تافته   وز تو دلم تافتگی یافته
گرچه بغیبت شده هم کیسه توز   رنج چه داری بحضورم هنوز
آدمئ را که بود گرم خوں   خونش به پیوند بود رهنموں
طرفه که تو خونی و دلبندِ من   لیک نه گرم به پیوندِ من
با چو منے دور کن از سر منی   چوں بصفت من تو ام و تو منی
مشک شوم هم نکشی بوی من   چیست بنزدیکِ تو آهوی من
تیغ مکش تا نشوی شرمسار   از منِ اگر نیست ز خود شرم دار
گرچه که تیغت بگهر روشن ست   گوهرت آخر نه ز تیغِ من ست
تیغِ زباں را چه کشی در عتاب   نیست حسابیت ز روزِ حساب
به که دریں کار زباں در کشی   تیغ کشی به نه زباں بر کشی
تیغ خوش و تیغِ زباں ناخوش ست   تیغ چو آب ست و زباں آتش ست

پیشِ من از پری لشکر ملاف — حاضرم اینک من و اینک مصاف
لشکر من نیست کم از لشکرت — کشور من بیشتر از کشورت
من که سپه را بو غا رانده ام — نه از سر بازی و دغا رانده ام
تیغ بر آں گونه کشیدم بروں — کش بلب سند بشویم ز خوں
کافر اگر روے بتابد ز پیش — از کجک پیل کشم سوے خویش
تا بگلوشاں فگنم در رحیل — سلسله از حلقهٔ خرطومِ پیل
با چو منے تیغ فشانی مکن — دولت من بین و جوانی مکن
لشکر من گشت چو صحرا خرام — دورِ زمیں گرد نماید تمام
در صفتِ پیلانِ من آید بکار — ابر بود قطره صفت [گوی ۱۲] بے شمار
پیل بجاے که بجنبد ز جاے — پشت هزار اسپ کند زیر پاے
ور چه هزار اسپ کنند ایستاد — کوه چه غم دارد از آسیب باد
اسپِ تو باد آمد و پیلم چو کوه — باد بکهسار ندارد شکوه
پیل بیک حمله صفے بشکند — در صفِ پیلاں که شکست افگند
اسپ چو با پیل نماید ستیز — چاره تو دانی که چه باشد گریز
پیل چو خرطوم بر اسپ افگند — بر کند از خاک و بجاکش زند
اسپِ ترا گنبد اگر بے حد ست — پیلِ مرا خود همه تن گنبد ست
قیمت یک پیل هزار اسپ بیش — کز دو هزار اسپ یکی پیل بیش

اسپ بهر خانه بود در سپاه　　پیل بجز شاه که ندارد نگاه
از سپه خویش چه رانی سخن　　حملهٔ پیلانِ مرا یاد کن
چرخ بیفتد چو بجنبم ز پاے　　خاک بلرزد چو بجنبم ز جاے
گر نکشم تیغ که خونِ تو ام　　تا تو ندانی که زبونِ تو ام
لیک ازاں تیغ نرانم همی　　کز تو بریدن نتوانم همی
چوں پدر من ز جهان رخت برد　ق　ور با امانت بتو کاری سپرد
هم تو بدانی که نه آن کارِ تست　　دشمنِ تست آنکه دریں یارِ تست
تخت رها کن که سزای تو نیست　　تا منم ایں پایه بپای تو نیست
گر کمر کینه کنی استوار　　پیش تو بیش از تو در آیم بکار
ور بمدارا کشد ایں گفتگوی　　نیز نتابم ز وفای تو روی
لیک بشرطے که دریں رائے من　　جاے پدر گیرم و تو جاے من
کرد رواں رشته کشِ سلکِ دُر　　تا کند از دُرِّ صدف بحر پُر
پیش سر برآمد و بوسید خاک　　لب سخن آمیز و دل اندیشه ناک
چونکه نبودش ز گزارش گزیر　　سرِّ سخن باز گشاد از ضمیر
شاه که آں سلسلهٔ پُر گره　ق　دید مسلسل چو شکنجِ زره
کرد پر از چین سر ابرو ز کیں　　بلکه در آمیخت بهم روم و چین

باز پاسخ ز پسر سوے پدر کاسپ مرا

پیل بندست دوالے کہ بہ پیچد بعناں

داد جوابے ادب آمیختہ / لعبتی ہاے عجب انگیختہ
کاے بر خم چشم جفا کردہ باز / دیدۂ مہر تو بروئیم فراز
چند زنی لاف ز پیلانِ مست / کانچہ ترا ہست مرا نیز ہست
پیل ترا پنجہ و مارا صد ست / و اسپ تو دانی کہ بروں از حد ست
ور نبود پیل چو توسن بود / پیلِ تو در سلسلۂ من بود
ز اسپ تو آں پیل گرفتن بسے / لیک ز پیل اسپ نگیرد کسے
گر ہمہ عمر اسپ بود زیر شاہ / حاجت پیلش نبود ہیچ گاہ
ور بودش پیل دمے زیر راں / حاجتِ اسپش بود اندر زماں
اسپ چو در راہ نباشد دلیل / شاہ پیادہ است بہ بالای پیل
گر نبود پیل تواں ملک داشت / ور نبود اسپ بباید گذاشت
پیل ترا اسپ مرا در خور ست / زانکہ ز پیل اسپ بسے بہتر ست
بیں کہ بشطرنج ہم اُستادِ کار / پیل کم از اسپ نہد در شمار
کم مزن اسپانِ مرا کز نشاں / پیل شکارند سوارانِ شاں
پیل تنانی کہ دریں لشکر اند / نے کم از اں پیل خصومت گر اند

گرچه که پیلان تو کوه آمدند　　کوه تنانم همه پیل افگنند

شیرِ نبردم چو برآیم ولیک　　شیر بود هر که برآید ز شیر

با همه این قوت و جوش سپاه　　نیستم اندر پیِ آزار شاه

با تو برابر نشوم در مصاف　　ورچه بدوزم بسنان کوه قاف

قصه شود در دهن مرد و زن　　کین پسر با پدر خویشتن

تیغ که سهراب برستم کشید　　هیچ شنیدی که زگیتی چه دید

گر گهر صلح پذیری و نظام　　حلقه بگوشم برضاے تمام

ور ز سر کینه فرازی سنان　　باز کشم تا بتوانم عنان

گرچه که از گردش دور سپهر　　تافته بر سر من هم چو مهر

در همه آتش زنی از چار سوی　　روی نتابم ز تو از هیچ روی

تیر تو گر خواست بجانم خلید　　من بکشم تا بتوانم کشید

چشم تو ام تیر برابر مکش　　خون تو ام تیغ جفا بر مکش

تیغ کشم سوی تو ام خون کشد　　بر سر خود تیغ کسی چون کشد

گر بگهر تاج ستانِ تو ام　　عیب مکن گوهر کانِ تو ام

ور هوس تاج ترا در سرست　　من گهرم تاج بمن در خورست

ورچه تو ئی در خور تاج و نگیں　　ملک بمن میدهد انگشتریں

چون سرم از بخت سر افراز گشت　　تاج تو بر تارک من باز گشت

بہر تو شد ساختہ چترِ شہی — داد من پرتوِ ظلِ الٰہی
تخت جہاں بہر تو برپاے کرد — لیک برآں تخت مرا جاے کرد
کرسیِ زر بہر تو کردند ساز — پاے منش بست بگوہر طراز
خواست یکے خواستہ لیکن نیافت — وانکہ نمی خواست براو خود شتافت
محنت دریا ہمہ غواص برد — شاہ گہر بر کمر خاص برد
رفت یکے در طلب لعلِ سنگ — ریزۂ سنگیش نیامد بچنگ
واں دگرے را کہ غمِ آں نبود — لعل چناں یافت کہ در کاں نبود
کوشش بیہودہ ز غایت برول — کوبش آب ست بہ ہاون درول
گفتن چیزے کہ درو مغز نیست — نے ز تو کز ہیچ کسے نغز نیست
در نظر من کہ فلک سر نہد — جز تو کرا زہرہ کہ افسر نہد
این تن من نیست کہ بر تخت تست — عکس تو در آئینۂ بخت تست
ماہِ فلک غرّہ نماے من ست — روت مہ پرتو راے من ست
تیز مبیں در رخِ نور انیسم — کاختر بخت ست بہ پیشانیم
طلعت من بین و بوحشت مکوش — مہر خود و روشنیِ من مپوش
ور بیقیں در دل تو این ہوس ست — بندۂ فرمانم و فرماں تراست
تاج زمن[۱] می طلبی چرخ ساے — بر سرم آ تا کشمت زیر پاے

---

[۱] اے اگر تاج از من می طلبی مانند آسمان بر سرم آ (یعنی نزدیکم بیا یا مہر بورز) تا آن تاج را زیر پایت کشم ۱۲

باز پیغام پدر جانب فرزند عزیز

ماجرائے کہ زخوں بود دلش را بمیاں

مرد نیوشندہ ازاں امر چست — باز شد و کرد حکایت درست
شاہ سخن را دگر از سر گرفت — نکتہ بآزرم تری در گرفت
کای ز نسب گشتہ سزای سریر — ور پسرے ہیچ پدر بے نظیر
چشم منے ہیچ غبارے میار — چشم نشاید کہ بود پُر غبار
ور چہ غبارست ز کار توام — سرمۂ چشم ست غبار توام
کین نکنم لیک بتمکین کنم — مہر رہا گر کندم کین کنم
تا تو ندانی کہ دریں جست و جوے — از پئے ملک ست مرا گفتگوے

گرچہ توانم ز تو ایں پایہ برد — از تو ستانم بکہ خواہم سپرد
لیکنم ایں راہ نمونی بملک — از پئے آنست کہ چونی بملک
شکر کہ شد زندہ در ایّام تو — من ز تو و نام من از نام تو
باش بکامم کہ بکام توام — زندہ و نازندہ بنام توام
من بتوام زندہ تو زی دیر سال — تا ز تو من نیز بوم زندہ حال
زندگی از مرگ ندارد گزیر — لیک تو خوش می زی و ہرگز ممیر
خواہمت از جاں کہ پناہے مرا — گر تو بخواہی و نخواہی مرا

منت بخواهم تو نخواهی اگر ‌ ‌ ‌ ورت بخواهیم چه خواهم دگر
من نخودم آمده پهلوی تو ‌ ‌ ‌ کارزو آورده مرا سوی تو
جز بتمنای تو سودام نیست ‌ ‌ ‌ بهتر ازین هیچ تمنام نیست
قاصد تو گر کند اینجا گذر ‌ ‌ ‌ در رهش از دیده فشانم گهر
ور ز تو ام حاجبی آید به پیش ‌ ‌ ‌ شانمش از مرتبه بر چشم خویش
پیک تو گر نامه رساند بمن ‌ ‌ ‌ ورد دلش سازم و تعویذ تن
گرد سمندت که بر آید بماه ‌ ‌ ‌ سرمه کنم از پی چشم سیاه
تیغ کشی تیغ تو جان بخشدم ‌ ‌ ‌ ز آئینهٔ بخت نشان بخشدم
ور نهی تیر تو بسویم جهد ‌ ‌ ‌ هر گرهش تازه فتوحم دهد
گرچه که سلطانِ جهانم بملک ‌ ‌ ‌ تاج ده و تخت ستانم بملک
لیک چو دورم ز تو ای نیکبخت ‌ ‌ ‌ نی خوشم از تاج و نه شادم ز تخت
بخت من ار پایه برافلاک سود ‌ ‌ ‌ با تو چو یکدم ننشینم چه سود
تاج خود ار پُر دُرِ مکنون کنم ‌ ‌ ‌ با تو چو همسر نشوم چون کنم
در شده در چشم کسان از تو نور ‌ ‌ ‌ دیدهٔ من مانده ز روی تو دور
مردمک دیدهٔ غیری شوی ‌ ‌ ‌ طرفه که از دیدهٔ من در روی
دیده که نادیدهٔ دیدار تست ‌ ‌ ‌ دیده و نادیده گرفتار تست
نیست بنزدیک من از بیش و کم ‌ ‌ ‌ بیشتر از دوری تو هیچ غم

دل که نزدیکِ تو مجنون بود — دور ز تو دور ز تو چون بود
شربتِ دوری نتوانم چشید — دردِ جدائی نتوانم کشید
هجرِ تو نشگافت دلم نرم نرم — درز و پیوند کن از خونِ گرم
اے مددِ جاں شده حاصل ز تو — کے شودم دل که گسستم دل ز تو
می شودم دل که جگر بر کشم — پس بدلت همچو جگر در کشم
گرچه جگر هست بهر گوشهٔ — به ز تو ام نیست جگر گوشهٔ
خود ز پئے دیدهٔ مردم پرست — جز تو مرا مردمکِ دیده هست
لیک ازیں خز نتواں حلّه دوخت — شمع بمهتاب نشاید فروخت
سکّه چو زد در دلِ من کیقباد — نامهٔ کاؤس کے آرم بیاد
(نام برادر معزالدین)
بهر خدا صورتِ خویشم نماے — روی بگرداں و بترس از خداے
نقش چو بر زد ورقِ ساده را — باز فرستاد فرستاده را
آمد و آورد پذیراے راز — قصهٔ آزرم بآزرم ساز
شاه چو پولادِ پدر نرم دید — تیغِ سیاست بمیاں درکشید
گوهرِ دل را بوفا آب داد — سلکِ سخن را ز گهر تاب داد
گفت بتدبیرِ پسندیده زود — باز جوابے که پسندیده بود

باز از شاهِ جهاں پاسخِ پیغامِ پدر
شربتِ آبِ حیات از پئے سوزِ هجراں

کاے شہ مشرق شدہ چوں آفتاب　　وز تو جہاں تا حد مغرب بتاب
من کہ گل رستہ ز باغ توام　　پرتوے از نور چراغ توام
شاہ نہ زانم شدہ بر ہمگناں　　کز رہ فرمان تو تابم عناں
گر ہمہ بر ماہ رسد افسرم　　ہم بتہ پاے تو باشد سرم
من کہ ز دروازۂ اقلیم ہند　　لشکرے آراستہ ام تا بہ سند
سد سکندر زدہ ام از سپاہ　　فتنۂ یاجوج مغل را تباہ
تا بحد شاہ زبالائیاں　　من چو بوم پیش نیاید زیاں
رو تو چو خورشید ز مشرق برائے　　من بسم اسکندر مغرب کشاے
شو تو سوے کامروانگیز رخش　　من کنم اقصاے عراقین بخش
خیز تو از قلعہ سین[1] جوے گنج　　من ز در روم شوم سیم سنج
عبرہ[2] از معبر دریا تو جوے　　من دہم[3] از تیغ بحرین شوے
ز ابروے خود کن تو اشارت بہ چیر　　من سر خاقاں فگنم بر زمیں
از من ہند ست ترا زیر دست　　کار من بالاست ز من در شکست
رو تو در آں قلعہ بکن پیل بند　　اسپ بخواہم من ازیں سو فگند
از تو ز ہندوستدن پیل و مال　　وز قبل من بمغل قیل و قال

---

[1] قلعہ سین نام قلعہ کہ در ولایت ہند ست ہندوی او را تا یہ گرہ گویند ۱۲
[2] خراج کہ غالبے از مغلوبے ہر سال بستاند یعنی محصول از گذرگاہ دریا طلب کن ۱۲
[3] یعنی من آب شست و شوے تیغ در بحرین افگنم ۱۲

تاج ز تو سر ز من افراختن — عاج ز تو تخت ز من ساختن

تا تو بمشرق بوئی و من بغرب — حربه خورد هر که درآید بحرب

در بملاقات ره و رای تست — افسر من خدمتی پای تست

نیست مرا آن محل و آن شکوه — کز سر خود سایه فشانم بکوه

ور فگند رای تو بر بنده تاب — ذره شوم پیش چنان آفتاب

شاه بترتیب صوابی که بود — چون برضا گفت جوابی که بود

داد بحاجب سلب زر نگار — بافته یکسره در شاهوار

بس که گران شد سلب زر کشید — حاجب ازان بار چو ابرو خمید

خرم و خندان چو گل از بارگاه — سوی گلستان دگر جست راه

رفت و نمودار خود آنجا نمود — هر چه ز در یافت بدریا نمود

معزالدین — نصیرالدین

غالیه صلح که در نافه برد — شمه بشمه همه شه را سپرد

بادشه شرق چو این مژده یافت — روش چو خورشید ز مشرق بتافت

کرد نشاطی و رامشگران — مجلسی آراست گران تا گران

باز طلب کرد بعنبر همای — خون خروس از بط سرخاب زای

گیسوی چنگ و قدح آب رنگ — دور بمی داد و تسلسل بچنگ

داشت اصول طرب از قیل و قال — ریختن خون صراحی حلال

خازن شہ آمد و در باز کرد　　دادن افسر ز سر آغاز کرد

گشت جہان معدن درّ عدن　　کرد زمین باز ز رِصامت سخن

ہر کہ دران بزم طرب ساز گشت　　دامن پر گوہر و زر باز گشت

بسکہ ز زر گشت زمین ناپدید　　ہر کہ زمین جست نشانش ندید

شاہ چو از خون قدح گشت خوش　　دل بجگر گوشہ شدش مہرکش

خواست دلش تا بخوشی جام مے　　نوش کند بر رُخ کاؤس وے

کرد اشارت کہ در آمد بہ پیش　　خاک[15] ببوسید بر آئینِ خویش

زان گل نو رستہ دل تاجور　　شد ز گل تازہ و تر تازہ تر

بر رخ آن گل مے احمر کشید　　لیک بوی گل دیگر کشید

دیدہ بران نور پسندیدہ داشت　　دل بدگر مردمک دیدہ داشت

زیور افسر بکلاہ او فگند　　قرعہ خورشید بماہ او فگند

گرچہ دلش مہر بکاؤس داد　　ہم ز دلش دور نشد کیقباد

بادہ ہمی داشت بر آنش کہ خیز　　قصۂ غیبت بحضورش بریز

لیک سر بر سری و تاج کے　　دست بدامانش ہمی زد کہ ہے

چون اثر شوق ز غایت گذشت　　کفۂ دانش ز کفایت گذشت

روے بکاؤس کے آورد و گفت　　تا شود آں ماہ بخورشید جفت

---

۱۵ یعنی آن کاؤس برسم قدیم ۱۲

سوی برادر شود آراسته — با سپه و کوکبه و خواسته
جست بسی هدیه بقیمت گران — دیده فروز همه قیمت گران
بی عدد از رشتهٔ دُرّ دری — دوخته زان رشتهٔ لب جوهری
سلک دگر از گهر شب چراغ — هر گهری مملکتی را فراغ
لعل که بوده ست ز غایت برون — سنگ ز مهر از پی شان خورده خون
جامهٔ هندی که ندانند نام — کز تنکی تن ننماید تمام
مانده به پیچیده به ناخن نهان — باز کشائیش بپوشد جهان
عود سجنزار و قرنفل یمن — خرمنی از نافهٔ مشک ختن
عنبر و کافور معنبر سرشت — صندل خالص چو درخت بهشت
ساختهٔ هند بسی تیغ تیز — تیزتر از آب گه آب خیز
سر بفلک برده بسی ژنده پیل — کوه گران را بقیامت دلیل
هدیه چو آراسته شد بی شمار — چار طرف گشت طرائف بکار
داد بشهزاده و کردش روان — ساخته با کوکبهٔ خسروان
وانچه سخن بود ز اسرار ملک — کن مکن از ضابطهٔ کار ملک
چون دگری محرم آن سر نبود — محرم سر دید فرو خواند زود
تا بامانت بودش در ضمیر — باز رساند بامانت پذیر
راز که داند که چه بد در نهفت — ظاهرش از باطن آشفته گفت

کاے غم تو کردہ بجانم اثر   تو زمن و حالت من بے خبر

جاے تو در چشم و تو در جاے نہ   ہیچ سوے مردمیت راے نہ

تا شدی از چشم من اے آفتاب   دیدۂ خود پیش ندیدم بخواب

خواب من از دیدہ من آب برد   آب من این دیدۂ بیخواب برد

این منم و نقش تو و آبِ چشم   عکس خیالت شدہ مہتاب چشم

گرچہ نہ چشم بر رخت روشن ست   صورتت آخر بخیال من ست

گرچہ پرستیدن صورت خطاست   صورت تو گر بپرستم رواست

اے بصر دیدہ و جان پدر   زان دگرکس نہ ازآنِ پدر

صبر من از دوری تو رفت دور   مرحمتے کن کہ بمانم صبور

من کہ صبوری نتوانم ز تو   واے کہ محروم بمانم ز تو

می نکند سوز من اندر تو کار   باش کہ تا در رسد آں روزگار

آمدنم نہ از پئے این کار بود   کافسر و اقلیم توانم ربود

این قدرم عرصہ دریں ملک ہاست   کم نرود سوی دگر پایہ وست

لیکنم از بس کہ بتو دل کشید   میل توام رخت بمنزل کشید

ہیچ بس ست آنچہ کہ بد پیش ازیں   نیست مرا طاقت غم بیش ازیں

تشنۂ دیدار توام روز و شب   شربت خود باز بگیرم ز لب

از تو نشاید کہ بدیں سان روم   تشنہ دل از چشمۂ حیوان روم

شاد کن این جان غم اندیش را — روے نما منتظر خویش را
تحفۂ حال دل ریشم بخواں — یا بمن آیا بر خویشم بخواں

از پدر آمدن شاہ جہاں کیکاؤس

بر برادر چو گل نو بر سرو رواں

گشت رواں موکب کاؤس شاہ — سوے فریدون سریر و کلاہ
آمد و زآب سرو واگذشت — چشمۂ خورشید ز دریا گذشت
یافت خبر صاحب تاج و سریر — زآمدن آں دُرِ دریا نظیر
تاج بسر کرد و برآمد بہ تخت — تا نگرد ہمچو خودے را ز بخت
گشت مہیا ہمہ ترتیب بار — چتر کشادا ز دو طرف چترداُ
کرد زبان آوری دور باش — چشم زدن دیدۂ بد را خراش
روے زمیں از سپر و رمح و تیغ — گشت پُر از بارقۂ برق و میغ
گشت صف آراستہ تا چند میل — زانبُہی آدمی و اسپ و پیل
پیش دویدند سران و سپاہ — تا لب آب از پئے تعظیم شاہ
پیش رکاب شہ مسند نشیں — جبھہ نہادند بروے زمیں
سیرؔ[1] نمودند بزیر عناں — تا بدر شاہ نثار افگناں

---

[1] پیادہ شدہ آمدند ۱۲

بر در دہلیزِ شہِ تاج بخش — جاے ادب دید و در آمد زرخش
تحفۂ آوردہ ہمہ کردہ راست — شد دو صف آراستہ از چپ و راست
پیشترک شد بزمیں بردہ روے — رُفت زمیں راز تواضع بموے
شاہ بر ویش چو نظر کرد چست — دیدۂ[1] ور آں آئینہ خود را درست
گرم فرو جست ز تخت بلند — کرد با گوشش تن ازجمبند
داشت با گوش خودش تا بدیر — سیر نشد چوں شود از عمر سیر
با خودش از فرش با ورنگ برد — تخت کیاں باز کیاں را سپرد
گاہ ہمش خواند برعم سپہر — گاہ ببوسید سرش را بمہر
گاہ ز پایش بکف افشاند خاک — گہ ز بنا گوش خویش کرد پاک
گاہ ز دیدہ بہ نثارش گرفت — گاہ دو بارہ بکنارش گرفت
گاہ نظر بر رخ زیباش کرد — گاہ دل از مہر شکیباش کرد
گاہ بیک دیدہ شدش رہنمای — گاہ بچشم دگرش کرد جاے
چوں کہ دو افسر بوفا شد یکے — در تنِ نور دو جا شد یکے
پرسش از اندازہ و غایت گذشت — حد نوازش ز نہایت گذشت
از درِ دیگر سخن آغاز گشت — قفل ز گنجینۂ سر باز گشت
شاہ بکاؤس کے آوردہ گوش — نکتہ[2] بروں داد خداوند ہوش

---

[1] اے در روی او زیرا کہ ہر دو برابر بودند ۱۲ [2] نکتہ کہ پدر گفتہ بود با برادر گفت ۱۲

گنج سخن بازکشاد از ضمیر | داد امانت با مانت پذیر
شاه پذیرفت و بدل در گرفت | دز دگر اندیشه سخن بر گرفت
جام طلب کرد و بعشرت نشست | نے زسمے از خون عدو شست و سبت
از رخ فرخندهٔ این هر دو گے | بلبلهٔ بلبل شده گل کرد مے
رهزنِ عشاق شد آواز چنگ | باده روان گشت دران راهِ تنگ
هر چه بمجلس غزل تر زدند | جمله بنام شه کشور زدند
بردراو مطرب فرخنده فال | دور مباد از غزل و از غزال
با خوشی دل چو شود باده کش | زین غزلم گوش گرامیش خوش

غزل

بباغ سایهٔ بید است و آب در سایه | از این سپس من و جانان و خواب در سایه
کنون چو باد بباید چمید پیش از صبح | بگلشنے که روان باشد آب در سایه
ببانگِ نوش نگر ساقیم کند بیدار | چو خفته باشم و مست و خراب در سایه
بسایهٔ خفته بدم دی که یار آمد و گفت | چه خفتهٔ که رسید آفتاب در سایه
ببوستان منم امروز مجلسے دگلے | روانه گشت مے چون گلاب در سایه
در آفتاب همه ساقیان هم از رخ خویش | وگر صراحی و نقل و کباب در سایه
هوای گرم تو نازک بدن مرو جانان | بنوش با من صهبای ناب در سایه
چو پای بند تو شد جان در آفتاب مگرد | مسوز جانم و باز آ شتاب در سایه

فروغِ روی تو تیز ست و زلف بر لبِ نوش — ز آفتاب بہ آں شراب در سایہ
بگفت خسرو و بکشای زلف تا بشنید — حریف و مطرب و چنگ و رباب در سایہ

رفتنِ شاہِ کیومرث بتوزک عارض

بر شہ شرق بیکجا عرض ایں جوہر آں

روزِ دگر کرد چو نافِ جہاں — مشک شب از آہوی مشرق نہاں
نافِ جہاں مشک زمیں را اسیر — بادشد آہو تگ و آں مشک پر
شاہ شد از سیرت خود مشک سای — خوں بسوی صلح شدش رہنمای
شمعِ دلِ ملک کیومرث شاہ — خلدہ اللہ بمجد و جاہ
خواند و رواں کرد بسوی جدش — جدّا دب کرد بروں از حدش
ہدیۂ زربفت خطا و عراق — ہر یک ازاں طاقہ در آفاق طاق
از خز و اکسون و دگر پرنیاں — زیبِ تنِ تاجوران و کیاں
اسپ ہمیں اصل و لایت نورد — گاہ تگ از باد برآوردہ گرد
سخت کماناں زمہ نو فسرہ[1] — در خورِ زہ کردن و ناکردہ زہ
سادہ غلامانِ خطا و تتار — موی شگافندہ بشب روزگار
اشتر پوشیدہ و پولاد پای — کوہ نما از تنِ کوہاں نمای

---

[1] زہ بیشی و سبقت ۱۲

جنس دگر هرچه توان برد نام　　　وانچه کسش نام نداند تمام

ساخته کردند ز هر جنس صد　　　وز در و یاقوت برون از عدد

داد بشهزاده که بر جد رسان　　　خدمت من خدمتے خود رسان

دید که آن طفل وشے خرد سال　　　رمز بزرگان نشناسد بحال[۱]
شتاب

توزک آن عارض فرزانه را　　　خواند و تهی کرد نهان خانه را

هرچه ز کاؤس شنید از نهفت　　　پاسخ آنرا بنهان باز گفت

کانچه دل شاه بدان مائل ست　　　رائے مرا نیز همان در دل ست

دل نه ز کین کرد روانم به تو　　　کآرزو آورد کشانم به تو

تن بوفا گرچه که حا[۲]لی نبود　　　دل ز تمنائے تو خالی نبود

ورنه تو دانی که بشمشیر تیز　　　کس نکند با پدر خود ستیز

ظاهرم ار نقش خلافی گذشت　　　باطنم از حد وفا بر نگشت

این نه خلاف تو پسندیده ام　　　مصلحت ملک چنان دیده ام

تا چو شوم با تو مخالف بپوست　　　دشمن تو باز شناسم ز دوست

جلوه کنم از همه رو آن جما[۳]ل　　　تا ز هر آئینه چه بینم خیال

دوست بود راه به نیکی برد　　　دشمن از اندیشهٔ بد نگذرد

آرزوے من که گذر بر تو کرد　　　مهر من ست این که اثر در تو کرد

---

۱ فی الحال ۱۲　　۲ آراسته ۱۲　　۳ این جمال مخالفت ۱۲

پیشتر از جنبش این دار و گیر
با عیشه (برانگیزنده) بود مرا در ضمیر

کم[1] ز چه رو دست بر آن در شود
کین شرفم زود میسّر شود

در سبق ارشاد قدم پیش راند
این سبقت باورقم باز خواند

آمدم اینک بهزاران نیاز
تا کنم این دیده بروی تو باز

بود بسی پرسشِ شاه زمن
کامدن از خود طلبی با زمن

من بدرِ شه بسر آیم دوان
چون پسران بر پدران بیگمان

لیک مرا پایه نو یافت پای
گلبن نو به که بجنبد ز جای

لیک خداوند سریر و کلاه
بود همه وقت بر اورنگ شاه

مملکتش ضبط و جهان زیر دست
هر چه کند باک نه از هر که هست

شرط چنان ست که در بحر و بر
چشمه کند بر لب دریا گذر

لیک سزد گر شه دریا نشان
بر سر این چشمه شود در فشان

شاه چو فارغ شد ازین گفت و گوی
کرد روان عارض فرزانه خوی

عارض دانا و کیومرث شاه
سوی شهِ شرق گرفتند راه

زاب گذشتند و بسلطان شدند
چون گل و بلبل بگلستان شدند

حال بگوشِ شهِ کشور رسید
کز چمن آن میوهٔ دلبر رسید

رفت و براورنگ سکندر نشست
وز صفت پیلان سد یاجوج بست

---

[1] کم مرا از چه نوع و صورت دست بران در شود ۱۲

چیتر برآمد ز دو سو یکسره | ساخته شد میمنه و میسره
بارگه داد کیانی درخت | پیش نهادند بزرگان تخت
فرش کشادند تتق برزدند | پردهٔ دهلیز بر اختر زدند
ساخته شد پرهٔ پیلان مست | صف جنیبت ز دو سو راه بست
مفرد[1] کژبند کله کژ نهاد | راست به پیرامن داخل ستاد
پایک هندی بمعلق زنی | در صف خود گشت به تیغ افگنی
شعشعهٔ تیغ فلک تاب گشت | چشمهٔ خورشید ز سهم آب گشت
گر مگسے زد بسر تیغ پر | شعشعه در پرّ مگس کرد اثر
کارگزاران همه رفتند پیش | سجده کنان پیش خداوند خویش
پیش عنان بانگ روا رو زدند | سکّهٔ نو بر درم نو زدند
رفت خرامان ملک ارجمند | تا در دهلیز به پشت سمند
چشم چو بر گلشن بختش فتاد | گشت پیاده چو گل از پشت باد
روے چو گل سود به پشت زمین | گشت زمین پر سمن و یاسمین
آمد ازو رنگ بزرگی فرود | دست بگل در زد و گفتش درود
برد و ببالاے سریرش نشاند | وز مژه بر ماه گهرے فشاند
خون خوش دید بجان درکشید | خون خود از دیده روان برکشید

---

[1] مفرد کژبند سپاہی کہ در حفاظت پادشاه باشد و در زیر حکم کسے نبود ۱۲

کرد چو نورش بدل دیدہ جاے   گاہ سرش بوسہ زد و گاہ پاے

مہر جگر گوشہ ز سر تازہ کرد   جنبش خوں راز جگر تازہ کرد

گاہ ز رحمت بکنارش گرفت   وز سر تا پا بنثارش گرفت

گاہ بیاقوت لبش داشت ہوش   کرد پر از لولوے ناسفتہ گوش

روے ورا آئینۂ تُنک خواند   آئینہ را بر سر زانو نشاند

دید ازاں گوہر نیکوے خویش   زآئینۂ زانوے خود روے خویش

بس کہ مبارک نظر تاجور   ماند بہ نظارۂ لولوے تر

دیدہ زمانے ز رخش بر نکرد   میل بآیندۂ دیگر نکرد

در رخ آں دیدہ ہمی دید شاہ   ہیچ نمی کرد بعارض نگاہ

عارض از آئین ادب پروری   بود کمر بستہ بخدمت گری

تا نظر شاہ بر آں سوے تافت   خدمت عارض محل عرض یافت

تحفۂ شاہانہ کہ با خویش برد   کرد نمودار و بخازن سپرد

ہدیہ چو از رہ بگراں بر درخت   گشت سخن تازہ ز اسرار تخت

مرد خرد مند پسندیدہ ہوش   ریخت ز لب ہرچہ در آمد بگوش

شاہ بر آں مژدۂ شادی فزاے   ہیچ نگنجید ز شادی بجاے

داد بعارض ز قباہاے خاص   نادرہ چترخی[ل] ہمہ زر خلاص

[ل] جبّے از جامہ ابریشمی ۱۲

داد بشهزاده کیومرث نیز — تحفهٔ آن ملک ز هر گونه چیز
یافته چندین گهر از دُر و لعل — دشت نوردانِ بزر بسته نعل
پیل بسے زیر عماری زر — بارِ عماری همه گنج و گهر
وعده چناں رفت که فردا پگاه — جنبش خورشید شود سوے ماه
منزلِ سعدین شود برج تخت — مجمع بحرین شود روے بخت
از دو طرف بخت مطرف شود — وز دو طرف تخت مشرف شود
گشت مقرر چو قراری چناں — سکه چو زر شد ز عیاری چناں
خرّم و خوش عارض و فرزند شاه — باز نوشتند سوے خانه راه
حال نمودند بدارائے ملک — کاب درافزود بدریاے ملک
کار که اقبال خداوند خواست — شد همه ز اقبال خداوند راست
وعده بفرداست ملاقات را — ساخته شد رسم مراعات را
شاه بفرمود بفرمانبراں — ساختن برگ و نولے گراں
از تحف و خدمتی و یادگار — گوهر و یاقوت ز بهر نثار
کانچه بباید همه یکجا کنند — جمله بترتیب مهیّا کنند
کار چو بر کارگزاراں گذاشت — خودمی و شادی و طرب پیش داشت
جام همی خواست ز ساقی مدام — تا فلک از دور فرو برد جام
ساغر خور چوں بزمیں داد تف — کرد پُر از دُرّ قدح شب بکف

ساقی خورشیدوش و ماه چهر　　دَور همی کرد چو مه بر سپهر
شاه ز زهره که بکف برگرفت　　جام ز کف در دُر و گوهر گرفت
جام همی داد بخورشید و ماه　　زهره همی رفت ز دورش براه
زخمهٔ قانون که همی کند تار　　بود از و در رگ جان خارخار
مجلسی از خلد برین تازه کرد　　شاه ز طوبی فلک آوازه کرد
تا ابدش بادهٔ خوش باد نوش　　نغمهٔ طنبور نشاطش بگوش
این غزلم گرچه ندارد محل　　مشکل من از کرمش گشت حل

غزل

وه که اگر روی تو در نظر آید مرا　　پیش ز خورشید و ماه رو ننماید مرا
بستهٔ تست این دلم با دگرانش مبند　　کاش که با دیگران دل نگشاید مرا
روی نماشد ز اشک چهرهٔ من تا هنوز　　از تو چه خونابها رو ننماید مرا
خون مرا آب کرد گریه که در خدمتت　　بیشتر از من دود هیچ نپاید مرا
دل بشنیدم که دوش لعل تو بوسید و مُرد　　پیش چنین مردنی زیست نشاید مرا
جان من آن روز رفت کم رخ نت آمد به پیش　　یارب کاین روز بیش پیش نیاید مرا
سینهٔ خسرو ز تست آئینهٔ زنگ خورد　　مصقلهٔ وصل کو تا بزداید مرا

اتصالِ مہ و خورشید قرانِ سعدین

چرخ گردانست بگردِ سرِ ایشاں گرداں

گشت چو دریاے سپہر آبگوں — داد رواں چشمۂ خود را برون
کشتی مہ سوے کراں[1] ساز کرد — چشمۂ خورشید بدو باز کرد
شب کہ بکف داشت دُرِ شاہوار — کرد بر آں چشمہ و کشتی نثار
شاہ درآں ناحیہ کاوّل نشست — دستگہے دید در و تنگ دست
از چپ و از راست نظر برگماشت — تخت دو جمشید مسافت نداشت
شہ ز زبر دست عوض کوچ کرد — سوے فرو دست برآورد گرد
پیشترک شد قدرے زاں سواد — نصبِ علم را رقمِ فتح داد
دور سراپردۂ سیّارہ ساے — برلبِ آب سرو شد بپاے
در محلے کاب رواں تنگ بود — گرچہ کہ پہناش بفرسنگ بود
تابگہ عبرۂ آں شاہ شرق — زود ترے سیر نماید چو برق
تاجور آں سوی خود از جای خویش — آمدہ بد پیشتر از شاہ بیش
کرد سراپردہ مقابل بلند — منتظرِ دیدنِ آں ارجمند
شاہ ہمہ روز متاعے کہ خواست — جملہ بترتیب ہمی کرد راست

---

[1] کراں یعنی کنارہ ۱۲

روز چو آخر شد و گرما گذشت ــ چشمهٔ خور خواست ز دریا گذشت
تاجورِ شرق بر آهنگِ آب ــ کرد طلب کشتیِ گردوں شتاب
پیش کشیدند بهشتی سِتگرف ــ سدره و طوبیٰ بمجل کرده صرف

صفتِ کشتی و دریا بمیانِ کشتی

موج دریائے کہ رفتہ ز کراں تا بکراں

ساختہ از حکمت کارآگہاں ــ خانۂ گردندہ بگرد جہاں
نادرۂ حکم خدائے حکیم ــ خانہ رواں خانگیانش مقیم
اہل سفر راہمہ بر وے گذر ــ ہمرہِ او ساکن و او در سفر
گاہِ روش ہمرہ او گشتہ آب ــ آبلہ در پاش شدہ از حباب
جاریۂ ہند زبانش سلیم ــ حاملِ چندیں بچہ لیکن عقیم
عکس کہ بنمود بآب اندروں ــ کشتیِ خصم ست کہ بینی نگوں
ماہ رسن بستہ چو دلو استوار ــ یافتہ در خانۂ ماہی قرار
ماہ نوے کامل وی از سال[1] خواست ــ یک مہ نو گشتہ بدہ سال راست
گشتہ گہ سیر ہلالش زبوں ــ عکس ہلال ست بآب اندروں
صورت آں تختہ کہ بد بے بہا ــ عین چو ابرو شدہ بر چشمہا

---

[1] سال نام درخت کہ از و کشتی وغیرہ سازند و از ہلال مراد کشتی ۱۲

لیک جزین فرق ندانم کنون — کوست سرافراخته ابرنگون
ابروے او داده بهر چشم نور — چشم بد از ابروے نیکوش دور
همچو کماں پرخم و تیر از میاں — تیر ستادست و کمانش رواں
راه نخواهد بمدارا شدن — راست چو تیرے بگذارا شدن
او برسد تیر فلک را باوج — تیر به تیرش نرسد گاه موج
تیر درو گرچه که بیش افگنند — پس فتدش گرچه که پیش افگنند
پیشتر از مرغ پرد در کشاد — پیشتر از باد رود روز باد
وقت دو منزل بدے بل دوچند — بارسن و سلسلهٔ و تخته بند
بسته بزنجیر مسلسل دراز — بحر رواں زو شده زنجیر ساز
یک زدن چشم که بینیش پیش — تا بزنی چشم نه بینیش پیش
بر پر پرواز جاے نه جنبیدنی — نیست درین هیچ پرانیدنی
همچو کلنگاں بهوا سرفراز — پرچه حواصل زد و سو کرده باز
مرغ که آں از پر چوبیں پرد — طرفه بود لیک نه چندیں پرد
هر طرفش ره بشتاب دگر — هر قدمش سیر بر آب دگر
از تگ طوفاں شکنش در شتاب — معجز نوح آمده بر روے آب
گرچه ز دریا گذرد بیش و کم — آب نباشد مگرش تا شکم
دیده شب و روز بسے گرم و سرد — رفته بهر سو زپے آب خورد

تخته پی حرف گرفته بکش | باد بر آب از ہوسش حرف کش
تخته نشد پیشِ معلم درست | طرفه که صد تخته بیکبار شست
دست چو در آب فرازد افگند | آب بدست آرد و باز افگند
ہمچو جوان مردکش آید بدست | سیم فراوان و نپاید بدست
لطمه زنان بر رخِ دریا بزور | آب ازان لطمه بفریاد و شور
دیده دل و دست خداوند خویش | بر رخ دریا زده صد لطمه بیش
تا عمل بحر شدش مستقیم | آمده از عبرهٔ دریاش سیم
پیشهٔ ملاح در و شیم پاشش | تیشهٔ نجّار ازو در خراشش
مرکب بحری ز سفر گشته چوب | بر طرف بحر شده پای کوب
بگذرد از آب سوارش بخواب | غرقه نگردد چو سوارانِ آب
در ته او آب سبک خیز نیست | گرچه که صد نیزه بود تیز نیست
جوی که بگریست تر و آب دار | گاه لبش گیرد و گاہے کنار
ہر که پی آب برو شد سوار | آب گذارد و چو بگیرد کنار
در ره بی آب نداند شدن | کیست که بی آب تواند شدن
خاک نخواهد که غبار آورد | تیرگیِ دیده ببار آورد
آب اگر گرد بگردد برش | هیچ ز گرداب نگردد سرش
با سبکی بار تواند کشید | از سبکان بار کشیدن که دید

موج گران یافت سبک بر رود — ارچه گران گشت سبک تر رود
گرچه که ده سال بر پا از درخت — هم تهی از بار نگشت این بخت
طرفه درختیست نمودار او — کادمی و اسپ بود بار او
شاه دران خانهٔ چوبین نشست — وز پل چوبین همه دریا ببست
آب شد از بحر روان تخته پوش — کرده زهر تخته معلّم خروش
موج سوی جاریه می برد دست — پیل بسیلیش همی کرد پست
نعرهٔ ملاح که می شد باوج — بر تن خود لرزه همی کرد موج (پیلی)
سلسلهٔ موج زدامی که یافت — ماهی ازان دام خلاصی نیافت
بس که بجوشید زمین همچو دیگ — آب روان تشنهٔ گل شد بریگ
آب ازان غلغل زاندازه بیش — گردنی گشت بگرداب خویش
کشتی پوینده که چون تیر بود — بود بجاے که زمین گیر بود
وز خلهٔ[1] پشت کشف ناتوان — داشت بسے رخنه ببرگستوان
عکس رسنها که فروشد بآب — بست بپهلوے نهنگان طناب
کشتیِ شه تیزتر از تیر گشت — در زدنِ چشم ز دریا گذشت
راست که شه بر لب دریا رسید — گوهر خود بر لبِ دریا بدید
خواست که از سوزِ دلِ بیقرار — بر جهد از کشتی و گیرد کنار

---

[1] یعنی از خلشِ خله (پتوار) بر پشت کشف رخنها مثل برگستوان (جهال) اسپ پیدا شده بودند ۱۲

صبر ہمی خواست نمی آمدش   گریہ نمی خواست ہمی آمدش
بود ازیں سوے معزِّ جہاں   ساختہ بر جای ادب چوں شہاں
چوں کہ در آں شیفتہ خویش دید   شیفتہ تر شد چو ازو بیش دید
پیش شد از دیدہ نثارش گرفت   شہ بدوید و بکنارش گرفت
تشنہ دو دریا بہم آورد میل   تشنہ دو از دیدہ ہمی راند سیل
یکدگر آوردہ در آغوش تنگ   ہر دو نمودند زمانے درنگ
چوں گل و غنچہ کہ جہد از خزاں   دور نشد آں ازیں و ایں ازاں
جاں بدو تن بود یکے از نخست   صورتِ تن نیز یکے شد درست
قدِّ دو فرقد کہ بہم باز خورد   کارِ دو رویہ ہمہ یک رویہ کرد
چرخ بکف کردہ طبقہاے نور   فاتحہ می خواند پریشاں ز دور
از پسِ دیرے کہ بخویش آمدند   ہمدگر از عذر بہ پیش آمدند
گفت پسر با پدر اینک سریر   جاے تو من بندۂ فرماں پذیر
گفت پدر با پسر ایں خود خطاست   ہم بتو ایں پایۂ دولت سزاست
باز پسر کرد بگوشش خطاب   کاے مہ ازیں منزلِ خود رو متاب
باز پدر گفت کہ ایں ظن مبر   کز پسر افسر برباید پدر
باز پسر گفت کہ بالاحترام   کز تو بود پایۂ تخت تو نام
باز پدر گفت کہ ایں جاے تست   کز تو شود سکۂ نامم درست

باز پسر گفت که برشو بتخت
کاین محل از بهرِ تو آراست بخت

باز پدر گفت که ای تاجدار
تخت ترا به که توئی بختیار

دیر بماندند درین گفت و گوی
پای کسی پیش نشد پایه جوی

چون پدر از جانبِ فرزندِ خویش
شرطِ ادب دید ز اندازه بیش

گفت که یک آرزویم در دلست
منت لله که کنون حاصلست

این که بدستِ خودت ای نیکبخت
دست بگیرم بنشانم به تخت

زانکه به طفلیت چو شدی بر سریر
من نه بُدم تا شدمی دستگیر

گرچه تو محتاج نبودی بمن
کافسر ملکی بسرِ خویشتن

با پسر این نکته چو لختی براند
دست گرفت و بسریرش نشاند

خود بنعال آمد و بربست دست
ماند از آن کار عجب هر که هست

داشت درین زیر خیالی نهان
آگهی داد بکار آگهان

کای دم تان در ره اخلاص چست
به که نباشید درین کار سست

من پدرم صاحبِ تخت و کلاه
بنده برین گونه شدم پیشِ شاه

هر که ازین پایهٔ والا برد
نسبتِ خدمت هم ازینجا برد

بود ستاده نفسی هم بجای
هم نفسش نیز ستاده بپای

گرچه پدر بر سرِ تختش کشید
ننشست و فرود آمد و پیشش دوید

چون خلفان شرطِ وفا می نمود
خواهش عذری بسزا می نمود

دو تیغیان هر طرفی بسته صف — کرده طبقهای جواهر بکف
لعل و زبرجد که بر آمیختند — بر دو سر افراز همی ریختند
توده لعلی که بهر گوشه بود — رشے زمین پر ز جگر گوشه بود
زاد تو گوئی ز زمین زر و سیم — حامله شد خاک ز دُرِّ یتیم
چون پدر اقبال پسر تازه کرد — زان شرف آفاق پر آوازه کرد
گفت که امروز بس است این قدر — روز دگر جلوهٔ ملکِ دگر

شکر خدا را که رسیدم بکام — کام دلِ خویش بدیدم تمام
زین نمط از کام چو دمساز گشت — فرقِ پسر بوسه زد و باز گشت

رفت پدر کشتیِ مقصود راند — باز پسر بحر[1] بکشتی نشاند
کرد طلب کشتیِ دریا نشان — کشتیِ زر داد بدریا کشان
سیل روان کرد محیط شراب — تا لب آمد همه را جوش آب
غوطه خوران دید ز سر برگذشت — کیست که جز شاهِ جهان برنگذشت

هوش بگرداب قدح در فتاد — داد همه رخت ادب ابباد
عقل شد از بهر کشیدن دلو — او هم ازان قعر نیاید برو
چنگ ز گیسوی سیه دام یافت — گرچه در افگند نشانی نیافت
عقل اگر شد بقدح ناپدید — عقل عقیله است نباید کشید

---

[1] بحر کنایه از شراب و کشتی از جام ۱۲

عاقلِ دولت که مباداش نقل | باده سرافراز جهانی چو عقل
باده که از عقل رباید چراغ | تا ابدش عقل فزای دماغ
چنگی او عقل فزای جهان | عاقلهٔ عیش و نشاط شهان
این غزل از تارِ ترنم سرای | در سرِ او یافته چون عقل جای

غزل

خرّم آن لحظه که مشتاق بیارے برسد | آرزومند نگارے به نگارے برسد
دیده بر روے چو گل بندد و نبود خبرش | گرچه در دیده ز نوکِ مژه خارے برسد
تن چو بینش که بر سیلِ مژه کشتی راند | از پسِ قطعِ سواحل بکنارے برسد
لذتِ دیدنِ دیدار بجان کار کند | جانِ بیکار شده باز بکارے برسد
گرچه در دیده کشد هیچ غبارش نبود | هرکجا از قدمِ دوست غبارے برسد
اے خوش آن تلخیِ پاسخ که دهد بعد از هجر | که خمارے شکن از بهرِ خمارے برسد
لذتِ وصل نداند مگر آن سوخته | که پس از دوریِ بسیار بیارے برسد
قیمتِ گل نشناسد مگر آن مرغِ اسیر | که خزانِ دین بود پس بهارے برسد
خسروا یارِ تو گرمی نرسد خود می پوے | بهرِ تسکینِ دلِ خویش که آرے برسد

ذکرِ در اسپ فرستادنِ سلطان یزد
هم بران گونه که در باغ وزد بادِ وزان

شد کرهٔ چرخ چو گنبد نمای — نعلِ مه افگند بگنبد ز پای
زردهٔ صبح از طبقِ خاک جست — رفت و بمیدانِ افق بر نشست
شاهِ فلک مرکبِ جوزا ستام — هم شه و هم شاهسواری تمام
جست بهنگامه تگاور به پیش — در دلِ دریا شده از آبِ خورش
رفت امیر آخور و آورد زود — هر چه در اطرافِ جهان باد[1] بود
پس که پر از باد روان گشت و دشت — مرکزِ خاکی کرهٔ باد گشت

وصفِ اسپان که ز سرعت بخروج و دخول
نتوان خارج شان گفت نه داخل چون جبال

تیز تگانِ همه تازی نژاد — چون دمهٔ آتش و ابانِ باد
گرد سر و سینه همه گردن دراز — تا به فلک گردنِ شان سرفراز
تیز تگِ گوش چو پیکان پدید — بر سرِ یک تیر دو پیکان که دید
سر چو مه افراخته بر اوجِ مهر — ساخته از چشم چراغِ سپهر
از هنر آراسته پا تا بفرق — گاه روش ابر و بجستن چو برق
در گله بی دست زدن جسته زن — کوفتنِ پا بطرق کرده فن
نازکنان در صفتِ نازکی — زخم نخورده گهی از چابکی

---

[1] امیر آخور امیر اصطبل و از باد مراد اسپان ۱۲

کبکِ خرامنده بصحنِ سرای کبک روان ازدهٔ زاغ پای
هیکلِ شان گرم چو آتش گهی آتش شان چوب نخورده گهی
کوه گران لیک گران سنگ نی یک تکِ شان جز بسه فرسنگ نی
سنگ دران کوه شان ناپدید کوه که بی سنگ بود کس ندید
ز آتش خود گرم روان همچو تیر سوخته شد کرهٔ گرمِ اثیر
از تکِ شان کارِ دهِ صرصر زده باد بدیوار بسی سر زده
سرعتِ شان از تکِ شان بیشتر گاهِ تک از خود قدمی پیشتر
وز رهِ جولان بفلک راهِ شان سنبلهٔ چرخ چراگاهِ شان
بی سمِ شان کوه نیارد خمید بی تکِ شان فتح نیاید پدید
پا نه نهاده بزمین هیچ جای بر سرِ گردون شده جولان نمای
گرده هوا در تهِ ایشان زمین پا ننهاده بزمین جز جبین را
آبِ روان از پیِ صحرا گشت بادِ صبا از پیِ گلگشتِ دشت
گر بلگد خشتِ زمین بشکند گاه بیک جست دو گنبد کند
از لگدِ پا که بیک پی فشرد خرگهِ بر نه کره[۱] را کرد خرد
چون سمِ شان لرزه بگیتی فگند کرهٔ ناکندِ زمین را بکند
گاه روش ز ان سمِ گیتی نورد از کره خاک برآورد گرد

---

[۱] خرگه بر نه کره - آسمان ۱۲

کاسهٔ سُمّ کُرّ طبقِ[1] آزاد گشت — کرد بصحنِ زمین آشامِ[2] وشت
باد گرفت اسپ کمان ابرو — وز رہِ شان رُفت بصحرا خسی
گرچه که زاده شده پابندِ پای — ہم گہِ تگ ماندہ[3] صبا را بجای
بر سرِ نُہ چرخ بود جایِ شان — گر نہ بود بند بہر پایِ شان
پیکرِ آن راه نوردانِ پاک — بادِ مجسم شده بر روئے خاک
بر سرِ بدخواه روان تر شده — وز سبکی دیده درون در شده
صورتِ شان از روشِ دلپذیر — وہم مصوّر شده اندر ضمیر
گشت چو سیّاره منازل سپر — ماه سبک سیر شده نعل زر
زال مہِ ره یافته در برجِ باد — باد بسے گرد بسیّاره داد
جوشش کمیت از سرِ میدانِ شاه — مست ہمی کرد کسان را براه
شکلِ سیاہانِ[4] سر افراخته — آتشے از دود سَلَب ساخته
آتشِ سوزان که ز تابِ وجود — ہم ز تنِ خویش برآورده دود
تیزیِ خنگانِ محیط آزمون — آب بَرد از فلکِ آبگون
گنبدِ شان کرده فلک را خراب — گنبدِ آبی شده بر روئے آب
سوسنیان[5] خوش فش و نرگس دہان — وز دمِ شان نرگس و سوسن دہان

---

۱ طبق نام بیماری که در سُمِ اسپ می باشد ۱۲ — ۲ اے زمین را می نوردیدند ۱۲
۳ گزشته بودند ۱۲ — ۴ اسپان مشکی ۱۲
۵ سوسنیان۔ اسپان برنگ سوسن و فش موے عیال۔ دہان بمعنی دمنده ۱۲

چال[1] ز گلزنگ تر انگیخته | باد صبا را بگل آمیخته
پشت قله[2] از خط مشکین خویش | سبق هنر داده صبا را به پیش
زرده شان چون ز رقیمت فزا | گرچه نه بیجاده[3] ولی کهربا
خنگ مگس[4] دشت خور د کاسه سم | بهر مگس کرده مگس ران ز دم
لیک[5] چه راند ز مگس کز سرین | خواست بلغزد مگس اندر زمین
ابرش شان ابر تگ و برق تاب | برق فلک سرعت و ابرش خطاب
در تگ شان گاه کشادن ز بند | گم شده این ابلق و ندان بلند
ابلق شان از بیاض و سواد | خامه نقاش نشانے نداد
دهر شد از نسخت شان نا امید | گرچه بسے کرد سیاه و سپید
صورت شان خامه نداند نبشت | باد صبا را که تواند نبشت
از تگ شان گر بنویسم سخن | باد ربا باید قلم از دست من
مه ز پئے آخور آن مهوشان | ساخته خرمن بره کهکشان
کار گزار عمل پایگاه | می گزرانید یگان پیش شاه

---

[1] چال ـ اسپے کہ سرخ رنگ باشد ۱۲ [2] قله اسپ کہ رنگش مائل بزردی باشد ۱۲
[3] در لفظ بیجاده کهربا صنعت ایہام است که هم جوهریست بمعنی بجراه و کهربا هم جوهریست و بمعنی خون خورنده کاه ۱۲
[4] خنگ مگس اسپ سفید که بر آن نقطهائے سیاه باشند ۱۲
[5] لیک چه راند الخ ـ یعنی اگرچه دم آن مگس ران ست مگر مگس را چه گونه راند که از فربهی و چربی مگس از سرین او می لغزد و بر زمین می افتد ۱۲

بستۂ ابریشم گہرِ مہرہ وار — مہرہ نگویم کہ دُرِ شاہوار

شاہ چو در مہرہ‌شاں چشم داشت — چید یکے از صد و دیگر گذاشت

گرچہ ہمہ مہرۂ شاں چیدہ دید — عاقبت از گوہرِ شاں مہرہ چید

کرد گزیں زاں ہمہ گردن تگاں — پنج ہزار و صد و پانصد یگاں

داد بدانا کہ برایں نزد شاہ — عذر قدم زآمدنِ وے بخواہ

وعدۂ امروز فرازم رساں — جاں بجنابش بر و بازم رساں

رفت پذیرندہ و آں ہدیہ برد — خدمتیے خاص بخدمت سپرد

خواہشِ عذرے کہ بپنہانش بود — کرد بفرمان دہِ فرمانش زود

داورِ دولت کہ دراں یاری — دید ز دارائے خود آں داوری

سکۂ مہرے کہ عیارش نمود — گرچہ یکے بود ہزارش نمود

داد بیارندہ لباسے عجیب — قیمتی و در ہمہ عالم غریب

سُرخ نطاقی ہمہ از لعل ناب — لعل کہ خورشید ندیدہ بخواب

از پئے شہ چند طرائف دگر — طُرفۂ اطراف ہمہ بحر و بر

وعدہ چناں رفت کہ ہنگام شام — جلوہ کند مہر بماہِ تمام

مرد سخن سنج کزاں سلک دُر — کفّ تہی بود و کفّۂ خور یافت پُر

آمد و بگشاد ترازوئے راز — نکتۂ سنجیدہ بسنجید باز

شاہ بفرمود بفرش کشاں — زینتِ فرش و تتق زرفشاں

هر همه در حجلهٔ بار آمدند — بار کشادند بکار آمدند
نصب شد اورنگ زر از پیشگاه — پایه بپایه سر او تا بماه
تاج مرصع که در آویختند — یکسر از آب گهر آمیختند
بود تتق جمله ز زر بافته — پردهٔ درها ز گهر بافته
پردهٔ دیوار ز یاقوت بود — کنگرهٔ بالا ز زمرد نمود
فرش زمین بود مسلسل بزر — در ته آن خاک زمین نقره گر
هر که در آمد بچنان منظری — صورت خود دید ز هر گوهری
یک تنه زو شد بتصور هزار — بین که هزارش چه نمود آشکار
شاه در آن خانه در آمد بتخت — آئینهٔ دید نمودار بخت
خانه ازو شد همه صورت پذیر — با همه تصویر نبودش نظیر
خواست ز ساقی مے آئینه فام — دید درو صورت خود را تمام
گشت سکندر که ز گنجینها — داد زر و کرد نو آئینها
با دل آئینهٔ اسکندریش — با دل گلرنگ صفا پرورش
داد مرا این غزل اندر خیال — بر دل چون آئینه او جمال

غزل

ز سر کرشمه یکره گذرے بسوے من کن — بعنایتے که دانی نظرے بروے من کن

من از آرزوت مُردم دلت ارچه نیست با من / تکلّف ار تو دانی شبی آرزوی من کن

منم و دلی و دردی ز غمت چو ناتوانان / بزکوة تندرستی گذری بسوی من کن

همه بوی عود نبود که بر آتشش بسوزی / دلِ سوخته است رغبت قدری ببوی من کن

اگر این ست رسمِ خوبان که بمو نهند دلها / دلِ من بیار و جایش تنِ چو موی من کن

بدو زلف طوق داری نه بیکی که صد خم / وگرت هزار باشد همه در گلوی من کن

ز شکنجِ زلفِ مشکین چو نهی بدوشِ چوگان / بفدای حال گاهش سرِ هیچ گوی من کن

تنِ خاکیم لبالب همه پُر ز خون ست از تو / لبِ خویش را تو ساقی ز سرِ سبوی من کن

بگران مشو ز خسرو که چنین بدستِ خویم / نفسی بیا و بنشین بدِ خو نکوی من کن

صفتِ آن شبِ باقدر که تا مطلعِ فجر
نزدِ آن روحِ ملک بُرد سلامِ یزدان

شب چو بیاراست سر بر سپهر / گشت مکلّل تتق ماه و مهر

یافت فلک پردهٔ گوهر نگار / رشتهٔ شب از پی آن بود و تار

چرخ بهر زاویه شمع سوخت / خاک بهر خانه چراغی فروخت

طاقِ سما کرد چراغ آشکار / طاق یکی بود چراغش هزار

دهر شد از دود معنبر دماغ / کم نه بود دودهٔ چندین چراغ

سرمه بود از دُر و گردون برا / از دُرِ سیّاره شده سرمه سان

چرخ که شد حقهٔ او سرمه زای — سنگ ندارد زچه شد سرمه سای
دیدهٔ انجم بسیاهی درون — دیده درون ماند سیاهی برون
ریخته از شیشهٔ گردون مداد — مجمرهٔ گل شده زد پر سواد
جوهری شام بسوداگری — کرد گهر پیش کش مشتری
گاو فلک ریخته عنبر براه — گاو زمین ساخته پر چشم سیاه
طاس فلک شد علم زرنگار — روی زمین شد زعلم سایه دار
از رم شبگیر که هر سو فتاد — کوس سحر هیچ صدای نداد
ادهم شب گشته بتندی روال — پر زجلاجل شده برگستوال
گرچه هوا پر زجلاجل نمود — هیچ طرف بانگ جلاجل نبود
چرخ یکی حلقهٔ انگشتری — بر سر یک حلقه هزاران نگین
خوان فلک پر ز نگینهای زر — زرد چو زنبور برآورده سر
زان همه زنبور که از نور بود — پردهٔ شب[۱] پردهٔ زنبور بود
خوشهٔ[۲] چرخ از علف خانه خیز — بهر خروسان سحر دانه ریز
بود خروس سحر اندر عدم — ورنه چرا دانه همی گشت کم
مرغ شب آهنگ نوا گر شده — نغمهٔ زیرش بهوا بر شده
شپرک از بس که ببالا پرید — مرغ مسیحا بمسیحا رسید

---

۱ از پردهٔ زنبور مراد سقف زنبورست که سوراخ دار می باشد ۱۲ ۲ خوشهٔ چرخ برج سنبله و خروسان سحر ملایک و دانه ها ستارها ۱۲

گرمک شب تاب بصحن جهان | همچو شرارا ز سرِ آتش جهان
چرخِ کمان شکل به تیرِ شهاب | شانده پرِ زاغ بپرِّ عقاب
تیرِ شهاب از دلِ اختر گذشت | روشن از ین هفت سپر در گذشت
آتشِ خورشید که گرمی نمود | ز آتشِ او چرخ برآورد دود
روز ز دریای فلک شسته دست | چشمهٔ خور در تهِ دریا نشست
طرفه که خورشید چو در شد بچاه | گشت روان از ورقِ زرّینِ ماه
در شده آن چشمهٔ روشن بچاه | خونِ شفق سرخ شد آنگه سیاه
پرتوِ خورشید کند از عمل | سُرخیِ خون را بسیاهی بدل
بلک چو خورشید شد آتش فشان | زود هد از رنگِ سیاهی نشان
طرفه که خورشید چو رو در کشید | روی زمین گرد سیاهی پدید
خور چو شود تافته از تاب وی | روی پر از قطره نماید ز خوی
طرفه که چون تابشِ خورشید نهان | گشت پُر از قطرهٔ سُرخ آسمان
تا ندهد آهوی مشکین عطا | هست طلب کردنِ مُشک از خطا
طرفه که گم گشت چو آهوی مهر | مشک فشان گشت بگیتی سپهر
قرصهٔ خور تا بسرِ خوان بود | خلق بر د آخته دندان بود
طرفه که چون قرصِ خور از خوان فتاد | چرخ لبالب همه دندان کشاد
مست شده از قدحِ دورِ مهر | بر زمین افتاد ز روی سپهر

صفتِ شمع که چون بسرش آید مقراض
در زمان چاک زند پردهٔ ظلمت ز میان

شمع همه بزمگهی سرفراز
خاصه به بزمِ شهِ عالم نواز

شمع نه بل اخترِ عالم فروز
در دلِ شب مشعلهٔ پیوندروز

از همه سو روی و همه روی چشم
نی پلکش دیده و نی موی چشم

پاسِ نفس داشته تا بامداد
هر که بر و زد نفسی جان بداد

اولِ شب آمده عمرش بسر
زیستنش آخرِ شب تا سحر

نادره شخصی که ز نورِ صفات
زنده بماند چو سر آید حیات

زنده شد آتش ز نفس چون بمرد
و آتشِ تیز سرش ز نفس جان نبرد

جانش که از سوز رسیده بلب
زنده از آن داشته بسیار شب

چون دلِ سوزانش ز سر بر نشست
جان شد و از روی دلِ شب بگسست

شد بگهِ صبح چو آتش تمام
عمر ز سر یافت بهنگامِ شام

کرد چو مقراض ببویش گذر
بوسه زدش بر لب و ببرید سر

بس که سرِ او شده بارِ زبان
کرد سر اندر سرِ کارِ زبان

تیغ رسید و سرش از تن ربود
او بزبان کرد چرا ره چه سود

سوز بسر داشت که چندان گریست
تا نبریدند سرش را نزیست

ساختہ از دود دم اوی ز بر | دادہ بہ پروانہ سوادی ز سر
بس کہ گزیدہ شدہ از زخم گاز | دادہ سرِ خویش گزیدش براز
زاں ہمہ نیشے کہ ز زنبور خورد | عاقبتش سوختن آغاز کرد

صفتِ نورِ چراغے کہ اگر پرتوِ او
نبود در دلِ شب کور بود پیر و جواں

گشتہ رواں خانہ بخانہ چراغ | آتشِ او در دلِ شب کردہ داغ
گرم دماغ آمدہ در ہر وثاق | بینیش از گرم دماغی بطاق
پنبہ دہانی بزبانِ دراز | با ہمہ کس گرم سرِ سوز و ساز
پنبۂ و آتش شدہ در دو غلش | در تن و نا سوختہ سر گرتنش
پیش رو راہ ز نورِ بصر | گم شدہ را در دلِ شب راہبر
تا شب از و نور نیاید پدید | دیدۂ تاریک جہاں را ندید
چرب زبانی بدلش گشت جمع | چرب تن و چرب زبان تر ز شمع
شعلۂ او کرد خسے آشوب یافت | صد خلہ از سیخک جاروب یافت
تا درۂ گرد عیاں دل پذیر | سیخک جاروب بر آتش امیر
خس ببرد بینیِ او را لبے | چوں ببرد بینیِ آتش خسے
کرد بچوب آتشِ خود را ادب | وز پے چوب آمدہ جاں تشنہ لب

بستہ جہاں چشم چو گاوِ خراس | گوش بفریاد ز آوازِ پاس
کرد عسس بر سرِ ہر کو کمیں | کیست کہ جنبد بہ بساطِ زمیں
مردمِ ہر خانہ شد از رہ گذر | مردمکِ دیدہ فرو بستہ در
موسمِ گرما و تن از خوی بجوش | دیدۂ مردم ز پلک شقہ پوش
شقہ گری از پلک آموختہ | وز مژہ قند ز بگراں دوختہ
موے ہم کردہ مژہ داد و تاب | دام ز مو بافتہ از بہرِ خواب
فتنۂ چشم آمدہ زاں مو بدام | تیغِ زباں خفتہ میانِ نیام
ہمچو فلک پر ز ستارہ جہاں | ہمچو زمیں پر ز چراغ آسماں

صفتِ سیرِ بروج و روشِ منزلہا
کہ ہمہ کار گزارِ فلک اند از دوراں

میرِ منازل[1] ہمہ نزدیک و دور | منزلتے دادہ فلک را ز نور
قرن[2] حمل کردہ قرآں یکدگر | وز حدِ شرطین برآوردہ سر
بستہ حمل حمل بنافِ بطین[3] | زادہ سہ سیارہ بہ تثلیثِ عین

---

[1] میرِ منازل۔ ماہ ۱۲

[2] قرن یعنی شاخ و حمل برج جدی کہ بصورت برۂ گوسپند ست شرطین بضم شین نام منزل اوّل ماہ و آں دو ستارہ اند از برج حمل و بجائے دو شاخ آں واقع شدہ اند ۱۲

[3] بطین بضم با نام منزل دوم ماہ کہ درین مدت ماہ در شکم برج حمل می باشد و بطین سہ ستارہ اند باریک بشکل مثلث بدور باین شکل ٥ ٥ ٥ ۱۲

ثور گرفته ز ثریا نثار / کوهه کوهان ز گهر زیر بار
ساخته ثور از دبران[1] چشم خویش / کحل جواهر فلک آورد پیش
هقعه[2] سه سیاره روشن بدور / گشته مثلث چو سه نقطه ثور
هنعه[3] دو آتش که بیکجا نمود / داغ وے از گردن جوزا نمود
بس که ذراع[4] اطلس گردون نوشت / پردهٔ اطلس همه بیموق گشت
نثره[5] چو ابرے شده گوهر فزاے / چار گهر ریخته بر پنج پاے
طرفه[6] بیک طرف دو چشمش پدید / دیده چنین طرفه بچشمے ندید
قلب فلک در طلب جبهه بود / جبهه بقلب آمد و بهجت فزود
زبره[7] زبردست شده چون اسد / بهر اسد کرده ز آهن جسد
مهرهٔ صرفه[8] بدم شیر گم / مهره بسر باشد و او را بدم

---

[1] دبران بفتح دال نیز نام منزل ماه است و آن پنج ستاره اند در ثور یعنی فلک برائے (دبران) چشم ثور کحل جواهر آورد تا که چشم او روشن شود ۱۲

[2] هقعه سه ستاره روشن در برج جوزا ۱۲

[3] هنعه بفتحتین نیز نام منزل قمر و آن پنج ستاره اند بر گردن جوزا ۱۲

[4] ذراع گز مراد ماه است یعنی ماه اطلس گردون را در نوشت ۱۲

[5] نثره نام منزل قمر و آن چار ستاره اند در برج سرطان ۱۲

[6] طرفه بالفتح نام منزل قمر و آن دو ستاره اند در یک طرف یعنی این طرفه تر است که طرفه دو چشم در یکطرف دارد ۱۲

[7] زبره تراشهٔ آهن و آن ستاره ایست در برج اسد که جسد اسد را مثل آهن مضبوط کرد ۱۲

[8] صرفه نیز ستاره ایست بردم اسد یعنی این عجب ست که مهر بر سر باشد و اسد را بردم ۱۲

پنج گہر یافتہ عوّا[۱] بزیر — پنجۂ شیر آمدہ بر رانِ شیر

رمحِ سماک[۲] از حدِ تیسر آمدہ — رفت بمیزان و ترازو شدہ

غفرہ[۳] چو سطرے کژو روی سہ حرف — راستی اندر خطِ میزانش صرف

شکلِ زبانا[۴] بجسناں دو اوری — بر سرِ عقرب بزباں آوری

عقرب از اکلیل[۵] سہ گوہر بہ پیش — ہر سہ گہر سفتہ بیک زخمِ نیش

رشے چو بکشاد مہ مہر جوے — قلب شدہ عقربِ[۶] پوسیدہ روے

شولہ[۷] شدہ بر سرِ عقرب چو خار — داد دوگاں شعلۂ آتش شرار

شکلِ نعایم[۸] چو سریری بجاے — کژ شدہ بار استیِ ہشت پاے

ف۱ عوا سگِ عو عو کنندہ و نام منزلِ قمر و آں پنج ستارہ اند بر رانِ شیر یعنی ایں عجب ست کہ پنجۂ شیر بر رانِ او آمدہ ۱۲

ف۲ رمح نیزہ و سماک بالکسر نام منزلِ چہاردہم ماہ و آں یک ستارہ است و سماک دو نوع ست۔ یکے رامح یعنی نیزہ دار، دیگرے اعزل یعنی بے سلاح۔ میزان بمعنی ترازو و نام برج۔ یعنی سماک از حد مسافت عطارد آمدہ بہ برجِ میزان مقابل شد زیرا کہ ترازو شدن بمعنی مقابل شدن ست ۱۲

ف۳ غفرہ نام منزلِ قمر و آں سہ ستارہ کژ واقع شدہ کہ آں را سہ حرف گفتہ یعنی در برجِ میزان آمدن راست شدہ ۱۲

ف۴ زبانا بالضم نام منزلِ قمر و آں دو ستارہ اند بر سرِ عقرب ۱۲

ف۵ اکلیل نام منزلِ قمر و آں سہ ستارہ اند در برجِ عقرب یعنی عقرب از نیشِ خود سہ گوہر را بسفت ۱۲

ف۶ قلب عقرب برقع ست یعنی ماہ از دیدنِ عقربِ منحوس رُوے خود پوشید ۱۲

ف۷ شولہ دمِ کژدم و نام منزلِ قمر و آں یک ستارہ است بر سرِ عقرب و دوگاں و چند یعنی عقرب نحس ست خود را دو چند ظاہر کرد ۱۲

ف۸ نعایم بالفتح نام منزلِ قمر در برجِ قوس و آں شکلِ تختِ ہشت پایہ واقع شدہ است یعنی نعایم (شتر مرغ) با وصفِ راستی ہشت پا کژ گردید ۱۲

بلده چناں از نظر آنجا بهی　　　هست دہے لیک ز مردم تهی
سعد شده ذابحِ بُزِ دَرنہاں　　　از پئے آرایشِ خوانِ جہاں
سعدِ بلع[۱] در شکمِ بُزِ درون　　　رفته و آورده دو بچه برون
سعدِ سعود از دو طرف درفشاں　　　با اثر سعد ز تثلیث شاں
اخبیه[۲] با چار حریفِ درشت　　　دلو کشاں گشت ز بالای پشت
کرده مقدم ز قدم پیش و پس　　　آب کشِ دلو شده از هوس
دستِ موخر سوے ماهی دراز　　　در دلِ ماهی شده تا خیر ساز
کرده رشا[۳] رشته پیچاں بدست　　　در شکمِ حوت در افگنده شست

صفتِ اختر و آں طالع و وقتِ مسعود که گرفتند دو مسعود بیک برج قراں

زهره و برجیس بهم بسته جعد　　　ثور مشرف بقرانِ دو سعد
ماه و ذنب هر دو بیکجا مقیم　　　مانده ز پشتِ بره مه در گلیم
برجِ دو پیکر ز ده رو پر ز نور　　　دیده اختر ز درش مانده دور
شاهِ کواکب شده کرسی نماے　　　کرسی او کرد فلک پنج پاے

---

[۱] سعد بلع دو ستاره اند در برج دلو و میان آن هر دو یک ستاره دیگر ست که آن را مبلوع گویند ۱۲

[۲] اخبیه یعنی خیمه ها و نام منزل و آن چار ستاره اند و سختی آنها باعتبار نحوست این منزل ست یعنی دلو ۱۲

[۳] رشا نام منزلے ست و آن ستاره است بشکل رسنِ دلو ۱۲

گشته عطارد باسد جاے گیر | شه زده گوئی بدل شیر تیر

شیر چو پہلوے عطارد نشست | سنبله در سوگ میانرا ببست

راس[ل] چو مریخ ترازو بچنگ | هر دو برابر شده در وزن سنگ

عقرب دم دار شده قلب دار | کرده سم از کوکبهٔ خود کنار

مشتری از خانهٔ خود بے خبر | قوس تهی تیر بجاے دگر

بزکه شدش هندوے گردون شبان | رفته شبان از سر آن بے زبان

دلو شده در ته دریا نشست | کاب کشان زدو همه شستند دست

کرده زحل در دل ماهی مقام | طرفه که ماهیش به بسته بدام

تیره شبی دمه گردون بخواب | ماه زمین منتظر آفتاب

تا کیش آن اختر عالم فروز | روے نماید که شب آید بروز

نوبت خفتن چو نو ابر کشید | بانگ دهل دم بهوا بر کشید

کاسه برون زد شغبے کان دروست | گفت سخن کوس فلک را بپوست

ناگهی از دور در آب روان | مشعلها شد چو کواکب عیان

پرتو شان نادرهٔ خوش نمود | کاب بر از شعلهٔ آتش نمود

عدل شه این تعبیه انگیخته | کآتش و آبی بهم آمیخته

دهر بنوعی فلک افروز شد | کاستر شب اورگئی روز شد

ل راس نام ستاره مقابل ذنب یعنی راس و مریخ هردو در برج میزان بودند ۱۲

گشت چناں ظلمت شب کم فراغ　　کش اثرِ دود نماند از چراغ

دیدۂ سیارہ ز نورے کہ زاد　　دادہ ہمہ سرمۂ شب را بباد

روشنیِ گشت بعالم پدید　　کاولِ شب صبحِ دوم در دمید

مشعلہا ہر چہ در آمد بہ بیش　　نورِ جہاں گشت زاندازہ بیش

تا بچنیں کوکبہ آں آفتاب　　نوردہِ خاک شد از برجِ آب

ریختنہا ز دو سو شد بکار　　بستہ شد از بارِ گہر جاے بار

ریزشِ زر کز زمیں آمیختند　　خاک تو گوئی کہ ز زر ریختند

آنکہ ہمی چید بدامن گہر　　دامنِ پُر چید ز لولوے تر

خلق سر از چیدنِ زر خم نکرد　　سر چہ کند خم کہ نظر ہم نکرد

بسکہ دُر و لعل بخواری نشست　　کس بچناں آب نیالود دست

نورِ دو خورشید شدہ ہمقراں　　انجمن انجم فگن از ہر کراں

ہر دو بیک تن چو دو پیکر شدند　　بر فلکِ تخت چو مہ بر شدند

گشت ببرجے دو قمر جاے گیر　　گشت مزیّن بدو سلطان سریر

برج شرف کردہ دو اختر یکے　　سلک نسب کردہ دو گوہر یکے

ملک بیک تخت دو دارا نمود　　دہر بیک آب دو دریا نمود

روے زمیں فرِّ دو جمشید یافت　　چشمِ جہاں نورِ دو خورشید یافت

خاتمِ جم را دو نگیں دست داد　　افسرِ کسریٰ بدو فرق ایستاد

دبدبهٔ کوس دو لشکر زدند — نوبت اقبال دو سنجر زدند
گلشن دولت بدو گل تازه گشت — صوت دو بلبل بیک آوازه گشت
گشت یکے تاج کیان را دو سر — گشت یکے قصر شهان را دو در
مصقلهٔ چرخ دو خنجر زدود — آینهٔ ملک دو صورت نمود
نور یکے داد دو لوح جبین — لمعه یکے زاد دو نور یقین
سایه یکے کرد دو فرّ همائے — پایه یکے ساخت دو کشور گشائے
شاخ بهم سود دو سرو جوان — موج بهم داد دو آب روان
گشت یکی باغ وفا را دو جوے — گشت یکی تیغ صفا را دو روے
گشت زمین آب دو باران چشید — مغز جهان بوے دو بستان کشید
چرخ یکے شد بدو ماه تمام — بزم یکے شد بدو دور مدام
گشت یکے غم زده و دل خاسته — گشت بیک جان و تن آراسته
بود دو سرو آمده هر دو ببار — سر دو و بد پایش ایشان چهار
صف زده از هر دو طرف صفدران — انجمنے ساخته نیک اختران
بر همه در رشتهٔ طاعت قطار — راست چو در رشته در شاهوار
سر بزمین خان ختا می نهاد — خان مغل کاسه کجا می نهاد
بود گه سجده برون از شکے — نقش بساط و رخ مردم یکے
فرش زمین داد ز صورت نشان — از چه ز نقش رخ گردنکشان

زاں سرانبوہ کہ در گل نشست / کاسہ بہم خورد و سر اشتر شکست
گرد شدہ خاصگیاں ہر طرف / وز دو قمر یافتہ پرویں شرف
گاہ نشستہ بمقامِ نشاط / گہ بزمیں بست چو نقشِ بساط
جملہ کُلہ ور شدہ کہ تا بسر / سر ز کُلہ گشتہ سزاوارِ زہ
جبہتِ شاں از کُلہِ بے بہا / گشت دُر افشاں چو مہ از ابرہا
از کُلہِ لعل و سپید و سیاہ / گونہ بگونہ شدہ رخسارِ ماہ
نقشِ قباہاے ز خز آب گوں / موج بروں دادہ و دریا دروں
کوہ تناں ہمہ بستہ کمر / تا بہ کمر غرق شدہ در گہر
قامتِ شاں زاں کمرِ زر کہ بست / تیر تو گوئی بدو پیکر نشست
مجلسے آراستہ شد چوں بہشت / خاک شد از غالیہ عنبر سرشت
بس کہ فشاندند گلابِ نشاط / شستہ شد از وی ہمہ روی بساط
بوے گلاب از تنہ و آستیں / کرد ز گل جامۂ گل را آستیں
عودِ قماری کہ ہمی داد دود / غالیہ می ساخت گل از دودِ عود
عود ہمی سوخت چو عنبر بداغ / مشک ہمی گشت بگردِ دماغ
بس کہ شد آلودہ بعنبر زمیں / گاوِ زمیں شد ہمہ تن عنبریں
نقل فشاندہ بطبق ہاے زر / میوہ ز ہر جنس چہ خشک و چہ تر
دیدۂ بادام کہ بیختیش بود / خستگیے داشت شکستی نمود

شد بطبق پستهٔ شکّر شکن | بهر زمین بوس لبالب دهن
چربی چلغوزه ازانجا که اوست | چرب زبان بود و لے زیر پوست
سرخی ما[1] بود ز عنّاب کم | سرخی خود کرد فزون دمبدم
سایگی از پرتوِ مجلس بتاب | سایه همی جُست در آن آفتاب
هیچ کسے آب ز آبے نخورد | سیب شد از بس خجلی سرخ و زرد
قهقههٔ بے ادبان کرده نار | شد همه دندانش بدامن نثار
بود هم از میوهٔ هندی بسے | کان مزه را نام نداند کسے
موز که همسایگیِ بہ [بہی ۱۲] نمود | به بتری بود اگر بہ نبود
نُقل ازین گونه دل آساؤ نغز | باده کزو پرورشش آید بمغز

صفتِ باده که بینی چو خطِ بغدادش
بے سوادیش بخواں نسخهٔ آبِ حیواں

مے که عرق از تنِ مرداں کشید | گوهر هر مرد شد از وے پدید
پیشِ چناں گوهرِ یاقوت رنگ | کوه زده بر سرِ یاقوت سنگ
بس که ز هر کف گهر انگیز گشت | معبرش از معبرِ دریا گذشت
تند کمیتے که بهنگامِ جوش | کف بلب آورده و شد اندر خروش

---

[1] ما در عربی آب را گویند و آبی بهی را گویند یعنی سرخی بهی ۱۲

از سرِ جوشش همه گنبد نمود — گرچه که میدانِ وی از شیشه بود
او ز عمل کرده بسے زر بدست — آمده بر شیشۂ مسکیں شکست
مے که ازو صد هنر انگیخته — موے بموئیش هنر بیخته
بهرِ دهن هاے چو انگشتریں — ساخته از لعلِ مصفا نگیں
بود بر آتش قدمش دیرپاے — زآتشش دمید آبله[1] سر تا بپاے
نام حرام ارچه بر و شد وبال — هر چه نمک خورد و دان خورد حلال
لاجرم او داشت نمک را عزیز — حرمتِ او داشت همه خلق نیز
طرفه حرامی که بهرِ دستگاه — حقِّ نمک دارد ازیں سان نگاه

وصفِ قرّابه که بهرِ حرمِ دخترِ رز
شیشه خانه است ببالاے سرش روشنداں

سینۂ قرابه بر آورد شور — واز خسِ خُم چشمِ بداں کرد کور
راست چو دریا ز برون و درون — دُر ز درون داشته خس از برون
هر که گذر کرد گهی در رهش — غرقه شد از آب بزیرِ کهش
گرچه ز پیری سرِ او پنبه گشت — هم ز می و جام نداند گذشت
پُر شده تا لب ز می و گشت مست — ریخته از سینه برون هر چه هست
بسته میاں را کمر از لعلِ تر — طرفه که در زیرِ قبایش کمر

[1] از آبله مراد حباب هاے شراب ۱۲

رنگ خضر داده ز سبزی برش | تا بزه چشمهٔ حیوان سرش
می طلبی روی بخدمت نهد | هم بکند خدمت و هم می دهد
خونِ دلش گرچه بساغر خوری | هم نکشد سر ز تواضع گری
لعل که در سنگ درون آمده | حل شده زان شیشه برون آمده
سنگ بسی هست که یاقوت داد | شیشه که دیدست که یاقوت زاد

سخن از وصفِ صراحی که گرآن نازک را

در گلو دست نمی خونش بر آید ز دهان

بس که صراحی حلب گشت صاف | باده درو دیده شد اندر طواف
گوئی از او صافِ صفاش از برون | باده برون ست و صراحی درون
حاملهٔ دختر خلف از وی نزاد | گرچه کسش حمل کند بر فساد
کرده درو دایره دورِ شراب | خیمهٔ آن دایره گشته حباب
در شکمِ او کفِ صافی گهر | از هوسِ باده شده شیشه گر

سخن از وصف پیاله که ز بس جنبشِ خوں

خونِ قرابه سوی اوست همه وقت کشاں

شکل پیاله چو فلک گاه دور | زو همه بر مردم هشیار جور

گشت لبالب ز مئے جان سرشت — کرد حدیثے از لبِ جوئے بہشت

جان لبش تا نرسید از طلب — بر لبِ جانان نرسانید لب

نوشِ لبش زان مئے نوشین کہ خورد — نوش لبان را ہمہ لب نوش کرد

بس کہ خورد بادہ نداند ستاد — تا ش نگیری نتواند ستاد

مے بدلِ آب فرو ریختہ — و آب بجے ہیچ نیامیختہ

بادہ تو گوئی کہ دررو از صفا — ہست معلّق بمیانِ ہوا

کرد چو ساقیِ شہش زیر دست — رفت ز بر دستِ بزرگان نشست

دستگہے یافتہ در خورد خویش — کردہ بہ پیش ہمہ کس دست پیش

صفتِ ساقیِ رعنا کہ کند مستان را
بیک آمدشدِ خود بیہش و مست و غلطان

ساقیِ صوفی کُش و مردم فریب — برد بیک غمزہ ز عالم شکیب

خم بخم آویختہ جعدِ ترش — یک خم و صد بر شکنان بر شکر

نرگسِ نازندۂ او نیم باز — نیمے از و خواب و دگر نیمہ ناز

گرچہ کہ چشمش شدہ با خواب جفت — لیک گہے فتنۂ چشمش نخفت

عکسِ چنان نرگسِ مستِ خراب — ہر ہمہ را سرمہ دہد در شراب

خطِ نو آغاز شدہ گرد وے — خاستہ نو برتنِ خورشید موے

مست رود چون بسوی می پرست	عقل شود شیفته بیچاره مست
هرکه بیک جرعهٔ او سر نهد	بهشتیش بیند و برتر دهد
مے دهد و خون خورد از دل تمام	جرعهٔ باقی نگذارد بجام
ور نشود مست حریف از شراب	رو بنماید که بیفتد خراب
مست در و بیند و او سوے می	او شده مست از می و مستان ز وے
بسکه همه جور بود دَور او	هرکه بود خون خورد از جَور او
از کفِ او دور دمادم خوش ست	ور مثل جَور بود هم خوش ست
چون بدهد باده و گوید که نوش	مست برو زد گر آید بهوش
ساقی ازین سان و حریفان نغز	در شده آوازِ ترنم بمغز
حاصل ازین مجلس فردوس وش	شاه خوش و باده کشان نیز خوش
صفِّ حریفان زده دو جانب قطار	هریک ازایشان ملکے نامدار
جامِ مے آنرا که بلب باز خورد	بستد و چون جرعه زمین بوس کرد
کرد سوے تخت بحرمت نگاه	خورد بیادِ رخ میمونِ شاه
بانگِ ندیمانِ قصیده سرا	باز رسانیده سخن بر سما
روزنِ هر گوش پُر از بانگِ رود	گنبدِ سر پُر ز صداے سرود
مرد بیک رو همه سازے بدست	ساخته تا مجلسیان گشته مست
زن ز دگر سوے بریشم زنے	رشتهٔ جان ریشهٔ هر دامنے

صفتِ چنگ کہ بے موست تنِ یکتیاز
موے ساقِ دگرش تا بزمیں آویزاں

چنگِ سر افگندہ سرافراختہ موے بمو یشش بہنر ساختہ
یک شبہ ماہے ز سر انگیختہ سی شب و سی روز در آمیختہ
نیم کمانے و زہش ہست چار زخمۂ پیکانش بجاں کردہ کار
کشتیِ کاغذ بر و بحرش گذر کاغذِ او نا شدہ از رود تر
رشتہ کہ در گردنِ خود آورید گردنِ او را شدہ حبل الورید
شیخِ عبا پوش ببزمِ شراب پیر دلے ساختہ بہرِ شباب
گرچہ چو معشوق کشندش ببر ہم دہد از نالۂ عشّاق اثر
بسکہ نماندش برگ از نالہ خوں رگ بزنی خونش نیاید بروں
زادہ بسے زخمہ کہ در جاں نہی لیک شکم تا بتہیگہ تہی
پردہ ز ابریشم و از موطناب گاہ بریشم گرو گہ موی تاب
صد فنِ باریک چو مو بافتہ زاں ہمہ مو چند رسن تافتہ
ہر سرِ موزاں رسنِ جاں فشاں ہست ز باریکی علمے نشاں
ہست لباسش ز بریشم مقیم ہم نکشد پاے بروں از گلیم

صفتِ کاسۂ رباب وبسرش کفچۂ دست
کہ دراں کاسۂ خالی ست نغم چندالواں

کاسِ رباب از شغبِ دل نواز | بردہ دل از مردمِ جاں دادہ باز
نبض بگیرندش و رنجور سے | پردہ بہ بندندش و مستور سے
زخمۂ تیزش چو تراشیدہ گشت | حلق نہ کآواز خراشیدہ گشت
روے ورق ساختہ مسطرِ زرود | گرچہ نگنجد بکتابت سرود
زخمہ زناں گشتہ زبہرِ فغاں | خونِ جگر خوردہ بزخمِ زباں
او چو زدہ راہِ حریفاں بسے | زخمہ زدہ در حقِ او ہر کسے
راہ زدن چوں ہمہ سازش بود | چوں زنیش زخمہ نوازش بود
گرچہ کہ دہ جاے گرفتش کنند | خود غلط افتند و رہا بش کنند
چوں بہ بلندی کشد آوازِ او | پرّد درِ زہرہ شود سازِ او
ور کند آوازِ حزیں بے خروش | نشنود آوازِ خود ار ہست گوش
کاسہ تہی وز نغم بیشِ او | دستِ کساں کفچہ شدہ پیشِ او
بستہ چو خر چوب بزیر رسن | طرفہ کہ خر گنگ و رسن در سخن
خر شود از خوردنِ نشتر دواں | طرفہ کہ خر ساکن و نشتر رواں

معنز تهی کرد معلم مثال | طفل صفت ساخته با گوشمال
طفلِ بریشم گرو تارش چهار | پرده دو دوش ساخته زان چارتار

صفتِ نائے که هر لحظه زدم دادنِ او

کلهٔ مطرب پرباد شود چون انبان

نائے دهن بسته و بسیار گوے | نائے نگوئش بفسون مار گوے
مارِ سیه کرده بسوراخ ره | مار یکے بینی و سوراخ ده
مارِ شکر خواره و افسون پذیر | گشت بدستِ دگران پاره گیر
گاه بصورت شده زنگی سلب | گاه بمعنی شده زنگی طرب
طرفه سیاهی ز عراق آمده | سوختهٔ در فراق آمده
نیست دهن تا تو نگوئی سخن | نیست سخن تا نه بندی دهن
سر فگند پیش تو گر دم زنی | دم نزند تا سرِ او نشکنی
چون هوس آید بسر و در سرش | دور کند هر چه بود در سرش
مطرب گیرا نفس و سحر ساز | سر ز تنش کنده و پیوسته باز
گاهِ سخن گشته سراسر زبان | هر نوا[له] بوده لبالب دهان
باز کند لب چو زبان آورے | لیک زبانش بلب دیگرے

له بمعنی آواز ۱۲

کرده بهر دستے از آواز تر | زیرِ هر انگشت هزاراں هنر
خانۂ چوبیں بمیانش ستوں | تنگ دلی باد گذاراز دروں
مطرب ازاں دم که دمادم بداد | دمبدم اندر سرِ شش اُفتاد

صفتِ دف که در دستِ کساں کوبد پاے

صحن گرد داشته و کوبشِ پا بیں بچپ ساں

دائرهٔ دف که حصارے ز چوب | صحنِ وے از پنج عروسک[۵] بکوب
زهره زدور شش بسرود آمده | چنبرش از چرخِ فرود آمده
بسته جلاجل بکمر جا بجاے | چوں کمرِ چرخ جلاجل نماے
بر زبرِ دست گرفته نشست | گه زبرِ دست گهے زیرِ دست
چار زبان و دو زباں در دهاں | نغز سخن لیک دوئی در زباں
هر سخنِ نغز که با دوست گفت | آں همه در پردهٔ در پوست گفت
گشته دورو لیک چو بر روی خورد | دستگه خود همه یک رویه کرد
رویش ازیں سو و ازاں سوی هم | گفتش ازیں روی و ازاں روی هم
برکفِ مطرب ز اصولِ لطیف | گاه ثقیل آمده گاهے خفیف
گه ز نمی لرزه کند پوستش | کاتشِ خورشید بود دوستش

---

۵ بمعنی پنج انگشت ۱۲

گاہ زخشکی چو شود گرم تاب　　　　تر دہد آواز نخواہد جز آب

صفتِ پردہ وُ آں پردہ شناسانِ شگرف
کہ بہر دست نمایند ھزاراں دستاں

رود زنانے ہمہ باریک سنج　　　　پردہ برابر بریشم باریک ریخ
تارِ بریشم رگِ جاں ساختہ　　　　جاں ز رگِ چنگ برانداختہ
ایں بصفت مرغ نمودہ دو رنگ　　　　مرغ و لے چنگلِ بازش بچنگ
آں شدہ کنجشک بگاہِ نوا　　　　مرغ درآوردہ ز روئے ہوا
گاہ ترنم بنوائے کہ خواست　　　　جانبِ چپ پردہ شد از راہِ راست
گہ بجبینی طرفے رود زن　　　　پردہ کشا گشتہ بوجہ حسن
گہ ز نوا زن کہ نوازندہ گشت　　　　جانِ جہانے بنوازندہ گشت
گاہ برآوردہ نوا بوسلیک[۱]　　　　دل شدہ چوں درِّ بریشم سلیک
گہ غلط[۲] انداز ہنرمند را　　　　تنگ شدہ عرصہ نہاوند[۳] را
گاہ بہ نغماتِ ترانہ دو دہ گاہ　　　　یافتہ در عرصۂ باخرز راہ
گاہ ببر چنگ چو معشوق تنگ　　　　در زدہ در پردۂ عشاق چنگ

---

[۱] بوسلیک نام پردۂ موسیقی وسلیک بمعنی روندہ ۱۲
[۲] در فریب دادن ۱۲　　　　[۳] نام سرود ۱۲

گہ چو دلِ سوختگانِ فراق — نائے فغاں کردہ براہِ عراق
گہ ز مخالف کہ نوازندہ ساخت — دوست بگشت ارچہ مخالف نواخت
گاہ فروغِ دَمِ نائی بکام — دادہ بفرغانہ فراغِ تمام
بردلِ عاشق کہ بکشتن سزاست — راست چو تیر آمدہ تیزیِ راست
نیزہ زنِ چنگِ تہمتن مثال — رخش دواں کرد بزابل چو زال
بستگیِ بربطِ مشکل کشاے — جاے کشادہ زپئے بستِ پاے
نغمہ چو در زیر و بم آہنگ برد — زیر کشید و بحسینی سپرد
زمزمۂ سازگری در عراق — کردہ بآہنگِ عراق اتفاق
سازگری را ہمہ خواہاں شدہ — نغمۂ او تا بسپاہاں شدہ
عقل مسافر شدہ زیں کارگاہ — تیزی باخرز کناں قطعِ راہ
گشتہ ازاں قول کہ قوّال راست — گفت گہی راست گہی نیم راست
زخمۂ زنگانہ زبم تا بزیر — گشتہ زبے جاے گہے در نفیر
پیش چناں منطقِ طیر از قبول — فاختہ در باغ لنا زد اصول
بزم چو زنگونہ شد از نای و نوش — واز شغبِ چنگ شد آسودہ گوش
خاست دو مجلس بدو شہ یکسرہ — دور زدہ میمنہ و میسرہ
ہر دو طرف ساقئ بر پاے خاست — دادمی از دستِ چپ و دستِ راست
دورِ قدح چوں بدو سلطاں رسید — نورِ دو خورشید بکیواں رسید

دور قمر رفت فلک را ز سر — کز دو قمر یافت دو دور قمر
در سرِ شاں ساقیِ دوراں ز دور — خواند هنیئاً بشرابِ طهور
هر چه تهی گشت ز می جامِ پر — باز نبردند مگر پُر ز دُر
یعنی اگر کس تهی آید بشاه — دامنِ پر باز خسر آمد براه
چوں اثرِ باده در آمد بمغز — طبع کشاں شد لقد اهلیٰ نغز

صفتِ مائدهٔ خاص که از خوانِ بهشت
چاشنی داد بهر کام و زباں لذتِ آں

گرم ترین کارگزارانِ خواں — مایده کردند ز مطبخ رواں
خوانچه آراسته بیش از هزار — بر همه الوانِ نعم کرده بار
بانگِ روارو که ز اختر گذشت — بلک زنهٔ خوانچه صلا بر گذشت
گشت علم از خورشِ ارجمند — خوانچه ازاں ساخت سپه پایه بلند
صد قدح از شیرهٔ آبِ نبات — در مزه همشیرهٔ آبِ حیات
کرد گذر سوئے حریفاں نخست — کامِ می آلوده ز جلاب شست
شربتِ لبگیر گزاں آب خورد — جانِ گسسته بتواں وصل کرد
از پس آں دور در آمد بخواں — دائرهٔ مهر شده دورِ ناں
نانِ تنک صاف براں گونه بود — کز تنکی رو بدگر سو نمود

نان نگوییم که قرصِ خورست | عیسیٰ اگر خوان بکشد درخورست
نان تنوری زطرب قبه بست | زانکه بخوانِ شهِ عالم نشست
کاک[51] دراں مرتبه رو ترش کرد | لاجرمش روئے چناں مانده زرد
دید فلک گرمیِ هر قرصِ نور | قرصهٔ خور گرم زخوان کرده دور
ماه بکاهید که خود را بخواں | دید یکے قرص و دو سه ریزه ناں
یافته سینبوسه زتثلیث اثر | برّه بریاں شرف از قرصِ خور
خواند زبانِ برّه پهلوئے برّ | بر سرِ پولاؤ که مینی اُرز
پهلوئے مسلوخ هلالی کشاد | طرفه که سی غره بیک سلخ زاد
چربِ دمِ دنبه دو من بے‌گره [استخواں] | چرب تر از دنبکِ آهو بره
خنده برون داد سرِ گوسپند | هم بجوانی شده دنداں بلند
دنبه بکوهی که بهر خوانچه بر | ده مهِ رفته و دو قرنش بسر
صد نعم از هر مطلے دیگ پز | مردم ازاں لب گزو انگشت مز
پخته بسے مرغ بهر گونه طرز | از ونج[52] و تیهو و درّاج و چرز
صحنک حلوا همه شکر سرشت | چاشنیش از طبقاتِ بهشت
تحفهٔ صابونیِ شکر نوید | راست چو جامهٔ سفیدی سفید
داده بسے طیبِ معنبر براں | خورده کافور تر و زعفراں

---

[51] کاک نانیکه اورا از خمیر ترش سازند
[52] ونج سلوی (دبیڑی) ۱۲

در تنِ مرداں مزہ ذاتی شدہ — ناطقہ ہم روح نباتی شدہ
بہرہ خود برد چو کام از خورش — یافت ز لذت دل و جاں پرورش
چند سرائی بمیاں ایستاد — وز پئے ہر نام قفاے کشاد
جوشش تیزش کہ بجاں باز خورد — صد گرہ از رشتۂ جاں باز کرد
مایۂ خواں چوں ز میاں رخت برد — نوبتِ تنبول بمجلس سپرد

صفتِ بیڑۂ تنبول کہ نزدِ ہمہ خلق
بہ از آں نیست نباتی بہمہ ہندوستاں

بیڑۂ تنبول کہ صد برگ بست — چوں گلِ صد برگ بیاید بدست
نادرہ برگی چو گلِ بوستاں — خوب ترین نعمتِ ہندوستاں
تیز چو گوشِ فرسِ تیز خیز — صورت و معنی بصفت ہر دو تیز
تیزی ازو یافتہ گوشِ دگر — داد بہر گوش ز تیزی خبر
تیزی او آلتِ قطعِ جذام — قولِ نبی [1] رفتہ علیہ السلام
پُر رگ و در رگ نہ نشانی ز خوں — لیک ہم از رگ رودش خون دل
طرفہ نباتی کہ چو شد در دہن — خونش چو حیواں بدر آید ز تن

---

[1] در حدیث آمدہ است ان فی الہند شجرۃ ورقہا کاذن الفرس من اکلہا امن للجذام والبرص
یعنی در ہند درختے است کہ برگ آں مثل گوشِ اسپ است ہر کہ آنرا بخورد از جذام و برص محفوظ ماند ۱۲

خوردنِ آں بوئے دہن کم کند | سستیِ دنداں ہمہ محکم کند
سیر خورد گرسنہ در دم شود (فوراً) | گرسنہ را گرسنگی کم شود
کس نخورد خوردۂ دندانِ کس | وانچہ تواں خورد ہمین ست و بس
از درِ تعظیم فتادہ بہند | صد درِ تعظیم کشادہ ببند
سرخیِ رویش ز سہ خدمتگرش | چونہ و فوفل شدہ رنگ آورش
طرفہ کہ با ایں سہ شریکش بہ پیش | مرتبہ و نام ہموں راست بس
گرچہ کہ آبش بنوی ہست بیش | کہنہ شود بیش کند آبِ خویش
گرچہ کہ از آب شود زرد رو | لیک ز زردیش بود آبرو
برگ کہ باشد بدرختاں فراخ | زود شود خشک چو افتد ز شاخ
برگ عجب بیں کہ گسستہ ز بر | وز پسِ شش ماہ بود تازہ تر
حرمتش از پیشگہ و پائگاہ | ہم بگدا محترم و ہم بشاہ
شاہ چو زیں تحفہ تہی کرد لب | باز رواں گشت رحیقِ طرب
رقص بر آمد بترنم زناں | زمزمہ برخاست ز مطرب ناں

صفتِ نغمہ گریہائے زنانِ مطرب
کہ بسے لحن کند زہرہ چو گیرند الحاں

شد زنِ مطرب بنوا پروری | انجمنی پر زمزمہ و مشتری

غمزه زنانی همه مردم فریب — سیبِ زنخ خال زنخ تخمِ سیب
چاهِ زنخ روشن و صافی چو ماه — روی نما گشته چو آبی بچاه
پرده بر انداخته چون آفتاب — کرده بیک غمزه جهانی خراب
روی چو خورشید بر افروخته — جانِ کسان زآتش خود سوخته
از رخ شان کامده مقنع فرود — رفته بچه ماه مقنع[١] فرود
زابروی خم پشت کمان ساخته — تیرِ مژه نیم کشش انداخته
ناوکِ شان چون شده بیرون ز کیش — دیده سپر کرده سیاهی خویش
بسته بلادر[٢] همه درشش بلا — داده به بیهوشی عالم صلا
رشته در بسته بر او از دو سوی — چون قطرات عرق از گرد روی
سی مه یکروزه فگنده بگوش — حلقه بگو یک مه سی روزه گوش
خوبی شان بسکه یکی صد شده — حلقه بگوش رخ خود خود شده
از کفِ خود آئینه بنهاده پیش — دیده رخِ خود بکفِ دستِ خویش
موی میانِ سرِ شان فرق جوی — شکلِ هلال آمده بفرقِ موی
جعد که پیچیده بپا در خرام — ماهی ساق آمده در پای دام
بر زمین افگنده چو گیسوی خویش — رفته ره خویش هم از موی خویش

---

[١] مقنع حکیم نخشبی که از صنعت خود از چاه نخشب ماه بر آورده بود که آنرا به هندی بهلاوه گویند و نام زیوریست که زنان بر سر بندند ۱۲

[٢] بلادر داروئی از سمیات

قامتِ شان سرو ولے راستیں   پر ز گل از ساعدِ شان آستیں
یافته از نغمهٔ گلوشان خراش   صوتِ خراشیدهٔ شان جان خراش
سینه بسے خسته و دل کرده ریش   هر نفس از تیزیِ آوازِ خویش
قامتِ شان بود بپا کوفتن   گیسوئے مشکیں بزمیں روفتن
رقص کناں چوں بزمیں پا زدند   در حقِ ناهید لگدها زدند
از روشِ جنبشِ دستانِ شان   مجلسیاں هر همه حیرانِ شان
هر که دراں شعبده هشیار بود   مست نه از مے که ز دیدار بود
دور چو دوراں خوشیِ تازه کرد   راه تکلف سوئے دروازه کرد
هر کس ازانجا که مزاج وی ست   داد برون هر چه مزاج وی ست
این سخنِ سلکِ گهر کرده ضم   او سخنِ خویش برون داده هم
چرب زبانان شده شکر دهن   چرب زبان گشته ز مغزِ سخن
رمز بهر حیله همی گشت حل   بلکه همی کرد حکایت بدل
وقتِ خوش و خوش منشان باده کش   وقتِ دو شاه از خوشیِ وقت خوش
گفت ز خاصان بیکے شاهِ شرق   تا رود از آب گذارا چو برق
آورد و پیش کشد از اختصاص   تختِ زر و تاجِ زر و پیلِ خاص
رفته شتابنده باورنگ گاه   کرد رواں جمله بفرمانِ شاه
آنچه گذر بر نفسِ شاه کرد   در نفسے حاضرِ درگاه کرد

فوراً ۱۲

صفتِ تاجِ مکلّل که پسر یافت ز شاه
آں پسر کز سرِ کیں تاج ستد از خاقاں

تاجِ مکلّل بدُر از هر طرف — یافته ماهی ز ثریّا شرف
جفت ندیده دُرِ ناسفتِ او — مهرهٔ پیشانیِ شه جفتِ او
گوهرش از شاه شده سربلند — بلکه ز شه یافته گوهر بلند
فرق نشینِ سرِ والا شده — موج گهر بر سرِ دریا شده
هر دُر و گوهر که براه افگند — خود دهد و بر سرِ شاه افگند
نیست سرش کو بدوم سر رود — یکسر ازاں بر سرِ شه بر رود
بس که فشانده بسرِ شه گهر — رشتهٔ گوهر شده هر موئے سر
سر شده بر فرقِ بلندِ افسراں — و آمده بر سر ز همه سروراں
او سرِ شه را گهر آرائے کرد — شه بتبرّک بسرش جائے کرد
چوں ز سرِ شاهِ جهاں بر گذشت — گرد جهاں رفت ازو سر گذشت
شاه بدولت بگهر باریش — تخت ستد تاج بسر باریش

صفتِ تخت که همچوں فلکِ ثابته بود
و از شهِ شرق بخورشید شرف داد مکاں

تخت نگویم که سپهر بلند | هفت سریر از شرفش بهره‌مند
بهر سرِ تاجوران تکیه‌گاه | تکیه بدو کرده سران سپاه
اوج مکان یافته زامکان ملک | چار طرف گرد وی ارکان ملک
بازوی او دستگهِ شهریار | مملکت از دستگهش پایدار
پا نکند عرش به پیشش فراز | گر همه تا عرش کند پا دراز
ساخته از چوب و گرفته به زر | چوب ولی یافته پایش ز سر
پایش چهار و نکند رای گشت | کز لتِ هر شاه شکرپای گشت
کرده جهان را بسکونت خدم | ثابتِ مطلق به ثبات قدم
صد قدم آید جم و خاقان به پیش | او نرود یک قدم از جای خویش
شسته مربع به بساطِ زمین | بر سرِ او شه شده زانونشین
پایهٔ او شاه بجایی کشید | کو هم از انجای بجایی رسید
منزلتِ ملک چو جاهیش داد | خویشتن از کبر بجایی نهاد
پیشِ شکوهی که شهنشاه راست | کیست جز او وی که نهد پای راست

صفتِ پیل که شه داد لقب زندهٔ عزیز
که شد از جنبش او کوه چو دریا لرزان

پیل چو کوهی که بود بی‌سکون | چار ستون زیر کُهِ بی‌ستون

وان حُلَلِ زرزنیش بفروشکوه | سایه همی کرد ببالاے کوه
سود بگردوں سرِ شنگرف ساے | رنگ شفق زو شده شنگرف زاے
پیچشِ خرطوم لبانِ کمند | اژدرے اُفتاده زکوهِ بلند
اژدرِ آں کوه شده پا رپیچ | مار ازو یافته در غار پیچ
در زمیں آنجا که سر افراخته | مار زسر غار زپا ساخته
گر بدلِ غار بود جاے مار | زو بدلِ مار شده جاے غار
در دُم او را بهوا خم فتد | باذنبش سلسله باهم فتد
ذنب ستاره ۱۲
بر شده بالا دو سوارش بلند | چوں دو پیاده به پسِ پیل بند
در تهِ پا کوهِ زمیں ساے او | پایهٔ کوهے بصفت پاے او
زاں سپر انگیز پے سهمناک | در تهِ پایش سپری گشته خاک
شاه زبندی که بپایش فگند | مات شده صد شه ازاں پیل بند
گر بنشل[1] پاے بر آرد ز جاے | سلسله فریاد بر آرد زپاے
کشتی عاج ست تو گوئی رواں | گشته دو گوشش زدو سو بادباں
کشتی و در معبرِ ملکش گزر | لنگر کشتی شده صندوقِ زر
گوش که با چشم همی کرد لاغ | مروحه بود به پیش چراغ
طرفه که آں مروحه زآسیبِ باد | هیچ گزندی بچراغش نداد

---

[1] در نسخهٔ دیگر بجاے مثل پیل بفتح سین بمعنی ناخن نوشته و ایں لفظ ثقیل است و توجه او بعید ۱۲

روی چو در حمله نهد گاهِ کین | زآدمیان حامله گردد زمین
برکشد از تارکِ بدخواه مغز | وزنِ دندان کند این کارِ نغز
در صفِ کین کرده بدندان ستیز | خونِ عدو خورده بدندانِ تیز
خصمِ ترش‌رو که بدندان درید | زان ترشی کندیِ دندان ندید
گاوِ زمین کز سرِ دندانش جست | شیرِ فلک را ز دو درهم شکست
چون جرسش در روش آواز داد | گنبدِ گردنده صدا باز داد
ور بفغان برکشد آوا بلند | گوشِ فلک نشنود الا بلند
بانگِ بلندش زده با رعد کوس | ابرِ بلندش بقدم داد بوس
خورده ز خمخانهٔ دولت شراب | مست شده کرده جهانی خراب
از میِ شه بس که رخش یافت رنگ | کرد فراموش خورشهای بنگ
تا زمیِ مجلسِ شه مژده یافت | بنگ رها کرد و بمجلس شتافت
الغرض آن پیل و همان تاج و تخت | کان نرسد جز بخداوندِ بخت
دید شهنشه چو مهیا به پیش | روی کرم کرد بدلبندِ خویش
گفت که این افسر و این پیل و گاه | بهرِ ترا داشته بودم نگاه
تا چو صلاحی طبیبان ره برد | هدیهٔ این صلح همین درخورد
نیست مرا بهتر ازین هیچ چیز | تا دهم از دیده بچشمِ عزیز
هدیهٔ من جمله زمن درپذیر | خاص کن اندر نظرِ بی‌نظیر

شاه بنظّارهٔ این هر سه جنس ‏ ‏ ماند عجب بلکه همه جن و انس

صنعت لکهنوتی ازان تخت و تاج ‏ ‏ داد بزرگر همه چین را خراج

پیل کسے خود چه تواند ستود ‏ ‏ کس بصفت نیز چنان کم شنود

هست سه چیز آنکه چو آرند پیش ‏ ‏ پیش کشد دل چو به بیند بپیش

بوزنه و طفل سخن گو و پیل ‏ ‏ دیده ام این را بتجارب دلیل

هست خود این وصف بهر پیل جفت ‏ ‏ خاص به پیلے که توان پیل گفت

کس شنودن کند این وصف راست ‏ ‏ من که بدیدم بر از ینش سزاست

از پدر این جمله بشه نیکنام ‏ ‏ گشت پذیرنده و پیل تمام

هم بزمان تخت همان گشت ‏ ‏ تاج همان بر سر سلطان گذشت

تاجوران بر سر آن تخت زر ‏ ‏ هر دو نشستند کمر با کمر

باز دو گنجینه گره کرده باز ‏ ‏ گه سخن از رمز شد و گاه راز

کرد پدر روے بدلبند خویش ‏ ‏ کار ز وہم جمله برآید به پیش

لیک دو حسرت دگرم در سرست ‏ ‏ گر ببر آید ز تو ام درخورست

اولم آنست که چتر سپید ‏ ‏ بر سرم آید ز تو دارم امید

دومیش آن شد که کلاه سیاه ‏ ‏ هم تو نهی بر سر صاحب کلاه

از پدرست این دو مرا یادگار ‏ ‏ زو بتو آمد تو بمن واسپار

من بتوانم که بجاے سری ‏ ‏ زین کله و چتر کنم سروری

لیک چو تختِ پدرم جای تست   از تو به این سکه که گردد درست
تا سرم این هر دو بزرگی بسر   هم ز پدر یابد و هم از پسر
مردمکِ چشمِ بزرگان شنود   سوی سرو دیده اشارت نمود
آنچه دلِ شاه ز من چشم داشت   خاصهٔ شاه است که بر من گذاشت
نیست دگر آرزویم نیز پیش   کان بسرت بنگرم از چشمِ خویش
تاجور آن وعده که از شاه یافت   حاجتِ خود را بوفا راه یافت
مستیِ دولت بسرش بود تیز   دولتِ سرمست بگفتش که خیز
خاست بپا تاجورِ سربلند   وعدهٔ دیدار بفر افکند
فلکِ فلک مرتبه را پیش جست   رجعتِ خود کرد بمنزل درست
او بشرف خانهٔ دولت شتافت   شاه بدولت شرف از خانه یافت
نوش همی کرد میِ دل فروز   در شبِ دولت همه شب تا بروز
روز و شبش خوردنِ می کار باد   روزِ بداندیش شبِ تار باد
تیغِ ظفر تو ز سر اندازِ رزم   عود عدو سوز طرب ساز بزم
این غزلِ بنده که بتوان شنود   حالِ منش گفت بهنگامِ جود

غزل

مهر بگشای لعلِ میگون را   مست کن عاشقانِ محزون را
رخ نمودی و جانِ من بردی   اثر این بود فالِ میمون را

دلِ من کشتهٔ شد بقاے تو باد | چه توان کرد حکمِ بیچون را
از درونم نمے روی بیرون | در گرفتے درون و بیرون را
نامِ لیلیٰ بر آید اندر نقش | گر بریزند خونِ مجنون را
گریه کردم بخنده بکشادی | لبِ شکّرفشانِ میگون را
بیش گشت از لبِ تو گریهٔ من | شهد هر چند کم کند خون را
هر دم الحمد می دمم برخت | گرچه خواند بر گل افسون را
گفت خسرو نگیردت ما تاک | خاصیت سلب گشت افسون را

صفتِ صبح و کلاهِ سیه و چترِ سپید
رفتنِ شبه بدر روز و شبِ نور افشاں

صبح بر آورد چو چترِ سپید | بست سیاهی بسپیدی امید
کالبدِ چرخ ز زرّیں کلاه | دوخت زرهِ زر بکلاهِ سیاه
کوس سحرگه فلک آوازه گشت | دیدبهٔ روز ز سر تازه گشت
یافت ضیا گنبدِ آئینه رنگ | رفت برون آئینهٔ چینی ز زنگ
تیغ کشید اخترِ عالم فروز | لشکرِ شب کرد هزیمت ز روز
ابروے مه تا بسحر چشم داشت | کش فلک از وسمه بخواهد نگاشت
چشمهٔ خورشید ز موجے که راند | ابروے مه شسته شد و وسمه ماند

شب که سفیدیش درآمد بموی | هم نشدش رنگِ سفیدی ز روی
صبح سپیده که دریں حقه بیخت | حقه نگوں بود سپیده بریخت
زنگیِ شب کرده سپیده بروی | خنده زناں شد فلک از چار سوی
صبح چناں زلفِ ترِ شب بتافت | کآب چکید و نمِ شب نام یافت
طرهٔ شب را چو زنم یافت تر | شانه ز سر داد خروسِ سحر
مرغِ سحر شانه صفت افسرش | شانهٔ آواره شده بر سرش
یعنی اگر نعرهٔ بیگه زنم | تو هم ازیں ارّه ببر گردنم
بادِ صبا پردهٔ شب برگرفت | مرغِ سحر نغمهٔ تر در گرفت
دیدهٔ شب روشنی آغاز کرد | کوریِ خفاش نظر باز کرد
خواب که در دیدهٔ مردم نشست | شب بمیاں کرد و ز مردم بجست
صبح بیکدم که برون زد بلاغ | کشته شد از وی بدمی صد چراغ
شمع هم از دوریِ شب جاں نبرد | سوخته شد اوّل و آنگاه مرد
خلق درآمد بنماز و دعا | قامتِ خود کرد موذن دوتا
دانه درانداخت شب اندر خراس | قرص شد آں دانهٔ ناکرده آس
مشعلهٔ صبح که شد نوردار | ساخت یکے شعله ز چندیں شرار
از تفِ آں شعله که در تاب شد | سیمِ کواکب همه سیماب شد
صبح زبس دم که دمادم گرفت | آتشِ خورشید لبِ عالم گرفت

مہر چو یک نیزہ ببالا دوید　　نانش ہمہ کس بسرِ نیزہ دید
ناں نتواں گفت کہ قرصِ خور ست　　عیسیٰ اگر خواں کشدش در خور ست

صفتِ چشمۂ خورشید بدریاے سپہر
کہ کُند پرتوِ او ماہِ سما را تابان

روے زمیں کردہ بیک چشمہ پاک　　گازر آلودگیِ آب و خاک
چشمۂ آتش نشنیدہ ست کس　　چشمہ براں آب ندیدہ ست کس
چشمہ کہ داد آب فراواں بود　　آب خورد چشمہ عجب آں بود
در دلِ دریا چو شود چشمہ غرق　　چشمہ ز دریا نتواں کرد فرق
طرفہ کہ آں چشمہ بدریاے نور　　روشن و صافی بنماید ز دور
طفلِ کہن سال و لعابش دواں　　دایۂ او چرخ و لے مہرباں
قرطۂ[1] زر دوشش کہ ز خز بافتہ　　جبۂ مسکیں ہمہ ازاں یافتہ
با ہمہ چوں سایہ شدہ ہم نشست　　یک تن و ہر جا کہ بجوئیش ہست
گرچہ نگنجد ز فلک تا ثرے　　لیک بگنجد بشگافِ درے
نورش از آفاق بروں بر رود　　لیک بیک رخنہ دروں در رود
عالم از نورِ او شدہ روزن در وں　　بلکہ بسوراخِ سوزن دروں

---

[1] قرطہ لباس ۱۲

آہوئے پوئندہ بیا لاؤ زیر — خانۂ خود ساختہ در کام شیر

مشرق و مغرب ہمہ یکروزہ گشت — یک مہ یک برج نیارد گذشت

شاہ جہانگیر بشمشیر تیز — چتر سیاہ شب ازو در گریز

لشکر انجم ہمہ چرخ کبود — او بکشد خنجر و گوئی نبود

لشکرش از حد شمردن بروں — لیک بگنجیدہ بروزن دروں

ماہ ہم از وے علم افراشتہ — غیبتش آنگاہ نگہ داشتہ

گرم شود بر ہمہ بے ہیچ کیں — پس ز حیا در رود اندر زمیں

بیند اگر تیز بکوہ اندروں — زہرۂ کوہ آب شود بلکہ خوں

گر نظر گرمی و تیزی در وست — ریختن آب خودش آرزوست

گرچہ کند تیزی و گرمی بسے — تیز در او دید نیارد کسے

سینۂ شام از شفقش خوں شدہ — شب بمیاں کردہ و بیروں شدہ

مشرقیش[1] قبلۂ خود کردہ نام — سجدہ او جانب مغرب بشام

سجدہ کناں ہندو ازاں سوئے گشت — روئے بد و کردہ سیہ روئے گشت

نور بصر ہست بمعنی ازو — چشم ہمہ تیرہ بود بے ازو

بے رخ خورشید بود تیرہ داغ — شب کہ کند چرخ و زمیں پر چراغ

نور بچشم ہمہ از وے پدید — کوری خفاش کہ او را ندید

لہ مشرقی مجوسی (آفتاب پرست) ۱۲

شمع و چراغی که بود شب فروز — کشته شود گر برون آید بروز
الغرض آن بیلک گردون گرای — رفت چو پیچ یک آماج وار
زان علمی تا بفلک خاسته — کوکبه روز شد آراسته
شاه که تا صبح بُد اندر صبوح — صبح بر و فاتحه خوان از فتوح
بود خوش از خوردن آن آب خوش — کرد ز مستی نفسی خواب خوش
چون ز سرش رفت خماری که داشت — بار بیاراست بهنگام چاشت
فرش کشادند بساط افگنان — پیش ستادند سلاطین زنان
گفت بفرزانه که در خورد شاه — چتر سپید آر و کلاه سیاه
حاجب درگاه ز ایوانِ بار — شد بسوی بقچه کش و چتردار
جُستهٔ شه کرد بر ایشان درست — برد و رسانید بشاه آنچه جست
تاج و در آن چتر و کلاهِ سیاه — کرد مهیا و روان سوی شاه
برد فرستاده بحکم شهی — بر سر شرق آن دو نشان مهی
شاه شد از دیدنِ آن سخت شاد — بستد و بوسید و بسر بر نهاد
داد بآرنده آن هر دو چیز — خلعتِ خاص و زر بسیار نیز
خواست بسی عذر ز پیوندِ خویش — شکرِ خدا گفت ز اندازه بیش
هدیه بسی بهرِ خداوندِ تاج — هدیه نه بل مملکتی را خراج
عمر درِ سانده خوش و شادمان — آمده ز آنجا بخوشی در زمان

پیش جهان دار شد و هدیه برد　　جمله گنجینه خازن سپرد

عذر زبانیش که در گوشش بود　　خواند بگوش شه آفاق زود

شه ز خوشی روی چو گلنار کرد　　عزم می و بزم بگلزار کرد

بزم نشین ساغر زر می کشید　　بدرهٔ دینار بسر می کشید

بر سر هر مست زر بی کران　　مست شده هر همه و سر گران

مجلس شه را همه مجلس نشین　　مست چنان بود گران پرچنین

شاه گران سر ز می خوش اثر　　باده مبادش گرانی بسر

دست سبک زخمهٔ مطرب بود　　عود گران سر بنوای سرود

مجلس او زین غزلم گشت مست　　مست گران سر شده هر کس که هست

غزل

آفت زهد و توبه شد ترک شراب خوار من　　یار گر او مست کی بود توبه و زهد یار من

بادهٔ هجر خورده ام رنج خمار در سر است　　جز بحلاوت لبش نشکند این خمار من

بود قرار وصل وی گر بود این ست دولتی　　ور ز قرار بگذرد نی من و نی قرار من

ای چو توی نخاسته پهلوی من دمی نشین　　تا بنشیند از درون آتش انتظار من

رغبت اگر بمی کنی ساقی خون خود شوم　　مطرب رایگان تو نالهٔ زیر و زار من

بی تو دو چشم چار شد خاک در تو سرمه ام　　سرمه گر از تو نایدم خاک بهر چهار من

چون تو سوار بگذری دیده گهر فشان کنم　　خواه قبول خواه رد نیست جز این نثار من

بس که پر از غبار شد دل ز تو گر نفس زنم — خاک برویم افگند این دل پر غبار من
دولت روزگار من آه و فغان روز و شب — دولت اگر چنین بود وای بروزگار من
رنجه مشو بکشتنم زانکه برخصت غمت — فتنه تمام می کند محنت نیم کار من
لاغ مکن که خسروا دامن خود ز من بکش — چونکه ز دست من بشد دامن اختیار من

شب دیگر ز پی عیش ملاقات دو شاه
وز پدر دادن پند و ز پسر گوش بدان

مجلس انجم چو بیاراست شب — کشتی مه برد ثریا به لب
خاست ز گرداب فلک موج در — ماه ز در کشتی خود کرد پر
شاه جهان باز بآئین دوش — کرد فلک زمزمهٔ نای و نوش
تخت خود آرایش دوشینه داشت — پای شرف بر سر گنجینه داشت
از نمط مجلس دی آنچه بود — بیشتر آراسته شد زانچه بود
شست صراحی بدو زانو به پیش — دختر رز شانده بزانوی خویش
آئینهٔ می چو بزانو نهاد — بر سر زانوش دو آئینه زاد
آتش مه گرچه جهان برفروخت — پنبهٔ قرابه ز آتش نسوخت
گرچه پیاله نفسی آرمید — خاست چو قم قم ز صراحی شنید
جام ز رمانی به نشستن نتافت — هم ز دم قهقهه شستن نیافت

گردشِ ساقی ز سر آغاز شد　　چنگِ سر افگنده سرافراز شد
بانگِ مزامیر بنُه پرده جست　　هفت و نُه زهره بهم درشکست
چون نفس چند زمی تازه گشت　　گوش ز آوازه پُر آوازه گشت
باز نمود اخترِ فرخ جمال　　خاست همه قرعهٔ اوّل بفال
موج ز دریای کرم شد باوج　　کشتیِ اقبال درآمد بموج
تاجورِ شرق شرف باز داد　　تارکِ خود در محلِ ناز داد
در کنفِ دولت و عونِ خدای　　آمد و آورد وثیقت بجای
بادهٔ نوشین بصفا خواست کرد　　وعدهٔ دوشین بوفا راست کرد
هر دو نشستند چو خورشید و ماه　　در خطِ شان نقشِ سپید و سیاه
جام زبردستِ دو سلطان نشست　　تا دو زبردست شدش زیردست
گرچه که بد فرصتِ می پیش ازان　　فرصتِ دیدار نهد پیش ازان
باده بخوردند مگر بر قیاس　　تا نرود عقلِ فراست شناس
کان نه گهِ عشرتِ می خوار بود　　بلکه گهِ دیدنِ دیدار بود
هر نفسی کان بهزیمت گذشت　　لذتِ صحبت بغنیمت گذشت
هر مئی گلگون که همی شد بکام　　دیده همی ریخت گلابی بجام
گرچه لب آلوده شد نه از شراب　　گریهٔ شان شست دهان از گلاب
گاه پدر دید بروی پسر　　پرده شدش گریه به پیشِ نظر

گاه پسر در پدرِ خویش دید / مهرِ خود از حسرتِ او بیش دید
گاه پدر تنگ پسر در گرفت / افسرش از گریه بگوهر گرفت
گاه پسر دستِ پدر بوسه داد / خاتمِ جم را بکفِ جم نهاد
گاه پدر پیشِ پسر داشت می / گفت که خوش باد حیاتت بوی
گاه پسر پیشِ پدر برد جام / گفت که با آبِ حیاتت بکام
گاه پدر گفت بدردِ فراق / کز تو چگونه شوم ای دیده طاق
گاه پسر گفت دلم چون بود / کز نظرم نقشِ تو بیرون بود
گاه پدر خواست که از وقتِ خوش / دیده کند پیشِ پسر پیشکش
گه پسر از ذوقِ چنان گشت مست / کش بزمین ریخت پیاله ز دست
زین نمط از هر دو سخن میگذشت / آرزوی دل بدهن میگذشت
چون بسخن رفت بسی داوری / دور در آمد به نصیحت گری
چون پدران روی به پند کرد / پندِ پدر رهبرِ فرزند کرد
داد نخستش بدعای پناه / کایزدت از حادثه دارد نگاه
ریخت پس آنگاه بمهرِ تمام / داروی تلخش ز نصیحت بکام
کای پسر از ملک و جوانی مناز / ناز بدو کن که ندارد نیاز
کار تمامی چو ازو شد بکام / کار بخشنودیِ او کن تمام
گرچه سیاست ز تو شد دستیاب / دستِ ضعیفان بسیاست متاب

خشم بہر جرم مبا ور بکس   زآتشِ سوزندہ نگہدار خس
چوں بگنہ معترف آید کسے   عفو نکوتر ز سیاست بسے
وانکہ بشمشیر سیاست سزاست   ہم بتامّل بتواں عذر خواست
در حقِ آں کش بَرِ خود داشتے   دیر خصومت شو و زود آشتے
وانکہ سزاوارِ خصومت بود   حلمِ تو بروے بحکومت بود
ہر کہ زند در رہِ اخلاص گام   کار بروکن بعنایت تمام
وانکہ برآرد بخلافت سرے   سر بزنش بیش کہ گیرد برے
خورد مبیں دشمنِ بد زہرہ را   آب دہ از زہرۂ او دہرہ را
دشمنِ خود خورد نباید شمرد   در تہِ دنداں[۱] چہ کند سنگِ خورد
گرچہ جہاں جملہ ہوا خواہِ تست   ہم بکن آں خار کہ در راہِ تست
ہر کہ بود نقشِ دوئی در سرش   سر کہ یکے شد دو کن از خنجرش
دشمن اگر دوست نماید بپوست   فرق کن از دشمنِ خود تا بدوست
جائے مدہ دشمنِ کیں توز را   گوش مکن گفتِ بد آموز را
روئے بیکبار بتاب از دو روے   گو بود آں قبلہ کہ بینی دو سوے
خاص کن آنرا کہ خرد ہست بیش   راہ مدہ بے خرداں را بپیش
محرمِ سر ساز خرد پیشہ را   مصلحت آموز کن اندیشہ را

---

۱ یعنی تو میدانی کہ سنگِ خورد دنداں را چہ ضرر میرساند ۱۲

گرچہ دولت ہست فراست شناس　　گفت کساں نیز ہمی دار پاس

راز مگو پیشِ کسے از نخست　　تاش نہ بینی بوثیقت درست

باشد اگر سوے مہمت روے　　رخصتِ تدبیر شناساں بجوے

گر شودت خصم بتدبیر رام　　تیغ نشاید کہ کشی از نیام

حق چو ترا جاے بزرگاں سپرد　　خویشتنت خرد نباید شمرد

در نگر اے دیدہ کہ ایں جای کیست　　دیدہ دریں راہ زمیں سای کیست

چوں تو دریں پایہ شدی دستیاب　　پایہ نگہدار مشو مستِ خواب

کارِ جہاں جملہ چناں کن کہ اوست　　گر بہ ازاں نیست ہماں کن کہ اوست

جد چو ترا داد کم و بیشِ خویش　　بیش و کم از وے نہ کمی و نہ بیش

بیش کن آنہا کہ ز یزداں بود　　کم کن ازانہا کہ نہ فرماں بود

چشمِ رعایت ز رعیت مگیر　　تا بودت ملک عمارت پذیر

شاخِ درختے کہ بود سایہ دار　　سایہ نشیں را بود از وے مدار

چوں تو شدی سایۂ یزدانِ پاک　　سایہ فشاں باش بریں مشتِ خاک

عدل کہ سرمایۂ شاہاں بود　　مرتبۂ مرتبہ خواہاں بود

چوں تو دریں مرتبہ داری نشست　　سود بدست آر کہ سرمایہ ہست

عدل بود مایۂ امن و اماں　　بیش کن ایں مایہ زماں تا زماں

ملکِ سلیماں چو گرفتی فراز　　از پرِ موریت بپرسند باز

دادگری کن که ز تاثیرِ داد   بس درِ دولت که تو انی گشاد
هر چه رسد بر تو ز کارِ کسان   از سرِ انصاف بآخر رسان
سایهٔ ظلمت ز مظالم بکش   غصهٔ مظلوم ز ظالم بکش
تا بزمانِ تو که بادا بسے   نشنود آوازِ تظلّم کسے
ملک چو از نام تو شد بهره مند   کوش که آں نام بماند بلند
دولتِ دنیا چو مسلّم تراست   جانبِ دیں کوش که آں ہم تراست
دولتِ جاوید بہرہ دہ بست کس   نامِ نکو دولتِ جاوید بس
ہر نفس از عمر غنیمت شمار   یاد کن از ملک ورانِ دیار
کاولِ شاں چرخ ببالا کشید   آخرِ شاں خاک بخارا کشید
قصهٔ ضحّاک ہمیدوں بخواں   نامهٔ جمشید و فریدوں بخواں
نیک و بد از دفترِ ایشاں بجوے   نیک بخاطر کن و بد را بشوے
فعلِ نکو چیست ز بد خواستن   نقش کشد از راستی آراستن
پیشہ نکوئی کن و از بد بترس   از بدِ کس نے ز بدِ خود بترس
چشم بہ نیکی نہ و ایں پیشہ کن   تا نرسد چشمِ بد اندیشہ کن
در ہمہ تدبیر نکو کار باش   از بد و از نیک خبردار باش
بد کنی اوّل بملامت کشد   و آخر ازاں سر بہ ندامت کشد
خود ز مکافات و جزا ہر زماں   ہر چہ کنی باز بیابی ہماں

هر چه کنی باز نشانت دهند　　هر چه دهی باز همانت دهند

بر سر هر کس که ترا دست هست　　دست بکش از سر هر زیر دست

نیت خیرت اگر امروز خاست　　وعده بفردا مفگن کین خطاست

در عملِ خیر توقف مکن　　چون بکنی هیچ تاسف مکن

چون تو نه محتاجِ کسی در نعم　　در حقِ محتاج همی کن کرم

کم مکن احسان دهش آور بجای　　بیش دهی بیش رساند خدای

یافتی از کشتِ ازل خوشهٔ　　راحت کن از بهرِ ابد توشهٔ

دولتِ خود بین و مشو ناسپاس　　شکر بکن بر کرمِ بی قیاس

نعمتِ تو گرچه ندارد شمار　　شکر کنی بیش کند کردگار

گنجِ خرد خاصِ تو گشت از صفات　　واطلب از غیب کلیدِ نجات

گرچه جهان داری و شاهیست　　سوی خدا بین و مشو خودپرست

باش درین پرده با فگندگی　　سر مکش از دائرهٔ بندگی

بنده شو و عاقبت اندیش باش　　معترفِ بندگیِ خویش باش

ترسِ خداوندِ جهان کن بدل　　تا ز خداوند نمانی خجل

کار چنان کن که بهنگام کار　　از درِ یزدان نشوی شرمسار

کم کن از آغاز پریشانیت　　کاورد انجام پشیمانیت

گرچه ز بیمِ تو کس از کن مکن　ق　با تو نیارد که بگوید سخن

لیک ترا نیز بهر کار هست — آئینهٔ روشن فکرت بدست
هرچه مصوّر شودت در خیال — نیک بکن بد مکن اینک جمال
خود نفتد در رفتدت کار سخت — فضل ز حق جو و عنایت ز بخت
چون بوغا جهد کنی در جهاد — باش گران جنبش و دیر ایستاد
گر بودت در دل مشکل کشای — مشکلے از ملک طلب کن ز رای
در بدل از رای بود مشکلے — خواه کلید از دل صاحبدلے
باز طلب صحبت مردان پاک — صحبت آلوده رہا کن بخاک
مست مشو چون بلب آری شراب — در چه شوی مست مشو مست خواب
ہوش براں نه که شوے ہوشیار — تات بغفلت نرود روزگار
غفلت شاه است زیان همه — خواب شبانست بلای رمه
شاه بود از پی پاس جهان — خواب نشاید که کند پاسبان
می بخورا ما نه ز اندازه بیش — تا نشوی بے خبر از کار خویش
کم خور از آنسان که شوی مست ازو — تا نشده از دست بکش دست ازو
کار جهان جمله ترا کردنی ست — خود غم این کار ترا خوردنی ست
چون تو خوری بادهٔ کافور بوی — پس غم گیتی که خورد خود بگوی
مست که از خود خبرش کم بود — کی خبرش از همه عالم بود
گرچه کمیت بخوشی رهبر است — هرچه عنان بازکشی خوشتر است

گرچه که در می کرمم بیحدست آن کرم از می شمرند این بدست
باده حلالت نبود چون مدام هرچه مدامست چه باشد حرام
پیشهٔ تقویست پسندیده تر از همه وز شاه پسندیده تر
چون همه کس خدمتِ سلطان کنند هرچه ز سلطان نگرند آن کنند
عشرتِ دایم شهِ اقلیم را ره بضلالت برد اسلیم را
کوششِ پوشیده کن اندر شراب تا نشود رکنِ شریعت خراب
شاه برین گونه بفرزند خویش داد بسے زادِ نوا از پندِ خویش
کرد زبانی بچنین گفت و گوے کن مکنی را بخرد جست و جوے
تا دلِ شب نزدِ جگر گوشه بود دانهٔ اشکش ثمره خوشه بود
نیم شبان عزم سوے خانه کرد دامن ازان خوشه پُر از دانه کرد
گفت که فردا بوداع ست رائے آیم و این شرط بیارم بجاے
کرد روان کشتیِ دولت شتاب رفت بدولت بگذارای آب
شاه چو زان دولتِ فیروزبخت فرخ و فیروز برآمد به تخت
گریهٔ قرّابه ببانگِ بلند قهقهه در حلقِ صراحی فگند
آب روان کرد بجوے نشاط خاک شد از جرعه معنبر بساط
بزمِ شبش گرچه که فردوس بود وعدهٔ فرداش قیامت نمود
بسکه بدش از غمِ دوری خمار باده همی خورد ولی کرد کار

گرچه خوشی در دلِ شب پیشه کرد / لیک ز فردا بدل اندیشه کرد
تلخ تواں شربتِ دوری چشید / دردِ جدائی که تواند کشید
دشمن باشد فلک از مغز و پوست / زانکه بیک جائے نخواهد دو دوست
الغرض از مے چو سرش گرم گشت / زانچه دلش بر قدرے نرم گشت
رفت ز مجلس بسوے خوابگاه / شد تهی از باده کشان بزمِ شاه
خفت به بیداری بختِ جواں / دولتِ بیدار شدش پاسباں
خوابگهش باد بیالائے تخت / هیچگهے خفته مباد اش بخت
مطربِ خوش نغمه بآواز نغز / زین غزلش داد طراوت بمغز

غزل

آرامِ جانم میرود جان صبوری چوں بود / آنکس شناسد حالِ من کو همچو من در خوں بود
بر بست چوں جوزا کمر آورد در جوزا قمر / یعنی که ایں عزم سفر در طالعِ میموں بود
گویند حالِ دل نهاں گویش مگر ناید عیاں / ایں با کسی گفتن تواں کو از دلم بیروں بود
رنجم مبادا بر تنی چوں من مبادا دشمنی / من دانم و همچوں منے کاندوهِ دوری چوں بود
زیں دُر که از چشم افگنم پر گشت جیب و دامنم / چوں پر لیمانے شد تنم کاندر دُرِ مکنوں بود
بند و خطش چو بیم همے زیں تارِ موئے در خمے / خود عاشقاں را هر دمے سودائے گوناگوں بود
زلفش که در جانم گزد چوں مار پنهانم گزد / مارے کز بینائم گزد کے درخورِ افسوں بود
لیلی و موئے مشکبو آنکس که دیده مو بمو / داند که زنجیر از چه رو در گردنِ مجنوں بود

زہ کاں شکروش ناگہاں زیں دیدۂ تر شد نہاں | از خسرو آموز و فغاں فرہاد اگر اکنوں بود

در وداعِ دو گرامی کہ پدر را در اشک
مردمِ دیدہ ہمی رفت ز چشمِ گریاں

شب چو وداعِ مہ و سیارہ کرد | صبحدم از مہر قبا پارہ کرد
گرد کنارہ شفق از خونِ خویش | چشمۂ خورشید شد از دیدہ بیش
قلبِ دو سلطان زد و سو کوچ کرد | بست دو پل روئے دو آب از دو گرد
کوکبۂ شرق سوئے شرق تافت | لشکرِ مغرب سوئے مغرب شتافت
سرورِ مشرق بوداعِ پسر | گریہ کناں کرد ز دریا گذر
ویں طرف اقبالِ مغربی بہ پیش | گشت شتابندہ بمیعادِ خویش
خاص شد از بہرِ وداعِ دو شاہ | چوترہ بایستۂ آرام گاہ
ہر دو دراں بقعہ مہیا شدند | چوں مہ و خورشید بیکجا شدند
محرمِ خلوت شدہ ہر دو بہم | زحمتِ غیرے ز میاں گشتہ کم
خلوت ازاں گونہ کہ محرم نبود | ہیچکس از خلوتیاں ہم نبود
آنچہ بد از مصلحتِ ملک راز | یک بدگر ہر دو نمودند باز
کاں چمن از خار تہی کردنی ست | واں گلِ رنگیں بکف آوردنی ست
در حقِ ایں شو بکرم رہنموں | واں دگرے را بزمیں ریز خوں

دور مبند از فلاں راز پیش   خاص مکن آں دگرے را بخویش
ہرچہ کہ ایں گفت بداں دار ہوش   جاے بدہ گفتۂ او را بگوش
سر در مشرق چو ازیں لعل و در   گوشِ جگر گوشۂ خود کرد پر
آں ہمہ گفتارِ پدر کیقباد   دل نتواں گفت کہ در جاں نہاد
از پس ایں ہر دو بپا خاستند   عذرِ بد و نیک ہمی خواستند
خستہ پدر از دلِ پرخون و ریش   دست در آورد بدل بندِ خویش
نالہ برآورد کہ اے جانِ من   جاں نہ از آں دگرے زانِ من
بے تو زیم گرچہ کہ در خوں زیم   لیک چو جاں میرود م چوں زیم
چوں بخصومت جگرم خوں شود   حالِ دلم چوں تو شدی چوں شود
دیدہ بماند چو ز روے تو دور   سوے کہ بینم کہ بماند صبور
چوں تو شدی دل نہ کہ جوید ترا   ویں بکہ گویم کہ بگوید ترا
سوخت ازیں غم دلِ بے حاصلم   وہ کہ نسوزد دلِ تو بر دلم
ہجرِ تو آمد کہ ز خویشم برد   کیست کزیں واقعہ بازم خرد
بے خبرم ہرِ تو شب تا بروز   گر خبرت ہست چنینم مسوز
غم بہ کمین ہست کہ خاکم کند   ترسم از اندیشہ ہلاکم کند
سوختہ شد جانِ غم اندوختہ   تا چہ شود حالِ منِ سوختہ
کاش نبودے دو سہ روز وصال   تا نشدی دیدہ اسیرِ خیال

ای ز تو در دیدهٔ تاریک نور — مردمی کن مشو از دیده دور
جان عزیزی بجدائی مکوش — چند بود جان عزیزم بجوش
صبر مفرما که صبوریم نیست — دور ز تو طاقت دوریم نیست
گرچه ترا هم کششی در دل ست — انچه که من میکشم آن مشکل ست
خویش توام ور تو نه خویش من — مرحمتی بر من بی خویشتن
با توام ار بیخود و گر با خودم — بیخودیم بین و ببر با خودم
بر سر راهی و منم خاک راه — بر گذری همچو صبا بر گیاه
چند کنی از پی رفتن شتاب — یکدمی از سوختگان رو متاب
با تو اگر همرهیم مشکل ست — اشک منت همرهِ صد منزل ست
بهر نثار تو سرشکم ز دُر — آستین و دامن من کرد پُر
گر تو بگوئی بسرت ریزمش — با گهر تاج در آمیزمش
تا چو بدامان تو افتد ز سر — یاد دهد از آب دو چشم پدر
خامهٔ من زین پس و تحریر درد — واشک روان پیک بیابان نورد
حال من از نامه فرو خوان چو آب — باز نویس ار بتوانی جواب
گرچه تو خوردی و فراموش کار — تات فرامش نشوم هوش دار
ورچه نیاری بدلم سال و ماه — جان[۱] تو کز دل نشوی هیچگاه

بدل | خود مرا ۱۲

---

[۱] جان تو ای قسم بجان تو ۱۲

گشت روان چشم من خسته وای — دل نه نهانا که بماند بجای
آه که صبر از دل و تن میرود — خون من از دیدهٔ من میرود
تشنه اگر نیست سپهرم بخون — چون کشد آخر جگرم را برون
با خود از نیسان شبنمی می‌نمود — روز بچشمش چو شبی می‌نمود
دیدهٔ پر خون و دل ناصبور — چشم تهی شد ز جگر گوشه دور
چون شغب و ناله ز غایت گذشت — گریه و زاری ز نهایت گذشت
یک نفسی زان نمط از هوش رفت — کش سر فرزند ز آغوش رفت
وان خلف پاک هم از درد دل — خاک ره از گریه همی کرد گل
بسته دل و جان بوفای پدر — دیده همی سود بپای پدر
وز مژه در پای سر ارجمند — ریختنیهای گهر می‌فگند
اشک فشانان بدل دردناک — مردمک دیده فتاده بخاک
سر چو ازین بی‌خبری برگرفت — دُرّ خود از خاک با فسر گرفت
باز بآغوش خودش کرد جای — گاه سرش بوسه زد و گاه پای
هر دو بجان شیفتهٔ یکدگر — دوخته بودند نظر با نظر
روی بهم کرده چنین تا بدیر — هیچ نگشتند ز دیدار سیر
نقش وداع ارچه بجان میگذشت — لیک نه اندازهٔ زبان می‌نگشت

عاقبت[1] الامر دران اتفاق　　چون که ندیدند گزیر از فراق
هر دو رخ از خون شده عناب رنگ　　یک دگر آغوش گرفتند تنگ
رفت پدر پاے به کشتی نهاد　　دیده روان از قطره طوفان گشاد
گریه کنان با دل بریان خویش　　کشتی خود راند بطوفان خویش
شه شد ازین سو پسر درد مند　　آه برآورد به بانگ بلند
گریه همی کرد زمانے دراز　　سوے پدر داشته چشم نیاز
راند همی از قطره سیلاب خون　　تا ز نظر کشتی شه شد برون
دید چو خالی محل از شاه خویش　　رخش روان کرد به بنگاه خویش
روے ز شرق اختر عالم فروز　　تافت سوے غرب که نیمروز
رفت به لشکر در خرگاه بست　　وآمد و شد راز میان راه بست
خلوتیان هر همه گشتند دور　　جز دو سه از خاصگیان حضور
جامه بفریاد و فغان می درید　　جامه[2] رها کن تو که جان می درید
گشت دل تنگ ز غم شاخ[3] شاخ　　تنگدلی در دل تنگش فراخ
کرد چو انبوهی غم در همش　　خواست شرابے که بشوید غمش
ساقی ازان باده که با خویش داشت　　پیشترک شد قدحے پیش داشت
شاه ازان مے که بلب درکشید　　جرعهٔ آن را ز قطره برکشید

---

[1] آخر کار ۱۲ [2] جامه کجا، خیال جامه یکسو کن ۱۲ [3] پاره پاره ۱۲

گفت بمطرب کہ دمے بے درنگ ساز کند صوتِ جدائی بچنگ
نشست مغنی و براہِ عراق کرد روان زمزمہاے فراق
دست و زبانش چو درآمد بکار زین غزل از دست بشد شہریار

غزل

سخت دشوارست تنہا ماندن از دلدارِ خویش ما کہ گویم حالِ تنہا ماندنِ دشوارِ خویش
لطف کن اے دوست از شمشیرِ ہجرانم مکش من کہ وصلم چند گہ پروردہ در زنہارِ خویش
مردہ را حسرت نہ مردن نیست ہست از بہر آنکہ باز مے گیرند زو ہم صحبتان دیدارِ خویش
ہر کہ روزے ناوکے خوردست او داند کہ چیست درد مجروحے کہ نالد از دلِ افگارِ خویش
کیست کز بسیاریِ غم اندکی باز م خرد کاندک اندک می بسوزم از غمِ بسیارِ خویش
راز با دیوار ہم گفتن نمی آرم از آنکہ گوشہا می بینم از ہر سو پسِ دیوارِ خویش
گفتہ گہ گہ کہ خواہم کرد کارت را بہجر کارِ من کردی و کردی عاقبت آن کارِ خویش
ناامیدم ترک گیریدم دمے اے دوستان تا چو نومیدان بگیریم بر غم و تیمارِ خویش
خسروا پہلوے من بنشین ساعتے دل دہ مرا زانکہ دل می افتدم از گریہ ہاے زارِ خویش

صفتِ موسمِ باران و برہ رفتنِ شاہ جانبِ شہر شدن از لبِ گھگھر بگذران

کرد چو رہ در سرطان آفتاب چشمۂ خورشید فرو شد بآب

ابر سراپردہ ببالا کشید — سبزہ صفِ خویش بصحرا کشید

آب فرو ریخت بکارِ زمیں — زو ہمہ بنشست غبارِ زمیں

سیل عناں بس کہ بہ تندی گذاشت — باد بہ زنجیرِ نگاہش نہ داشت

چوں دہلِ رعد شد از آب غرق — گرم شد از آتشِ سوزانِ برق

گرم چناں شد کہ چو آواز داد — غلغلہ در گنبدِ گردوں فتاد

قوسِ قزح گشت کماں وار کوز — از دو طرف سبزپی و سرخ توز[1]

تاب کشید آتشِ برق چناں — کش نمِ صد ابر نہ دارد زیاں

جوی کہ شد مست خوش و آبدار — آب گرفتش لبِ سبزہ کنار

صفوتِ آب ار تو ندانی محال — زیرِ زمیں ابر نمود از خیال

تندیِ سیلاب ببالائے کوہ — از شغب آورد زمیں را ستوہ

ماند ہمہ وقت خطِ سبزہ تر — از کفِ خورشید نہاں شد اثر

ہر چمنے یک گل و صد آبجو — ہر چمنے صد گل و صد آبرو

برق بہ شمشیر در آورد تاب — گشت زرہ پوش سوارانِ آب

برق بہر سوے نتابے دگر — دشت بہر جوی بر آبے (حباب ۱۲) دگر

پردہ نشیں گشت فلک سو بسو — با ہمہ زالی شدہ پوشیدہ رو

جوے کہ شد برہنہ سیمیں تنش — جامۂ غوکی[2] شدہ پیراہنش

[1] توز درختے ست کہ بر زینِ اسپ و کمان پیچند برنگت سرخ باشد ۱۲ [2] جامۂ غوکی کاہی کہ بر آب باشد ۱۲

خاک ز بے آبی اماں یافتہ — چشمہ ز جوے آب رواں یافتہ
قطرہ در آوردہ زباں را فراز — آب شدہ از دُرِ او حلقہ ساز
چوں زمیں از آب شدہ سیمِ ناب — باد گرہ بر زدہ بر سیمِ آب
جوے رسیدہ بہ بلندی ز سیل — ہم بتواضع بہ نشیبیش میل
زود ز مستی بہ فغاں آمدہ — دورِ خرابی بگراں آمدہ
ماندہ بہر شہر عمارت در آب — محتکراں را شدہ خانہ خراب ([illegible] ۱۲)
چرخ نگوں طشت شدہ سیل بار — طشت نگوں آب نہ گیرد قرار
ابر ہوا خواہِ گلستاں شدہ — آب کشِ مجلسِ مستاں شدہ
باغ کہ از سبزہ شد آراستہ — ابر سیہ را بہوا خواستہ
برگِ درختانِ تر از تشا خسار — بر ہمہ دُر بار و دُر آوردہ بار
ابر شدہ کوہِ بلند از شکوہ — برق شدہ بر سرِ او تیغِ کوہ
پر شدہ قرابۂ چرخ از گلاب — پنبہ نہادہ بدہانش سحاب
حوضِ مدوّر کہ شد از آب بیش — آب کشاں گرد بگرداب خویش
جفتِ زمیں را ہمہ بشگافتہ — گاوِ زمیں جفت بسے یافتہ
برزگراں درگلِ لغزاں اسیر — تکیہ شاں بر کرمِ دستگیر
دانہ کہ سر تیز چو سوزن کشید (مزارعین ۱۲) — سوزنِ او آبلہ روشن کشید
شالی سرسبز ندانم کہ چیست — کآب گذشت از سر و انگاہ زیست

سینهٔ گنجشک ز شاماخِ نو | پر شده از آب و علف جو بجو
خاک یکے بیضهٔ طوطی شمار | بیضه یکے بچّهٔ او صد ہزار
سبزهٔ نورسته تو گوئی مگر | بچّهٔ طوطی ست که شد سبز پر
سبزه بصحرا شده چوں نوخطاں | ملکِ جہاں گشته بکامِ بطاں
ژاله زناں بر سرِ کلمرغ[۱] سنگ | با سرِ کل خوش بود از سنگ جنگ
غوطهٔ مرغابیِ رعنا بجوے | از سرِ طوفاں شده پایاب جوے
نولِ (نوک ۱۲) حواصل شده مقراض پر | جامهٔ او نقره و مقراض زر
جفتکِ سرخاب ز حکمِ خدا | روز بیکجا و شب از ہم جدا
جرعه که طاؤس ز باراں بخورد | ہم بسرود آمد و ہم جلوه کرد
یافته درّاج خوشی در ہوا | شیر و شکر داد بروں از نوا
سرخ شده آب ز سرخابگاں | شسته بخوں ناخنِ قصابگاں
مرغ بسے ساخته در آب جاے | بر سرِ آں نقره شده نقره پاے
لرزه کناں آب ز نرمی چو خز | مرغکِ گز پایش بپا کرده گز
ز آب ز بس شعبے بہرِ شاخ بید | زاغ شده قمریِ جامه سپید
میوهٔ ایں فصل رسیده بشاخ | گرد چمن طعمهٔ مرغاں فراخ
خوشهٔ انگور بداں چابکی | آبله بر پا شده از نازکی

---

[۱] بکاف عربی قسمے از کرگس که بر سر او موے نباشد ۱۲

دانهٔ او کرد طراوت درو ‏ گرد شده جمله حلاوت درو

خسته شده سینهٔ خرما ز خار ‏ خنده همی کرد به پرده انار

موز بیک برگ بپوشید شاخ ‏ برگ ازو گشته به بستان فراخ

میوه ۱۲

گرچه که با خوربزه زد پهلوئے ‏ صلح همی کرد و بشفتالوئے

نغزک خوش نغزکن بوستان ‏ نغز ترین میوهٔ هندوستان

طفل که همشیرهٔ او شد نبات ‏ خضر وشی تشنه بر آب حیات

میوه بباغ ار ز یکی ده بود ‏ پخته شود خوردنش آنگه بود

میوهٔ نغزک هم از آغاز بر ‏ تا حد انجام سزاوار خور

سایهٔ او بر درم از آفتاب ‏ مایهٔ مستان ز برائے شراب

آب روان گشته بهر سایهٔ ‏ یافته از میوه زمین مایهٔ

نغزک پخته بچکیده ز بر ‏ گشته نبات زمین از شیره تر

گاه تماشائے جوانان بباغ ‏ زیر درختان شده مستان بلاغ

باری ۱۲

وقت چنین میوه پر و گرمتاب ‏ وز مدد ابر جهان غرق آب

ابر درافشان شده دریا نوال ‏ ابر شش خود رانده بدار الجلال

آب فراخی همه را تا به گنگ ‏ وآمده تنگ همه از آب تنگ

لشکر انبوه چو دریا بجوش ‏ سیل ز جنبیدن آن در خروش

بود سراسر زمین از آب پر ‏ هم ز هوا سوخته می شد شتر

گرچہ کہ بود آبِ رواں تا شکم | اسپ نکرد آتشِ خود ہیچ کم
پاے ستوراں بہ زمیں در شدہ | گاوِ زمیں را سمِ شاں سر شدہ
بود بہر جا کہ نزولِ سپاہ | تنگیِ جو بود و فراخیِ کاہ
خیمۂ لشکر ہمہ بر روے آب | راست چو دریا کہ برآرد حباب
با علمِ فتح دراں راہِ دور | سایہ فشاں شد بحدِ کنیتور
خانِ جہاں حاتمِ مفلس نواز | گشت با قطاعِ اودہ سرفراز
از کفِ جود و کرم حق شناس | کرد فراہم سپہ بے قیاس
من کہ بدم چاکرِ او پیش ازاں | کرد کرم زانچہ کہ بد بیش ازاں
باز چناں بخششِ چاکر فریب | بندہ شدم لازمۂ آں رکیب
در اودہم برد . لطفے چناں | کیست کہ از لطف بتابد عناں
غربت از احسانش چنانم گذشت | کم وطنِ اصل فراموش گشت
در اودھا زبخششِ او تا دو سال | ہیچ غم و نالہ نبود از منال
من زپئے شہرِ خداوندِ خویش | رفتہ زجاے خود و پیوندِ خویش
مادرِ من پیرزنِ سبحہ سنج | ماندہ بدہلی زفراقم برنج
روز و شب از دوریِ من بیقرار | سوختۂ داغِ منِ خام کار
در غم و زاری زجدا ماندنم | نامہ نویساں زپے خواندنم
گرچہ دلم ہم زغمش بود ریش | چند گہے راہ ندادم بخویش

چون کشش سینه ز غایت گذشت باعثهٔ دل ز نهایت گذشت

حالِ خود و نامهٔ اُمید وار باز نمودم بخداوندگار

او خود از انجا که بزرگیش بود خُردیِ من دید بزرگی نمود

داد اجازت برضاے تمام تا نهم اندر رهِ مقصود گام

خرج زنم زان کفِ دریا اثر گرم روان کرد دو کشتیِ زر

تا ز جہان بخششِ مفلس پناه شکر کنان پاے نهادم براه

شوق کشان کرد گریبانِ من گریه زده دست بدامانِ من

حاملِ خون کرد غمم مادرم زاد ہمیں بود براه اندرم

قطع کنان راه چو پیکانِ تیز بلک چو تیر آمده اندر گریز

یک مهِ کامل به کشیدم عنان راه چنین بود و کشش آن چنان

ہمچو مهِ عید خوش و شاد بهر در مهِ ذی القعد رسیدم بشهر

خنده زنان ہمچو گلِ بوستان چشم گشادم برخِ دوستان

یافتم از لذتِ دیدار کام وز پیِ مقصود شدم سیر جام

مرغِ خزان دیده به بُستان رسید تشنه لبِ چشمهٔ حیوان رسید

مرده دل از حالِ پریشانِ خویش زنده شد از دیدنِ خویشانِ خویش

دیده نهادم بهزاران نیاز بر قدمِ مادرِ آزرم ساز

مهربان ۱۲

مادرِ من خستهٔ تیمارِ من ق چون نظر افگند بدیدارِ من

پردهٔ زروی شفقت برگرفت اشک فشانان ببرم درگرفت
داد سکونی دلِ آشفته را کرد وفا نذرِ پذیرفته را
بعدِ دو روزی که رسیدم زراه زآمدنم زود خبر شد بشاه
حاجبی آمد بشتابندگی داد نویدم بصفِ بندگی
خاستم و برگِ شدن ساختم محملِ تن تا بپر داختم
رفتم و رخساره نهادم بخاک تن ادب آموز و دل اندیشناک
نقشِ طرازیده گشادم ز بند کردمش انشا و ببانگِ بلند
شه که در چیدهٔ من دیده تر مهر بچید از ندمای دگر
داد باحسان رهی بر درم جاگی[1] خاص و دو بدره درم
یافتم اندر محلِ اختصاص مرتبه در سلکِ ندیمانِ خاص
چون دلم از فیض و کرم شاد کرد خانهٔ فقرم بزر آباد کرد
گفت که ای ختم سخن پرورا ق ۱ ریزه خورِ خوانچه تو دیگرا
از دلِ پاکت که هنرپرورست ۲ همتِ ما را طلبی در سرست
گر تو درین فن کنی اندیشه چیست ۳ وز تو شود خاستهٔ من درست
خواسته چندانت رسانم ز گنج ۴ کز پیِ خواهش نبری هیچ رنج
من که عطای شهم این مژده داد سجده کنان پیش دویدم چو باد

---

[1] جاگی روزینه که آنرا بهندی پٹیہ گویند ۱۲

گفتمش اے تاجورِ جم جناب — بخت ندیده چو تو شاہے بخواب

منکه بوم داعیِ مدحت طراز — تا چو توئی را بمن آید نیاز

چوں تو دہی حاجتِ ہر مفلسے — حاجتِ تو چیست بچوں من کسے

باغ نه از گل طلبد رنگ و بوے — ابر نه از قطره بود آب جوے

شه که جہاں بندهٔ فرمانِ اوست — گر بمثل جاں طلبد زآنِ اوست

حاصلم از طبعِ کژ و فکرِ سست — نیست مگر پارسیِ نادرست

گر غرضِ شاه بر آید بداں — دولتِ من روے نماید بداں

بنده چو بنمود بشاهِ زمن — عذرِ تہی مایگیِ خویشتن

شاه زباں را به سخن بر کشاد — قفل ز گنجینهٔ گوہر کشاد

گفت چناں بایدم اے سحر سنج — کز پئے من روے نه پیچی ز رنج

جسمِ سخن را بہنر جاں دہی — شرحِ ملاقاتِ دو سلطاں دہی

نظم کنی جملہ بسحرِ زباں — قصهٔ من با پدرِ مہرباں

تا اگرم ہجر در آرد ز پاے — آیدم از خواندنِ آں دل بجاے

ایں سخنم گفت و بگنجورِ جود — از نظرِ لطف اشارت نمود

برد مرا خازنِ دولت چو باد — مہرِ زر و خلعتِ شاہیم داد

من شده مخصوص بجودے چنیں — مایه بدستم نه و سودے چنیں

نے قلمم را ز ہنر بہرهٔ — نے ورقم را ز گہر چہرهٔ

از دَرِشہ باہمہ شرمندگی — آمدم اندر وطنِ بندگی
خم شدہ از بارِ کرم گردنم — فرض شدہ خدمتِ شہ کردنم
گوشہ گرفتم ورقِ دل بدست — عقل سراسیمہ و اندیشہ مست
روئے نہاں کردم از ابنائے جنس — نے غلطم بلکہ خود از جن و انس
آبِ معانی ز دلم زاد زود — دانش طبعم بقلم داد دود
چوں بتوکّل شدم اندیشہ سنج — سینۂ خاکیم بروں داد گنج
خامہ بیاراست سخن را جمال — پردہ برانداخت عروسِ خیال
حجلۂ خط راز سراپردہ یافت — واں ز زبانِ قلمم در شگافت
من زدہ بر عرش ز فکرت عَلَم — محرمِ فکرم شدہ لوح و قلم
خواست مدد خاطرِ اندیشہ زائے — زیں سہ ہنر سنج و معانی فزائے

سخن از وصفِ قلم آنکہ بلوحِ محفوظ
ہست اوّل صفتش ما خلق اللہ بخواں

سوئے قلم دست کشیدم نخست — کاوّل ازو شد خطِ ہستی درست
راند نخست از یدِ قدرت بروں — کردہ رقم بر ورقِ کاف و نوں
سلسلہ جنباں شدہ در بابِ علم — داشتہ سر بر خطِ اربابِ علم

لہ اشارہ بجانب حدیث اوّل ما خلق اللہ القلم ۱۲

علمِ جهانش همه حرف اللسان ‏ ‏ ‏ هیچ خطائیش نه اندر زبان

ور ز سلی زاد بمعنی از و ‏ ‏ ‏ آن ز نویسنده بود نے از و

بر ورقِ اهل هنر کرده داغ ‏ ‏ ‏ روز و شب از خوردنِ دود چراغ

در هنر از بس که روان کرد دست ‏ ‏ ‏ دستگهی یافت بهر کس که هست

راست بهر دستگهی همچو تیر ‏ ‏ ‏ راستیِ او همه را دستگیر

گفت خبر بر همه از خیر و شر ‏ ‏ ‏ نامه سیه کرد و بے باخبر

هم زده در خشکی و تری قدم ‏ ‏ ‏ هم بسیاهی و سپیدی علم

(کاغذ ۱۲ ‏ سیاهی ۱۲)

در طلبِ صوف تراشیده سر ‏ ‏ ‏ گرچه همه جعد کنندش ز بر

راکع و ساجد شده در هر مقام ‏ ‏ ‏ در دلِ شب کرده بیک پا قیام

(دوات ۱۲)

هیچ نبوده بقیامش قعود ‏ ‏ ‏ طرفه که در عین قیامش سجود

روزیِ او یک شبه با صد هنر ‏ ‏ ‏ گر همه سر زیر کند یا ز بر

سر زده در رفته درونِ دوات ‏ ‏ ‏ یافته در ظلمتش آب حیات

دودهٔ او قبلهٔ دانندگان ‏ ‏ ‏ خوانده شده بر همه خوانندگان

آهوی مشکین و سرش با دو شاخ ‏ ‏ ‏ وز دم او مشک بصحرا فراخ

تیر سپر وار از و در خراش ‏ ‏ ‏ تیغ گهر بار از و در تراش

کرده سر اندر رهِ شمشیر صرف ‏ ‏ ‏ باک ز شمشیر رسیده بحرف

آبِ سیه خورده چنان گشت مست ‏ ‏ ‏ کش چو نگیرند بیفتد ز دست

ور بمثل خفت بجائے کہ خواست | خفتہ نخیزد مگر از دستِ راست
ور بصریر آمدہ چوں مرغِ باغ | نغمۂ بلبل زدہ از قولِ زاغ
قار چکاں گشتہ ز منقارِ او | تا ہمہ قاری شدہ از قارِ او
خواندہ ورا تیرِ سپہر از صواب | نام قلم تیرۂ خطے خطاب
در زدم ایں خامہ بسودائے خام | مجمرۂ سوختہ دل بد ابکام

صفتِ مجمرہ کو گرچہ سیہ دارد دل
آں سیاہیِ دلش مایۂ علم ست و بیاں

سوختہ دودِ فراقش قلم | و آبِ حیات و ظلماتش ہم
مطبخِ سودائے درون مجمرہ وش | روزنش از سوئے درون و دو کش
ہم ورق از روزنِ او بردہ دود | ہم قلم از مایۂ او کردہ سود
زادہ ہمیں دودۂ او ہر زماں | ہر خلفش بر سرِ خود دودماں
دیگِ خوشِ پختنِ سود و زیاں | خامہ چو کفگیر مہیّا برآں
خانۂ روئیں در چوبیں ستوں | گشتہ بروں روشن و تار از دروں
دیدہ چنیں نادرہ کس در جہاں | خانہ بجا ماند و ستونش رواں
کردہ چہ ظرف بصد نیکوئی | چوں چہِ بابل ہمہ پر جادوئی
کس نہ کشد سایہ کہ در چہ نشست | سائۂ ایں چہ بہ کشد ہر کہ ہست

کردہ درو خامۂ مصری پناہ | یوسفِ مصر آمدہ در قعرِ چاہ
کحلۂ دیدۂ روشن سواد | میل درو خامہ و کحلش مداد
بسکہ فزوں یافتہ زرقِ قلم | آب بدِ سیہ راندہ بفرقِ قلم
نشستنِ او باہمہ دانندگاں | رفتنِ او جانبِ خوانندگاں
ہرچہ سوادِ ورقِ مشکلش | حل شدہ چوں آب درونِ دلش
در شکم از خشک و ترش مایہ بیش | کردہ قناعت بہ تر و خشکِ خویش
بلکہ شکم کردہ پر از بیش و کم | ماندہ دہاں باز برائے شکم
گہ گہے از زحمتِ تشنگی بتاب | واقعِ تشنگیش دو سہ قطرہ آب
معتبرِ عالم و جاہل شدہ | گرچہ درون تار و سیہ دل شدہ
من چو ازیں حقہ کشیدم قلم | برزدم از مشک بکاغذ علم

صفتِ کاغذ سیمیں کہ پیئے دو دِ قلم

سیم سوزے شود و نقش برآرد بریاں

کاغذ شامی نسب و صبح دام | آنکہ شد آرایشِ صبحش زشام
سادہ حریرے و لے اصلش زخویش | باقصب و خز شدہ پیوند خویش

۱؎ خویش در مصرعۂ اول بمعنی کتان و در مصرعۂ ثانی بمعنی قریب و رشتہ دار ۱۲

ناے حریر آمدہ اندر نورد | طرفہ حریرے کہ تواں جزو کرد
آمدہ اجزاش فراہم ز آب | لیک پراگندگیش ہم ز آب
بسکہ شد از کوبشِ بسیار پست | پشت دوتا گردوش از یک شکست
گہ بود از دستۂ تیغش گزر | گہ دہد از تیغ بمقراض سر
گہ خلدش سوزنِ مسطر کشد | گہ کششِ رشتۂ دفتر کشد
گہ ہدفِ تیر شود از ہوس | الغرض از دوستیِ کلک بس
گہ کند اندر کلہِ شنہ نشست | تار قلمے یابد ازاں سرنبشت
برزدہ از روے سپیدی علم | لیک سیہ روے شدہ از قلم
نامِ خدا یافتہ بروے گزر | زانش ببوسند و نہندش بسر
عاشقِ خطہاے تر آمد ز اصل | مے بریش گردن و در بند وصل
با خطِ عارض نگزارد وفا | گرچہ کنی بند ز بندش جدا
ہیچ گہ از حرف نداند گزشت | حرف رواں زو نتواند گزشت
حرف بحرف از قلم آرد سخن | لیک بہ پیچد ہمہ بر خویشتن
ہر کہ گہے قصہ فرو خواند بس | عاقبت الامر بہ پیچاند بس
کارکشاے ہمہ ز اسرارِ خویش | پیچشِ او از خود و از کارِ خویش
قدرِ گراں یافتہ لیکن سبک | واں سبکے ہم ز فراغِ تنک

---

۵۱ ناے حریر طاقہ جامہ یعنی تھان،

خامه که صد نامه بپایے نبشت | علمِ جہاں را ہمه بروے نبشت
آنکه مهین مهتر او باگهر | وآنکه کهین پیشِ او باشکر
آئینهٔ دیدهٔ صورت گراں | صورتِ هر نقش که جوئی دراں
من چو بریں آئینهٔ رونمائے | مورچه ریختم آئینه زدائے
همتِ مردانه به بستم بکار | ریختم از خامه دُرِ شاهوار
باز نیامد قلم تا سه ماه | روز و شب از نقش سفید و سیاه
تا ز دلِ کم هنر و طبعِ سست | راست شد ایں چند خطِ نادرست
ساخته گشت از روشِ خامه | از پیِ شش ماه چنیں نامه
در رمضان شد بسعادت تمام | یافت قراں نامهٔ سعدین نام
آنچه بتاریخ ز هجرت گذشت | بود سنه ششصد و هشتاد و هشت ۶۸۸
سالِ من امروز اگر بر رسی | راست بگویم همه شش بود و سی ۳۶
زیں نمط آراسته بکرے چو ماه | باد قبولِ دلِ دانائے شاه
تا چو شود خاصِ خداوندِ خویش | ایں غزلِ بنده بخواند به پیش

غزل

باز ابر تیره از هر سوے سر بر می کند | سبزه را در هر چمن بر آبِ دیگر می کند
گرد بر می آید از عالم که از امساکِ ابر | گاه بخشش عالمے را در زباں تر می کند
سر بهر باغی درون کردند مستان بهرِ عیش | سروِ من تا در کدامی باغ سر بر می کند

ابر کردم چشم را کاں لالۂ رنگینِ من | بیشتر در روزِ باراں مے بباغ می کند
ما دِ تنہائی و روزِ ابر بارانی زاشک | اے خوش آنکس کو خوشی با آں سمبری می کند
ابر بر من می بگرید کش حیاے ہست و برق | خندہ دز دیدہ بیں کز زیرِ چادر می کند
خلق گو بد دردِ خود را گوے تا درماں کنند | من ہماں گویم و لے از من کہ باور می کند
شہسوارے ہر زماں کاندر دلم می بگذری | صد غبار از سینۂ خاکیم سر بر می کند
دیدہ کز خاکِ درت سرمہ کند دانی کہ چیست | از غبار انگیزیِ تو خاک بر سر می کند
چشمِ من ہر چند افزوں تر ہمی بارد سرشک | ایں غبارے را کہ من دارم فزوں تر می کند
وقتِ باراں خوش کہ میبارد گہے در وقتِ خویش | ماجرائے چشمِ خسرو پیشِ دلبر می کند

ذکرِ باز آمدنِ شاہ بدولت گہ شہر

ہمچو برجیس بقوس و قمر اندر سرطاں

صبح دماں چو علمِ آفتاب | گرد بدروازۂ مشرق شتاب
خرگہِ مہ گشت نہاں در پرند | قبۂ خورشید بر آمد بلند
رخش طلب کرد شہِ کامگار | شد بگہِ چاشت بدولت سوار
گرد رواں کوکبۂ فتحیاب | سوئے درِ دولت ازاں فتحباب
بادشہ اندر سرِ زرّینہ نائے | بادِ رواں گشت سمِ بادپاے
از روشِ پیل گراں تا گراں | سر بسر اندامِ زمیں شد گراں

بسکه شد آواز جرس چند میل هر طرفی گشت گران گوش پیل
بسکه علمهای سیه شد بماه ماه نهان گشت در ابر سیاه
یافت از آن رایت شبرنگ داغ شد پر طوطی فلک پر زاغ
صف سیاه از علم سرخ و زرد نسخهٔ دیباچهٔ نوروز کرد
از علم لعل که بر چرخ سود طاسک خورشید پر از خون نمود
نوک سنان کرد ببالا گذر گشت کبوتر بهوا سیخ پر
ور نه پرچم که سنان گشت گم نیزه شد از نوک سنان گاودم
گرد سنان گاو فلک را زبون شد ز دم گاو هوا گاوگون

شه بته چتر سیه می چمید اول شب صبح دوم میدمید
بود در آن دائرهٔ شامگون مردم دیده بسیاهی درون
تیغ به پیرامن چترش قطار ابر یکی قطرهٔ آتش هزار
بود بیک جای صف تیغ و تیر همچو نیستان بلب آبگیر
بانگ روا رو که برآمد بلند غلغله در گنبد گردون فکند

پرّه زده تیغ زنان سربسر پرّهٔ شان گشت کلید ظفر
زان همه لشکر که زمین می نوشت کرّهٔ گل مرکب زین پشت گشت
شد زمی از نعل منقّش نگار چون شکم ماهی و اندام مار
گرد که بر شد ز زمین هر زمان کاسهٔ گل شد طبق آسمان

صحنکِ زرّینِ سما شد سفال — گشت گِل آلوده چو چرخِ کلال
خنگِ سما روے بجولاں نهاد — گردِ زمیں بر شد و میدانش داد
مقرعه بر بسته هر جا یکے — تاز کناں بر سرِ هر تازکے
شانهٔ اسپاں که بهم سود روے — یافت بهم از سرِ هر شانه موے
کوکبهٔ چوں فلک آراسته — گردِ ظفر تا بفلک خاسته
شاه بدروازهٔ دولت شتافت — داد بدروازه کشادیکه یافت
توسنِ شه راز نثار افگناں — گشت مکلّل بجواهر عناں
نعل که بنشست بگوهر دروں — گوئی از آهن گهر آمد بروں
چتر که در چرخ شد از جاے خویش — چرخ رواں گشت سراپاے خویش
زاں عجبے کو ز برش می‌نگشت — از عجبِ خویش سرش می‌نگشت
شد چو عروسے بہا و بهی — جلوه کناں پیشِ شکوهِ شهی
کوس خبر کرد بگوش از خروش — وز خبرش بے خبری یافت گوش
بانگِ دُهل خاست کراں تا کراں — تعبیه شد کاسهٔ گردوں دراں
نغمهٔ مطرب ز گلوگاهِ ساز — گوشِ نیوشنده همی کرد باز
زهره دراں انجمنِ اختراں — رام شده از دمِ رامشگراں
ماه وشاں چرخ زن و پاے کوب — گشته بهوا ازرهِ شه خاکروب
شمع شکر وشّش بزباں آوری — سوخته جانها بحرارت گری

ملک بپا کوفتنِ بوالعجب — پا بزمیں شانہ رسید از طرب

پیکرِ شاں طرّہ چو بالا فشاند — صورتِ قبہ بتحیر بماند

گرچہ کہ صورت نزند چشم لیک — چشم زد از دیدنِ روہائے نیک

شاہ نبطانۂ آں کارگاہ — نرم تریں راند فرس را براہ

نرم ہمی راند و عناں می کشید — تا بشرف خانۂ دولت رسید

از سمِ اسپش فلک آوازہ یافت — خانۂ دولت شرفِ تازہ یافت

رفت چو در بارگہ از بارگی — بندہ شدش بخت بیکبارگی

بسکہ فشاندند ز ہر سو نثار — فرشِ زمیں شد ز درِ شاہوار

خاک نہاں گشت بدرِ ثمیں — کس نتوانست کہ بوسد زمیں

بزم بیاراست شہِ بزم ساز — بست زمیں را بجواہر طراز

جشنِ فریدوں طرب گاہِ جم — تازہ شد از مجلسِ شاہِ عجم

از دلِ خواہندہ بتاراجِ گنج — خواستہ می داد و ہمی برد رنج

از شب تا روز سحر تا بشام — بزم نہ گشتش تہی از رود و جام

بادہ مدامش بطرب دستگاہ — رود زنش زہرہ و ساقیش ماہ

مطرب او را بنوائے سرود — ایں غزل از آبِ رواں تر برود

غزل

عمرِ گذشتہ مرا باز کہ جاں باز آمد — وز پسِ عمرِ من آں جانِ جہاں باز آمد

زه زه اے دیده و خارِ مژه رنگین کن — که خرامان و خوش آن سروِ روان باز آمد
جان که بگریخته بود از غمِ ہجران بعدم — خبرِ آمدنش آمد و آن باز آمد
جانِ من چشم ازاں گه که بره‌ے تو فتاد — جز تو در هرچه توان دید ازاں باز آمد
ظن نبود ایں که ز خوبان دلِ من باز آید — تا ترا دید نگه کن که چساں باز آمد
باز ناید دلِ من گرچه بگویت صد بار — شادماں رفت و بفریاد و فغاں باز آمد
چوں بکوئے تو روم خلق بر آرد فریاد — کاینک آں عاشقِ بیچارهٔ جاں باز آمد
هرکسم گوید باز آئی از و تا برهی — گر دل ایں ست که دارم نتواں باز آمد
بندهٔ خسرو ز تو دیده بپوشید و برفت — چوں میسر نشدش دیده کناں باز آمد

سخن از ختمِ کتاب و بخطا خواهشِ عذر
که بجویند خطا را بدرستی برهاں

من که دریں آئینهٔ پر خیال — بکرِ سخن را بنمودم جمال
کس چه شناسد که چه خوں خورده ام — کیں گهر از حقه بر آورده ام
ساخته ام ایں همه لعل و گهر — از خوے پیشانی و خونِ جگر
تا نهم از فکرتِ پنهانیش — گه بجگر گاه به پیشانیش
هر گهرے بیتے و کانے درو — هر ورقے ملکِ جهانے درو
در تهِ حرفش همه باریکی ست — آبِ خضر در دلِ تاریکی ست

حرف نشینِ معنیِ خورشید تاب | رُست چو اندر دلِ شب ماهتاب
شپّره را مهرِ منوّر مدام | مورچه را ملکِ سلیمان بکام
گنجِ گهر در شبه دانسته | شب ز کواکب علم افراخته
هر حبشی پیکرے رومی جمال | رومِ سخن را ز حبش داد خال
هر خطِ توحید بریں لوحِ راز | همچو بلالے ست ببانگِ نماز
هر رقمِ نعت رموزش عجیب | چون شبِ معراج پر انوارِ غیب
نقطهٔ هر حرف بزیبِ تریں | مردمکِ چشمِ معانی یقیں
ذوقِ خیالات ز مستی پُر[1] | داروے جرّاح و دمِ بخیه بُر
هر غزلے دشنهٔ[2] عشاق کُش | بیش که بکشند ز درون پرده کش
اوجِ معانی نه بقدرِ طبع | پاک گذشته ز سموات سبع
دید چو ایں مثنویِ بیش را | تیر قلم کرد سرِ خویش را
هر یکے از بیت که جنت وش ست | شد خوشیِ دل که چو جنت خوش ست
چون سرِ خامه بسرش خم کنند | حیف بود زو که یکے کم کنند
من چو نکردم عددش از نخست | کم شد و سرمایه نماندش درست

۱؎ یعنی ذوقِ خیالات من از مستی لبسیار مانند داروے بیهوشیِ جرّاح ست که بوقت دوختن زخم بمریض دهد و افسوس طراران ست که بوقت بریدن جیب دمند ۱۲

۲؎ یعنی هر غزلِ من دشنهٔ عشاق کُش ست و برے آنکس که پرده از دل بردارد یعنی هوشیار و صاحبِ بینش باشد ۱۲ اش

گشت ضرورت کہ کنونش بعقد — بستم و دادم بامینانِ نقد
تا چو دریں بنگری اے[۱] ہوشمند — بیش و کمش بازشناسی کہ چند
بیزش ایں حرف کن از فکرِ تیز — خواں تو قراں نامہ سعدین نیز
در زجمل باز گشائی شمار — نہصد و چار و چہل و سہ ہزار
خواہمش از خامہ زبانِ گزیں — آنکہ نہ گرد درقمے کم ازیں
زانکہ خراشیدہ مردم بود — آہ کسے کش خلفے کم بود
اینت مبارک خلفے نامہ را — دودہ ازیں بہ نبود خامہ را
خامہ من گرچہ تراش افگن ست — زو چہ گہرہا کہ تراشِ من ست
زاغ[۱] زبانی کہ بفرِ ہمائے — کبکِ دواں را بزند زاغ پائے
ہم زنے خشک نباتم دہد — ہم زسوادِ آبِ حیاتم دہد
ہر سخنے کز قلمش یافت داغ — طعمۂ طوطی ست بمنقارِ زاغ
زیں ہمہ سودا کہ فرو ریختم — چیست زمعنی کہ نیامیختم
چند گہم بود بدل کیں خیال — تازہ کنم ہر صفتے را جمال
بود در اندیشۂ من چند گاہ — کز دلِ دانندۂ حکمت پناہ
چند صفت گویم و آبش دہم — مجمعِ اوصاف خطابش دہم
باز نمایم صفتِ ہر چہ ہست — شرح دہم معرفتِ ہر چہ ہست

---

۱ زاغ زباں کنایہ از قلم سیاہی زدن ۱۲

بفگنم از جیب گهرها به پیش — تاج خودش سازم و دامانِ خویش
طرزِ سخن را روشِ نو دهم — سکّهٔ این ملک بخسرو دهم
نو کنم اندازهٔ رسمِ کهن — پس روی پیش روانِ سخن
ور نگرم تا چه دُر افشانده ام — تا بچه ترتیب سخن رانده ام
آنکه چه بینم به هنر پیشتر — کوششِ آن راه کنم بیشتر
انچه هنر هست بگیرم نکو — وانچه جز این ست نگیرم ازو
کحلِ بصر نو کشم از هر مداد — نورِ بصر نو کنم از هر سواد
اوّل ازانجا که بر انگیزمش — بر کشم آنگاه فرو ریزمش
سکّهٔ خود زین منِ اندیشه زاے — تا نه نشانم نه نشینم ز پاے
انچه ز سر جوشِ دلِ نقشبند — معنیِ نو بود و خیالِ بلند
موے بمویش به هنر بیختم — پخته و سنجیده درو ریختم
وصفهٔ زان گونه شد از دل برون — کان دگرے را بدل آید که چون
زین پس اگر عمر بود چند گاه — کم هوس آید به سفید و سیاه
رنگِ زیادت ندهم خامه را — ساده ترین نقش کنم نامه را
کانچه همی شد بدلم خار خار — یافت درین گلشنِ رنگین نگار
گرچه شد از بهرِ چنین نامهٔ — داد مرا گرمیِ هنگامهٔ
گرد نکوئی که نکوئی کنند — بر چو منی انچه تو گوئی کنند

نز[۱] پئے آں شد قلم سحر سنج — کز پئے ایں مار نشینم بہ گنج

منکہ نہادم ز سخن گنجِ پاک — گنجِ زر اندر نظرم چیست؟ خاک

گر دہدم تاجورے سر بلند — دُر نتواں باز بہ دریا فگند

ور ندہد زانِ خودم رائگاں — رنجہ نگردم چو تہی مایگاں

یک جو ازیں فن چو بداناں نہم — وہ کنم آں را و بصد تن دہم

شیرم و رنج ازپئے یاراں برم — نے چو سگِ خانہ کہ تنہا خورم

ہرچہ کہ پنہاں کنی از محرماں — سنگ ہماں باشد و گوہر ہماں

مار کہ گنجش بود اندر مغاک — حاصلِ او چیست ازاں گنج؟ خاک

زیں ہمہ شربت نہ بداں کردہ ام — کآب ز دریائے کرم خوردہ ام

ہر ہمہ دانند کہ چندیں گہر — کس نہ فشاند بہ دو صد بدرہ زر

ور دہدم گنج فریدون و جم — ہدیۂ یک حرف بود بلکہ کم

کامم ازیں نامۂ عنواں کشائے — نامِ بلندست کہ ماند بجائے

کانچہ دریں ست چو بیند کسے — یاد کند از منِ مسکیں بسے

ہر صفتے را کہ برانگیختم — شعبدۂ تازہ درو ریختم

مور شدم بر شکرِ خویش و بس — در نزدم دست بحلوائے کس

گرچہ دُرِ چیدہ بسے دیدہ ام — مہرہ نچیں کز گہرے چیدہ ام

۱؎ یعنی ایں کار (شاعری) از برائے طمع نہ کردہ ام کہ مثل مار بر گنج نشینم ۱۲

نیست از کس لولوے لالاے من　　ژرف بہ بیں در تہ دریاے من
نکتۂ من گوہرِ کانِ من ست　　زآنِ کسے نیست از آنِ من ست
دزد نہ ام خانہ برِ دیگرے　　خانہ کشادہ ز درِ دیگرے
مایۂ ہر دزد کہ در عالم ست　　گرچہ فزون ست بقیمت کم ست
ہرچہ کہ از دل درِ مکنون کشم　　زہرۂ آں نیست کہ بیروں کشم
زانکہ نگہ می کنم از ہر کراں　　ایمنیم نیست ز غارتگراں
قلب زنے چند بہر گوشہ ہست　　کز زرِ من پارہ دہندم بدست
نقب زدہ گنجِ نہانِ مرا　　مرغ شدہ ریزۂ خوانِ مرا
دزدِ متاعِ من و با من بجوش　　شاں بزباں آوری و من خموش
خانۂ فکرم ہمہ روزن کنند　　جستنِ احسنت ہم از من کنند
نقدِ مرا پیشِ من آرند راست　　من کنم احسنت کز آنِ شماست
شرم ندارند و بخوانند گرم　　با من و من ہیچ نگویم ز شرم
طرفہ کہ شاں دزدِ من از شرم پاک　　صاحبِ کالا من و من شرمناک
باز کشایند خیالے کہ ہست　　درچہ کشایند ندانند بست
پر فنِ شاں گرچہ روائی دہد　　سستی ہر بیت گواہی دہد
آنکہ دریں گنجِ نہاں جوہری ست　　باز شناسد کہ گہر زانِ کیست
دُر کہ فتد زافسرِ شاہِ جہاں　　سفلہ اگر یافت نماند نہاں

کے شود این مایہ از آنِ کسے
گنج نہ گنجد بدہانِ کسے

در خورِ ہر لب نبود این زلال
کیست کہ اینجا برساند خیال

جلوہ گرِ من کہ رخ آراستہ است
جلوہ کناں پیشِ تو برخاستہ است

در نگر از مقنعہ تا دامنش
عاریتے نیست بہ پیراہنش

زیورِ نو کردہ نگارِ چنیں
نغز بود دیدنِ یارِ چنیں

لیک بہ نظارہ گہِ زلف و خال
ہدیۂ او شرط بود در جمال

پیشِ نکو نیک مگو بد ز پس
ہدیۂ ایں روے ہمیں ست و بس

ور چہ ترا گفتنِ بد فن بود
آں بدِ تو نیکوئی من بود

آنکہ بہ نقصانِ خیالِ من اند
جملہ گواہانِ کمالِ من اند

بر ہنر آید ہمہ را گفت و لبس
بے ہنراں را نہ کند یاد کس

در سخن افتد ہمہ را پیچ پیچ
چوں سخنے نیست چہ گویند ہیچ

چوں عملے لازمِ صورت بود
نیک و بدِ خلق ضرورت بود

آنکہ ورا در سخن آوازہ بیش
زخم زناں بر وے از اندازہ بیش

ہر گل و خارے کہ رسد زیں خرال
نے خوش ازاں گردم و نے رنجہ زال

ہر چہ ستایش کندم مردِ ہوش
گرچہ بود راست نیارم بگوش

زانکہ چو زیں فن بغرور اوفتم
ترسم ازیں مرتبہ دور اوفتم

چرب زبانی نہ بود سودمند
طفل بود کش بفریبی بقند

آنکه شناسندهٔ این گوهرست / گر همه نفرین کندم درخورست

وآنکه به تقلید نشست اندرین / نشنوم ار خود کندم آفرین

مردمِ دانا که بود نیک خوی / نیک شنو گفتِ بد از وی مجوی

وآنکه به بد گفت گرفت ست خو / نیک نگوید که نباید ازو

بد نتوان گفت نکو را چو نیست / یا بد و یا نیک برون از دو نیست

هست اگر سکّهٔ نیکو ببیش / نیک نگویند چو بد گوییش

ور ز بدی خال بود بر خدش / خود نتواند که بپوشد بدش

گیر که پوشی همه عیبش به زور / چند توان داشت نهان چشمِ کور

باز کسی را که حسد ره زند / زخمه درین ره نه یکی ده زند

گر مثل صد هنر آرم ز غیب / هیچ نگاهی نکند جز به عیب

از هنرِ خود همه کس دم زند / آنکه کم ست او همه را کم زند

جوهرِ هر مرد که در عالم ست / کم زنِ او از زنِ[۱] حائض کم ست

کم نه زند مرد کسی را ولیک / بد همه جا بد بود و نیک نیک

صد سخنِ راست نه گیرد به هیچ / یک رقم کژ کند انگشت پیچ

گر به ازین نیست گهر سفتنش / عیب بود عیبِ کسان گفتنش

درکم ازین مایه رسیدش ز غیب / طفلِ رهِ ماست ز طفلان چه عیب

---

۱ زن حائض چنین خود را می پوشند ۱۲

من بدِ کس ناورم اندر زبان   وانچه بود راست ندارم نهان
چونکه جهان پر ز خسیس ست و خس   روے نمی تابدم از هیچکس
گرمیِ دل نیست چو حاصل مرا   سرد شد از آبِ سخن دل مرا
تا کے ازیں شیوه به تنگی شوم   بے غرض آماجِ خدنگی شوم
نامِ گدائے کنم اسکندرے   خلعتِ عیسیٰ فگنم بر خرے
محتشمانند دریں روزگار   مس بزر اندوده ناقص عیار
کوردل از دولتِ کوته نظر   دولتِ شان از دلِ شان کورتر
گوش گرانی همه ناموس جوے   سفله وش و دون صفت و تنگخوے
لازمِ شان گشت ز نقصانِ هوش   کوتهیِ[1] چشم و درازیِ گوش
حاتم و رستم شده درجلے لاف   چون زنِ حائض که بود در مصاف
بے کرمے نام فروشی کنند   بے گہرے مرتبه کوشی کنند
خورده بدرویش نیارند بیش   پیش[2] رسانند بدانجا که بیش
شاخ[3] گلے تحفه مر اورا کنند   کز پئے باغیش تقاضا کنند
گر مگسے باشد و شان خوان نشین   سرکه دهند و طلبند انگبین

---

[1] یعنی هرچه کسے گوید مے شنوند و از کوتاه چشمیِ خود امتیازِ حق و باطل ندارند ۱۲

[2] یعنی مصرف حق بقدار نمی رسانند و بغیر مستحقاں مے دهند ۱۲

[3] یعنی شاخ گل پیش کسے تحفه برند و بعوض آں باغ خواهند ۱۲

بخش ستانند و دهند اندکے | تا ندهی ده ـ ندهندت یکے
گر بستانند مثل برگدائے | یک درمے ده طلبند از خدائے

صفتِ خاتمه و قطعِ تعلق کردن
از پئے اخترهٔ صحبتِ اربابِ جهاں

برد ز سرمایهٔ خود مُد سے خلقے | بدرهٔ دینار بصاحبدلے
گفت که بپذیر و عطائے بکن | تا شوَدم بخش دعائے بکن
پیر بگفتش که چو بیشت هواست[ل] | آنچه که کم میکنی از خود خطاست
گفت بدو منعم سوداآزمائے | کانچه دهم سود بجویم بجائے
مرد بپذیرندهٔ بجواب خورد | ق بدره بدو داد که اے نیک مرد
باز بپذیر این ز چو من مفلسے | زانکه تو مفلس تری از من بسے
چوں همه میلِ تو به بیشی درست | این کم تو هم بتو اولیٰ ترست
آنکه ندارد صفتِ مردمی | نیست برِ او میاں آدمی
خاصه کسانیکه بهمت کم اند | ظن نبرم کز نسبِ آدم اند
این سخنِ چند که بیخواست ست | شاعری نیست همه راست ست
گرچه چنیں راست نباید نهفت | راست لیسے هست که نتوانش گفت
لیک بخواهش چو مرا نیست رائے | ق جز بخدا یا بدرِ پادشاه
هرچه بگفتم ز کسم باک نیست | زهر نخوردم غمِ تریاک نیست
نیتِ آن دارم ازیں پیش راز | کز درِ شه نیز شوم بے نیاز

ل هوا بمعنی خواهش ـ مراد همان بدرهٔ دینار ۱۲

پشت بخویم نه بناہے زکس | چون بخداوند کنم روے و بس
تا بطمع بر درِ ہر کم زنے | ننگِ خسیساں نه کشند چو منے
خسروِ من بگذر ازیں گفتگوے | نیکی خویش و بدِ غیرے مگوے
چشمِ تو از عیبِ تو دیدن تہی ست | از دگرے پرس که عیبِ تو چیست
چشم بخود باز مکن چوں خساں | بیں سوے خود لیک بچشمِ کساں
چیست نظر سوے خود انداختن | صورتِ خود قبلهٔ خود ساختن
زیں دو سه اوراقِ مزخرف نورد | چند تواں نازشِ بیہوده کرد
تا کے ازیں مایهٔ بے پایگاں | بانگ برآری چو فرومایگاں
چون جرست چند فغانِ تہی | خشک زبانی و میانِ تہی
کامِ جلاجل[1] که بداں تنگی ست | بانگِ نفیرش زسبک سنگی ست
زورِ جوانی بره آورد پاے | ورز تو نرفت ایں فنِ اندیشه زاے
نامهٔ ہستی بسوادے گزشت | عمر بہ بیہودنِ بادے گزشت
شد ہمه عمرت بشمارِ چنیں | وه که چنیں عمرے و کارِ چنیں
ہرچه دریں تخته قلم نقش بست | زاں ہمه جز باد نیامد بدست
سوخت قلم زیں رقمِ دود وام[2] | پخته شدی[3] در پے سودائے خام

---

[1] مراد از جلاجل زنگولہ ہاست که در گردن چہارپایاں اندازند و دہنِ شاں تنگ باشد ۱۲

[2] دوده وام سیه فام ۱۲

[3] پخته شدی اے پیر شدی ۱۲

سر بره‌ی باز نبردی دریغ — راه بجاے نه سپردی دریغ
زانچه بگفتی بخطا و صواب — چونت بپرسند چه گوئی جواب
از پئے نامے که مبادش امید — نامه سیه کردی و دیده سفید
گرچه شد آوازه بچرخ کبود — چون تلف شدی نام بلندت چه سود
صور قیامت که برآید بلند — نام بلندت نه بود سودمند
این رقم امروز که سودائے تست — سلسلهٔ گردن فردائے تست
چند پوئی در پئے این ترهات — چند بغفلت گذرانی حیات
گیر که نظمت سخن از دُر کند — پس بدروغے چه تفاخر کند
یک هنر اندر دلت آرد فروغ — راست بگویم که نگوئی دروغ
حاصل تزویر کم و کاستیست — رستنِ هر دار از سبب راستیست
راستی آور که دروغت بسے ست — هرکه چنین ست چگوئی کسے ست
تا بود اندر فن شعرت هوس — جز بدروغت نبرد نام کس
پائے ازین دائره یک سوے نه — پشت بدو کن بخدا روئے نه
هیچ خبر داری از اندیشه‌ام — کآوردت باز بهر پیشه‌ام
هیچ نگوئی بکس از همهان — هیچ نگنجد بدلت جز همان
از همه جا دل نگران داشته — همت دل جمله بر آن داشته
بس که دلت گردد از اندیشه خون — تا سخنے را ز دل آری برون

چوں نگری حاصلِ چندیں گزند | بیہدہ باشد و ناسودمند
ایں قدر اندیشۂ خاطر زدلے | ق گر شودت صرف بیادِ خدائے
گرچہ نہ در عالمِ رازت برد | بارے ازیں بیہدہ بازت خرد
جان و دلِ غائب تو از حضور | دور نباشد کہ نباشند دُور
کیست کہ آنجا شد و کارے نیافت | کیست کہ آں در زد و بارے نیافت
صدق دریں مرحلہ یارِ قوی ست | مگذر ازیں کار کہ کارِ قوی ست
ہست چو در سکۂ پیرانت روے | ترکِ ہوسہاے جواناں بگوے
شعر چو بادست نہ بادِ بہار | بادِ خزانے کہ بر آرد غبار
کم کن ازاں باد کہ گرد آورد | و آخر کارت دمِ سرد آورد
پیشۂ خموشی کن و دمساز شو | بلبلِ باغ آمدۂ بازؔ شو
ور ہوسِ مثنویت در دل ست | حل کنم ایں بر تو کہ بس مشکل ست
در روشے کز تو نباید مرو | گفتِ بدم مشنو و نیکو شنو
نظمِ نظامی بہ لطافت چو دُر | وز دُرِ او سر بسر آفاق پُر
پس چو تو کم مایۂ بسیار لاف | دُر شمری مہرۂ خویش از گزاف
چیست دراں کم کہ بجوئیش باز | تا چہ نہ گفت ست کہ گوئیش باز
پختہ ازو شد چو معانی تمام | خام بود پختنِ سوداے خام

لہ باز بمعنی شہباز کہ خاموش می باشد ۱۲

زیں دو خیالی که ترا گز فُرست[1] — جستنِ آں مایه خیالِ گز است
بگذر ازیں خانه که جاے تو نیست — دیں رهِ باریک بپاے تو نیست
کالبدے داری و جاں اندر وست — هرچه تو دانی به ازاں اندر وست
تا بود ایں سکّه[2] بعالم درست — بر تنِ تو کے بود ایں نقشه چیست
به که دریں جنبشِ طبع آزماے — سر بنهی اوّل و آنگاه پاے
گفته او را بشنو و گوش باش — گفتِ مرا بشنو و خاموش باش
سحر ورانے که درو دیده اند — خامشیِ خویش پسندیده اند
مثنوی او رهت ثناے بگوے — بشنوش از دور و دعاے بگوے
ایں همه ز انصاف نگر زور نیست — گر تو نه بینی دگرے کور نیست
گر نه بدی ایں نمطِ جاں نواز — بو که دلم را بتو بودی نیاز
لیک چو سرها همه زاں بو خوش است — عودِ[3] تو آں جا علفِ آتش است
تا بود آوازهٔ قمری بباغ — کس ندهد گوش بآوازِ زاغ
آنکه چشیده ست مےِ خوشگوار — دُرد کشد در دِ سرآرد خمار

---

[1] گز فُرست اے کج مج یعنی بیهوده ۱۲

[2] ایں سکه اے مثنوی نظامی ۱۲

[3] حضرت امیر خسرو دریں اشعار فروتنی مے کنند که در مقابله مثنوی نظامی مثنوی تو چه چیز است ۱۲

در ہوست می نہ گذارد عنان ‏ ق ‏ می کشدت دل بہ خیالِ جہاں
کوششِ آں کن کہ دریں راہِ تنگ ‏ ‏ زاں گلِ تر بوئے دہندت نہ رنگ
از پئے بخشش بخدا آرزوے ‏ ‏ لیک عنایت ز بزرگاں بجوے
رنج بنہ بر دلِ گویاے خویش ‏ ‏ لیک مدد جوئی ز گویاے خویش
سوزِ سخن را نہ بخامی طلب ‏ ‏ پختگیش ہم ز نظامی طلب
سوزِ تکلف خس و خاکستر ست ‏ ‏ چاشنیِ سوختگاں دیگر ست
لیک اگر پندِ من آری بگوش ‏ ‏ مصلحت آنست کہ باشی خموش
چل شد و در پنجہت آمد نشست ‏ ‏ پیش مبیں پیش کہ افتی بشست
نوبتِ تو بہ ست گرانی مکن ‏ ‏ روے بہ پیری ست جوانی مکن
ور غزلت یادِ جوانی دہد ‏ ق ‏ وز خوشیِ طبع نشانی دہد
تن زن ازاں ہم کہ کساں گفتہ اند ‏ ‏ ہر چہ تو گوئی بہ ازاں گفتہ اند
نوبتِ سعدی کہ مبادا کہن ‏ ‏ شرم نداری کہ بگوئی سخن
ترکِ ہوس گیر و رہے پیش گیر ‏ ‏ رہ بسوے مصلحتِ خویش گیر
آں کن و آں ساز کزیں کوچگاہ ‏ ‏ چوں بروی توشہ بجوئی براہ
تا کہ بعزلت[1] نہ نشانند تیز ‏ ‏ بیشتر از مرگ بعزلت گریز
چند کنی خواب دریں رہگذر ‏ ‏ خوابگہت ہست بجاے دگر

---

[1] عزلت اوّل قبر و عزلت دوم گوشہ نشینی و ترک دنیا ۱۲

یک نفسے زیر زمیں دار ہوش — بنگر و پوشیدہ بر خود مپوش
مرحمتے نیست جہاں را چناں — کامدہ را تافت ز رفتن عناں
ناگہ ازیں خانہ سفر کردنی ست — شربتے از جام اجل خوردنی ست
گرچہ کسے زندہ نماند بسے — زندہ جاوید بماند کسے
خاک بسے خورد تن پاک را — سیر نگرد[1]ست کسے خاک را
جاں بشتاب و دل اسیر ہوس — غفلت ازیں بیش نکردہ ست کس
عمر چنیں آدمی بے خبر — باد بسر کردہ کہ خاکش بسر
ایں ہمہ بیداری ما خفتن ست — کامدن ما ز پئے رفتن ست
رفتنیانیم ازیں راہ دور — در چہ ظلمت نہ بصحرائے نور
گنبد گردندہ وفا کے کند — وائے بر وکیں طمع از وے کند
زیں گذر راہ رواں بر گذر — چوں گذر زندہ ست رواں بر گذر (جان ۱۲)
ایں طبق گل کہ وفا زو کم ست — کاسہ خوانش ز سر مردم ست
بے نمک ست ایں فلک کاسہ دوش — از نمک او چہ کنی کام خوش
ناں دہدت لیک بخون جگر — تو ہم از و ترک کن و انگہ بخور
گر بودت خوش خور و بد خو مباش — ور نبود رنجہ مشو گو مباش
تنگ مباش از پئے عیش فراخ — کاں بری از باغ کہ فیروز شاخ

---

[1] اے غرور در سر پیدا نمودہ - خاک بسرش باد ۱۲

هرچه رسد بیش خورد کم مخور / ور نرسد هم برسد غم مخور
وانچه به قسمت به ازل زان تست / رنجه مکن دل که بدامان تست
وانچه قضا نیست بدان یافتن / گرچه بجوئی نتوان یافتن
ورچه بگردی همه بالا و پست / روزی ازان بیش نیابی که هست
هرچه بجوئی و نیابی مرنج / زانکه بخواهش نتوان یافت گنج
چند چو موران سراسیمه گرد / کم خوری و بیش نهی بهر خورد
عاقبت آن مور بهر خانهٔ / جان دهد اندر طلب دانهٔ
گرچه که زر جان تست مجویش بسی / ور همه عمرست مخواه از کسی
جوهر هر چیز که زیبنده تر / نیست ز زر هیچ فریبنده تر
جان که همه در پی این خاک رفت / پاکی آن کس که ازین پاک رفت
طفل شود فتنه برین خاک زرد / مردی آن کس که غرورش نخورد
این گل رنگین که فریب دل است / هر که فریبش نخورد عاقل است
عقل کسی راست که گردش گشت / آخر ازان گونه که آمد گذشت
تا عدسی میرسدت زین خراس / دل مفگن از پی گندم در آس
قرص جو آن کس که بدندان کند / مرد نه آن کز پی زر جان کند
آنکه تنکیبش بقناعت درست / قرص جو از قرص زرش بهتر است
کان بغذا لذت کامش دهد / وین بطمع خست نامش دهد

مرد رہ از خود خورشش اوجوست   گر زرش از رہ نبرد رہروست

مور کہ بر سقف رود بیقیاس   پاش بلغزد چو درافتد بطاس

مال چہ جوئی حشمے نیستش   بہرہ فزوں از شکمے نیستش

ترک طمع گیر ز خود شرم دار   تا نہ شوی چوں خجلاں شرمسار

دست مکن کفچہ کہ روزی بہ است   روزی از و خواہ کہ روزی دہ است

گرسنہ زآں کہ دریں تنگنائے   ناں ز ملک مطلبی نہ از خدائے

گر بودت صدق کہ روزی دہ اوست   منت دشمن نہ کشی پیش دوست

غرہ بہ نزدیکی سلطاں مشو   بلبل باغی مگس خواں مشو

ہست وے از خرمن ہستی خسے   تا تو چہ باشی کہ کمی زو بسے

گرچہ پرد بلبل بستاں بلند   بازی طفلاں شود از بہر قند

چند کشی پیش ملک دست بیش   تا ت زکوتے دہد از ملک خویش

گر بہ کنی ہرچہ بضاعت کنی   ملک تو داری چو قناعت کنی

تشنہ بمیر آب ز دوناں مخواہ   خوں خور و از خوانچہ ایشاں ناں مخواہ

دل بقناعت نہ و خورسند باش   مملکت این ست خداوند باش

خور کن و آشام بجو نان خویش   از پے نانے چہ بری آب خویش

دل ز وفا جوئی دوناں بکش   خو ز علف گاہ خرو ناں بکش

اہل مجو گرد جہاں زانکہ نیست   ترک جہاں گیر و جہاں داں کہ نیست

گوشه نشین تا بخیالت بوند — هر همه محتاجِ جمالت بوند
راه طلب در روشِ بیگمان — تا رهی از کن مکنِ مردمان
بوم بویرانه ازاں شد زباغ — تا نه کشد رنجِ لگدکوبِ زاغ
دُر که نهاں در صدفِ آبی ست — بیش بها از پئے کم یابی ست
گل که بقدرش همه عالم بهاست — در همه جا روید ازاں کم بهاست
چند چو بیچاره تو بر هر کسے — زود کنی روے ز بهرِ خسے
بازِ سفیدی بهوا کن شکار — زاغ نهٔ جیفه بکرگس گذار
چوں ببریدی طمع از ناکساں — صرف مکن گوهرِ خود باخساں
مردمیٔ نیست چو در چشمِ کس — چشم نگهدار ز آسیبِ خس
گل بچراگاهِ ستوراں مبر — آئینه در مجلسِ کوراں مبر
لیک ازاں جا که طمع خوے تست — ملکِ قناعت نه ببازوے تست
از تنِ گازر نتواں شست داغ — پرِّ حواصل نشود پرِّ زاغ
بیهده با تو جدلے می کنم — در نه کشائی تو دلے می زنم
هر چه دمیدم بتو دودے نداشت — پند بسے دادم و سودے نداشت
چوں تو چنیں غافلے از کارِ خویش — من بروم بر سرِ گفتارِ خویش
ایں سخنِ چند که از بهرِ سمع — ق — طبعِ پراگندهٔ من کرد جمع
فکر بسے داد جگر کاهیم — عمر بسے رفت به گمراهیم

بو کہ بہ سر گرمی ہنگامہ — یاد کنندم ز چنیں نامہ
ہر کہ بسے ہست نگر نیستیش — جز صفت چیز دگر نیستیش
چوں سخن از لطف نشانے نداشت — کالبدش صورت جانے نداشت
وصف بداں گونہ فرو راندہ ام — کز غرض قصہ فرو ماندہ ام
خال تکلف زدمش بر جمال — نغز نماید اگر اندر خیال
دیو بود یافتہ رہ در بہشت — بستن پیرایہ بخاتون زشت
عیب چناں نیست کہ بنہفتہ ام — کانچہ بگویند ہمہ گفتہ ام
چوں منم اندر قلب کان خویش — ق — معترف عجز بہ نقصان خویش
ہست امیدم کہ سخن پروراں — چوں نگرند از رہ بینش دراں
عیب یکے نیست کہ جویند باز — چوں ہمہ عیب ست چہ گویند باز
خردہ نہ گیرند بزرگی کنند — دنبہ چناں نیست کہ گرگی کنند
بار خدا با من غافل بساز — ق — ایں ورق سادہ کہ بستم طراز
گرچہ کہ امروز جمال من ست — عاقبت الامر وبال من ست
ہرچہ درو شد رقم از خوب و زشت — ایں ہمہ تقدیر تو بر من نوشت
عفو کن آں را کہ رضائے تو نیست — توبہ دہ از ہرچہ برائے تو نیست
چوں کرمت ہست ز جرمم چہ باک — تیرہ نہ شد بحر بہ یک مشت خاک.
گیر کہ سفتم در ناسفتنی — یا سخنے بود کہ ناگفتنی

چون ز تو شد این همه ناچیز چیز — هم تو کنی در دلِ خلقے عزیز
عیب شناسان به کمینِ من اند — بے هنران جمله به کینِ من اند
تو بکرم عیبِ من عیب کوش — در نظرِ عیب شناسان بپوش
سرمهٔ انصاف بهر چشم ساے — بگذرِ من آنگاه بر ایشان نماے
داغِ قبولی بکش اندر سرش — تا نکند بادِ خزان ابترش
بو که بر آرد به چنین نامه نام — بر درِ شه خدمتِ من والسّلام
در نظرِ شاه مباد الکن — این غزلم ختم برین شد سخن

غزل

نامه تمام گشت بجانان که می برد — پیغامِ کالبد بسوے جان که می برد
این خط پر ز مهر بدلبر که می برد — وین دردِ سر بهر بدرمان که می برد
این نامه نیست پیرهنِ عذرِ ما — پر خون ز دستِ هجر بجانان که می برد
مائیم و شرطِ بندگیش با هزار شوق — این بندگی بحضرتِ ایشان که می برد
زین تن رمید چون دل و جانِ من از فراق — گشته شدیم قصه بسلطان که می برد
گفتم بیا بگفت که دیوانه گشته — اندوهِ مور پیشِ سلیمان که می برد
جانا مرا به هجرِ تو هر موئے نکهت — غم می برد وصلے غمِ هجران که می برد

گفتی نگاہدار بفرمانِ خویش دل — دارم دلے بگو کہ فرماں کہ می‌برد

دردا کہ دل ز حسرتِ بیچارہ می‌رود — وآگاہ نے ز بردنِ دل آں کہ می‌برد

شد سخن ختم قبولے کہ خدایش دادہ است

تا ابد باقی باد او مبادش پایاں

تمّت

7.

CALL No. { ١٥٥٥ ٨٩١ / ق ٢٧ خ ACC. NO. ١٩٩٤٢

AUTHOR خسرو دہلوی، امیر

TITLE قران السعدین

G27/03.04

THE BOOK MUST BE CHECKED AT THE TIME OF ISSUE

MAULANA AZAD LIBRARY
ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY

PERSIAN SECTION

RULES :-

1. The book must be returned on the date stamped above.
2. A fine of **Re. 1-00** per volume per day shall be charged for text-book and **10 Paise** per volume per day for general books kept over-due.